

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى

شرح

اسماء الحسنی

اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) ناموں کی مفید شرح

علامہ زماں مؤرخ دواں حضرت مولانا فاضل محمد سلیمان منہر پوٹھی رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

ناشر

مکتبہ نذیریہ قنچی امرتھو فیروز پور وڈلاہو



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِیْقِ الْإِسْلَامِیِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ "الحدیث"
۱۹/۰۹/۷۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحُسْنَى فَانْجِبْ دُورَهُمَا (القرآن)

مَعَارِفُ الْأَسْمَاءِ

— شرح —

الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى

اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) ناموں کی بنیظیر شرح

— از —

علامہ زماں محقق دُوراء حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

پیشتر جج ریاست پٹیالہ

www.KitaboSunnat.com

— ناشر —

مکتبہ نذیریہ - قینچی امرسدھو، فیروزپور وڈ لاہور

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	عرض ناشر	۷	۱۹	باب اول	۳۵
۲	خطبہ کتاب	۹	۲۰	(۱) اَللّٰهُ جَبَّارٌ	۳۵
۳	یہ مختصر رسالہ اسماء اللہ الحسنى کے متعلق ہے	۹	۲۱	خواص لفظی	۴۰
۴	اصل اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد	۱۰	۲۲	(۲) الرَّحْمٰنُ	۴۳
۵	صحیح بخاری میں ہے	۱۱	۲۳	(۳) الرَّحِیْمُ	۴۷
۶	صحیح مسلم میں ہے	۱۱	۲۴	(۴) الْمَلِکُ	۵۱
۷	صحیح مسلم کی دوسری حدیث ہے	۱۲	۲۵	(۵) الْقُدُّوسُ	۵۴
۸	ترمذی کی حدیث ہے	۱۲	۲۶	(۶) السَّلَامُ	۵۵
۹	ترمذی کی دوسری حدیث ہے	۱۳	۲۷	(۷) الْمُؤْمِنُ	۵۶
۱۰	ابن ماجہ میں ہے	۱۳	۲۸	(۸) الْمُهَیْمِنُ	۵۸
۱۱	طریق دوم	۱۵	۲۹	(۹) الْعَزِیْزُ	۶۰
۱۲	طریق سوم	۱۵	۳۰	(۱۰) الْجَبَّارُ	۶۱
۱۳	نقشہ روایت اسماء اللہ الحسنى	۱۵	۳۱	(۱۱) الْمُتَكَبِّرُ	۶۲
۱۴	نقشہ انتخاب اسماء اللہ الحسنى	۱۵	۳۲	(۱۲) الْخَالِقُ	۶۳
۱۵	بجین روایات	۱۷	۳۳	(۱۳) الْبَارِئُ	۶۴
۱۶	نقشہ دوم	۲۲	۳۴	(۱۴) الْمُبْصِرُ	۶۸
۱۷	فصل -	۲۵	۳۵	(۱۵) الْغَفَّارُ	۶۹
۱۸	نقشہ نو و نہ نام پاک اللہ عزوجل	۲۵	۳۶	(۱۶) الْقَهَّارُ	۷۷
۱۹	مندرجہ باب اول	۲۸	۳۷	(۱۷) الْوَهَّابُ	۷۸
۲۰	شرط	۳۳	۳۸	(۱۸) الرَّزَّاقُ	۷۹
۲۱			۳۹	(۱۹) الْفَتَّاحُ	۷۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	الْعَلِيمُ (۲۰)	۷۲	۱۱۱	الْوَكِيلُ (۴۴)	۷۱
۴۱	السَّيِّعُ (۲۱)	۷۵	۱۱۳	تَوَكَّلْ	
۴۲	الْبَصِيرُ (۲۲)	۷۶	۱۱۴	الْقَوِيُّ (۴۵)	۷۷
۴۳	اللطيف (۲۳)	۷۷	۱۱۶	الَّتَيْنِ (۴۶)	۷۸
۴۴	الْحَبِيرُ (۲۴)	۷۸	۱۱۷	الْوَلِيُّ (۴۷)	۷۹
۴۵	الْحَلِيمُ (۲۵)	۷۹	۱۱۹	الْحَمِيدُ (۴۸)	۸۰
۴۶	الْعَظِيمُ (۲۶)	۸۰	۱۲۳	الْحَيُّ (۴۹)	۸۱
۴۷	الْعُفُوفُ (۲۷)	۸۱	۱۲۴	الْقَيُّومُ (۵۰)	۸۳
۴۸	الشَّكُورُ (۲۸)	۸۲	۱۲۵	الْوَّاحِدُ (۵۱)	۸۴
۴۹	الْعَلِيُّ (۲۹)	۸۳	۱۳۱	الْأَحَدُ (۵۲)	۸۵
۵۰	الْكَبِيرُ (۳۰)	۸۴	۱۳۲	الصَّمَدُ (۵۳)	۸۶
۵۱	الْحَفِيفُ (۳۱)	۸۵	۱۳۴	الْقَادِرُ (۵۴)	۸۹
۵۲	الْمُقِيتُ (۳۲)	۹۰	۱۳۵	الْمُتَبَدِّلُ (۵۵)	۹۰
۵۳	الْحَسِيبُ (۳۳)	۹۱	۱۳۶	الْأَوَّلُ (۵۶)	۹۱
۵۴	الْكَرِيمُ (۳۴)	۹۲	۱۳۷	الْآخِرُ (۵۷)	۹۲
۵۵	الَرْؤُوفُ (۳۵)	۹۳	۱۳۸	الظَّاهِرُ (۵۸)	۹۳
۵۶	الشَّارِبُ (۳۶)	۹۴	۱۳۹	الْبَاطِنُ (۵۹)	۹۴
۵۷	الْمُجِيبُ (۳۷)	۹۵	۱۴۰	الْوَالِي (۶۰)	۹۵
۵۸	الْوَّاسِعُ (۳۸)	۹۶	۱۴۱	الْمُتَعَالِي (۶۱)	۹۶
۵۹	الْمُحْكِمُ (۳۹)	۹۸	۱۴۲	الْبَرُّ (۶۲)	۹۸
۶۰	الْوَدُودُ (۴۰)	۱۰۲	۱۴۳	الْمُتَوَكِّلُ (۶۳)	۱۰۲
۶۱	الْمُجِيدُ (۴۱)	۱۰۵	۱۴۴	تَوَكَّلْ يَا سَوْدَ	
۶۲	الشَّهِيدُ (۴۲)	۱۰۶	۱۴۵	الْعَفُوُّ (۶۴)	۱۰۶
۶۳	الْحَقُّ (۴۳)	۱۰۸	۱۴۶	الْوَرْدُ (۶۵)	۱۰۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۸	(۶۶) الْحَامِعُ	۱۳۷	۱۱۱	(۸۴) الْقَاهِرُ	۱۷۷
۸۹	(۶۷) الْغَنِيُّ	۱۳۸	۱۱۲	(۸۵) الْغَافِرُ	۱۷۷
۹۰	(۶۸) الثَّوْرُ	۱۵۰	۱۱۳	(۸۶) الْغَاثِرُ	۱۷۸
۹۱	(۶۹) الْهَادِي	۱۵۳	۱۱۴	(۸۷) الْهَبْلِيكُ	۱۷۹
۹۲	اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے چار مرتب	۱۵۴	۱۱۵	(۸۸) الْحَفِي	۱۸۰
۹۳	(۷۰) الْبَدِيحُ	۱۵۵	۱۱۶	(۸۹) الْمَحِيْطُ	۱۸۱
۹۴	(۷۱) رَبِّ	۱۵۶	۱۱۷	(۹۰) السُّنْعَانُ	۱۸۳
۹۵	(۷۲) مَبْنِي	۱۵۸	۱۱۸	(۹۱) الرَّفِيْعُ	۱۸۵
۹۶	(۷۳) الْقُدَّارُ	۱۵۹	۱۱۹	(۹۲) الْكَافِي	۱۸۶
۹۷	(۷۴) الْحَافِظُ	۱۶۰	۱۲۰	(۹۳) غَالِبُ	۱۸۸
۹۸	اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے	۱۶۰	۱۲۱	(۹۴) السَّنَانُ	۱۹۱
۹۹	انجیل کو لیجئے	۱۶۱	۱۲۲	(۹۵) الْجَبِيلُ	۱۹۲
۱۰۰	(۷۵) الْكَفِيْلُ	۱۶۳	۱۲۳	(۹۶) الْمَحِي	۱۹۳
۱۰۱	(۷۶) الشَّارِكُ	۱۶۳	۱۲۴	(۹۷) الْمَبِيْتُ	۱۹۴
۱۰۲	شکر	۱۶۴	۱۲۵	(۹۸) الْوَارِثُ	۱۹۵
۱۰۳	بزرگان دین کے اقوال بھی شکر		۱۲۶	(۹۹) الْبَاعِثُ	۱۹۷
	کے متعلق شہید ہیں		۱۲۷	(۱۰۰) الْبَاقِي	۱۹۹
۱۰۴	(۷۷) الْاَكْرَمُ	۱۶۵	۱۲۸	باب دوم	۲۰۱
۱۰۵	(۷۸) الْاَعْلَى	۱۶۶	۱۲۹	نقشہ اسماء حسنہ مندرجہ باب دوم	۲۰۱
۱۰۶	(۷۹) الْخَلْقُ	۱۶۷	۱۳۰	(۱۰۱) الْقَابِضُ الْبَاسِطُ	۲۰۳
۱۰۷	(۸۰) الْمُرَوِّ	۱۷۰	۱۳۱	(۱۰۲) الْخَافِضُ الرَّافِعُ	۲۰۳
۱۰۸	(۸۱) النَّصِيرُ	۱۷۱	۱۳۲	(۱۰۳) الْمُبْعَثُ الْمَذِلُّ	۲۰۵
۱۰۹	(۸۲) الْاِلهُ	۱۷۳	۱۳۳	(۱۰۴) الْحَكْمُ	۲۰۶
۱۱۰	(۸۳) الْعَلَامُ	۱۷۵	۱۳۴	(۱۰۵) الْعَدْلُ	۲۰۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۵	(۹) السَّحْصِي	۲۰۸	۱۵۹	(۳۵۱) السَّامُ	۲۲۸
۱۳۶	(۱۰) السَّبْدُ	۲۰۹	۱۶۰	(۳۵۲) الْعَالِمُ	۲۲۸
۱۳۷	(۱۱) السَّبْدُ	۲۱۰	۱۶۱	(۳۵۳) الْأَبْدُ	۲۲۸
۱۳۸	(۱۲) السَّاجِدُ	۲۱۱	۱۶۲	(۳۵۴) السَّاجِدُ	۲۲۹
۱۳۹	(۱۳) السَّاجِدُ	۲۱۳	۱۶۳	(۳۵۵) السَّاجِدُ	۲۲۹
۱۴۰	(۱۴) السَّاجِدُ - السَّاجِدُ	۲۱۳	۱۶۴	(۳۵۶) السَّاجِدُ	۲۲۹
۱۴۱	(۱۵) السَّاجِدُ	۲۱۴	۱۶۵	(۳۵۷) السَّاجِدُ	۲۲۹
۱۴۲	(۱۶) السَّاجِدُ	۲۱۵	۱۶۶	(۳۵۸) السَّاجِدُ	۲۳۰
۱۴۳	(۱۷) السَّاجِدُ	۲۱۶	۱۶۷	(۳۵۹) السَّاجِدُ	۲۳۰
۱۴۴	(۱۸) السَّاجِدُ	۲۱۹	۱۶۸	(۳۶۰) السَّاجِدُ	۲۳۱
۱۴۵	(۱۹) السَّاجِدُ	۲۲۰	۱۶۹	(۳۶۱) السَّاجِدُ	۲۳۱
۱۴۶	(۲۰) السَّاجِدُ	۲۲۰	۱۷۰	(۳۶۲) السَّاجِدُ	۲۳۱
۱۴۷	(۲۱) السَّاجِدُ	۲۲۱	۱۷۱	(۳۶۳) السَّاجِدُ	۲۳۱
۱۴۸	(۲۲) السَّاجِدُ	۲۲۳	۱۷۲	(۳۶۴) السَّاجِدُ	۲۳۱
۱۴۹	(۲۳) السَّاجِدُ	۲۲۴	۱۷۳	(۳۶۵) السَّاجِدُ	۲۳۲
۱۵۰	(۲۴) السَّاجِدُ	۲۲۴	۱۷۴	(۳۶۶) السَّاجِدُ	۲۳۲
۱۵۱	(۲۵) السَّاجِدُ	۲۲۴	۱۷۵	(۳۶۷) السَّاجِدُ	۲۳۲
۱۵۲	(۲۶) السَّاجِدُ	۲۲۵	۱۷۶	(۳۶۸) السَّاجِدُ	۲۳۴
۱۵۳	(۲۷) السَّاجِدُ	۲۲۶	۱۷۷	(۳۶۹) السَّاجِدُ	۲۴۰
۱۵۴	(۲۸) السَّاجِدُ	۲۲۶	۱۷۸	(۳۷۰) السَّاجِدُ	۲۴۰
۱۵۵	(۲۹) السَّاجِدُ	۲۲۶	۱۷۹	(۳۷۱) السَّاجِدُ	۲۴۲
۱۵۶	(۳۰) السَّاجِدُ	۲۲۶	۱۸۰	(۳۷۲) السَّاجِدُ	۲۴۲
۱۵۷	(۳۱) السَّاجِدُ	۲۲۶	۱۸۱	(۳۷۳) السَّاجِدُ	۲۴۲
۱۵۸	(۳۲) السَّاجِدُ	۲۲۶	۱۸۲	(۳۷۴) السَّاجِدُ	۲۵۲

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہر طرح کی حمد و ثنا اس ذات واحد و بیکتا کے لئے جس نے کائنات کو پیدا کیا۔
بلکہ حمد و ثناء و سلام اس آخری نبی پر جس نے کائنات میں حق کا بول بالا کیا۔

اما بعد

اُس احقر العابد طالب الرشاد کی دیرینہ آرزو تھی کہ دنیا سے اسلام کے نامور بزرگ
علامہ زمان محقق دوران حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ پیشتر بیچ ریاست پٹنالا کی مقدس متبرک تالیف "معارف، الاسماء شرح اسماء
الحسنی" اللہ تعالیٰ کے نانوسے (۹۹) ناموں کی بنیے نظمیں شرح کی اشاعت کا شرف
حاصل کروں۔ سو آج ہم خدائے رحمن و رحیم کے خصوصی فضل و کرم سے یہ کتاب مستطاب
مفتیہ شیخ و شایبہ ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ کی یہ تالیف علمی و روحانی حلقوں میں بغیر تحسین و کبھی جائے گی، کیونکہ حضرت
قاضی صاحب ہر محبت فکر میں یکساں مقبول و محبوب ہیں۔ ان کا دل اور قلم محبت الہی اور
عشق رسول میں ڈوبا ہوا ہے۔ آپ کی تحریر میں اتنی عبادت ہے کہ ہر قاری کتاب اللہ کی
تالیف لطیف کو پڑھنے میں فوقیت دیتا ہے۔

ہمارے سامنے تقسیم ملک سے پہلے کا شائع شدہ نسخہ تھا جو کہ حضرت قاضی صاحب
کے انتقال پر ہلال کے بعد شائع ہوا تھا۔ اس لئے اس کی کتابت و طباعت میں بہت
سی غلطیاں تھیں۔ ہمیں تصحیح و نظر ثانی کی کتاب کے لئے کافی محنت کرنا پڑی۔ تاہم
اگر ناظرین کرام کو کہیں کوئی کتابت و طباعت میں غلطی نظر آئے تو ہمیں اطلاع دی جائے
تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

اظہارِ تشکر

ناسپاسی ہوگی اگر ہم حضرت قاضی صاحب کے نیک دل پوتے حضرت قاضی
عبدالمصطفیٰ صاحب - حضرت قاضی حسن معزالدین صاحب کا شکریہ ادا نہ کریں جنہوں
نے ہمیں اپنے حضرت جدِ امجد علیہ الرحمہ کی تصنیفات و تالیفات کی طباعت کی
اجازت مرحمت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی و دلجوئی فرمائی۔
جزاؤہم اللہ احسن الجزا فی الدنیا والاخرۃ

والسلام

الخادم المخلص : محمد حنیف یزدانی

۷۵ ذیقعد ۱۳۹۳ھ

۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز منگل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العلمین۔ اَکمل الصّد علی جمیع
 هداياہ و معارفہ و عطاياہ و عوارفہ و افضل
 صلواتہ و سلامہ و تحياتہ الطيبات المبارکات
 و اکرامہ علی رسولہ و حبيبہ و صفوتہ محمد
 الامين خاتم النبیین و سيد المرسلین و
 صلى الله عليه و علی آلہ الطيبين الطاهرين و
 رضى الله عن الصحابة الذين اختارهم الله تعالى
 لصحبة نبیہ الصادقين السابقين الاولين و
 الذين جاؤ من بعدهم من التابعين لهم بإحسان

إلى يوم الدين

أَمَّا بَعْدُ

یہ مختصر رسالہ اسماء اللہ الحسنى کے متعلق ہے۔ جس میں ان اسماء پاک کی

۱۰ دیکھیں صفحہ نمبر

مختصر تشریح بھی کی گئی ہے :

اصل اس بارہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے :

قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا
الرَّحْمٰنَ اَيَّامًا تَدْعُوْا
فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى
”اے نبی بتا دیجئے کہ اے لوگو! اللہ
کہو یا رحمن کہو۔ ان میں سے کوئی
نام بھی ہو۔ بس اللہ کے نام تو سب
پاک ہیں“

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى
فَاَدْعُوْا بِهَا وَذُرُوْا الْبَیِّنَ
يُلْحِدُوْنَ فِيْ اَسْمَائِهِ
”اللہ کے بہت پاک نام ہیں۔ پس
لوگو! اللہ کو اپنے ناموں کے ساتھ پکارا
کرو۔ اور جو اس کے ناموں میں الحاد
کرتے ہیں اُسے چھوڑ دو“
(س اعراف ۲۲)

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام تو قیفیۃ ہیں یعنی جن اسماء کو اللہ تعالیٰ نے
اور اس کے رسول نے اسماء الہی بتایا ہے۔ اُن کے سوا۔ اللہ تعالیٰ کو کسی اور نام سے یاد کرنا
پکارنا یا اُسے اللہ تعالیٰ کا پاک نام سمجھنا جائز نہیں :

ہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل کفر و الحاد جو عرفان الہی سے بے خبر اور معرفت ربّانی سے دُور
ہوتے ہیں، اگر کبھی حمد لکھنے پر آمادہ بھی ہوتے ہیں تو ان کی کلام ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ
کیسے ضال و مضل کا کلام ہے۔ ایک کافر کہتا ہے :
بنام اُنکو او نامے ندارد بہر نامی کہ خوانی سر بر آرد

(حاشیہ صفحہ ۹) اللہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ حمد اس کے لئے ہے۔ کامل مکمل حمد۔ ان ہدایات اور
معارف اور عطا و عوارف پر جو اس نے مخلوق پر کی ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے درود و سلام اور مبارک و پاکیزہ
تحمیات اور تحفے اللہ تعالیٰ کے رسول اور حبیب اور برگزیدہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر چوں جو نبیوں کے
خاتم ہیں اور مرسلین کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کی آل پر بھی جو طیب و طاهر ہیں اور صحابہ پر بھی جن کو اللہ تعالیٰ
نے اپنے پیارے نبی کی مصاحبت کے لئے چن لیا ہے۔ جو صداقت والے۔ اولیت والے۔

سبقت والے تھے، نازل فرمائے اور ان لوگوں پر بھی۔ جو قیامت تک آل و صحابہ کی پیروی
کرنے والے ہیں :

پہلا جھوٹ تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نام ہے ہی نہیں۔ دوسرا حماقت بھرا جھوٹ یہ کہ وہ ہر ایک نام کو اپنا ہی نام سمجھتا اور ہر ایک نام پر بول اٹھتا ہے :

یہی شعر تلمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء و اعلام کے متعلق جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ ہی کے بنائے ہوئے عرفان سے استفادہ نہیں کرتا تو وہ ضرور جھٹک جاتا ہے۔ فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ کی تفسیر میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ایسے ۹۹ نام ہیں جن کی یاد انسان کو جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ احادیث صحیحہ میں تو ایسی قدر ہے اب احادیث کے طبقہ ثانیہ کی کتابوں میں اَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ کو بزرگان دین نے فراہم بھی کیا ہے۔ لوگوں میں زیادہ تر مشہور وہ روایت ہے جو سنن ترمذی میں ہے۔ صاحب جامع الاصول نے بھی اس روایت کو لیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ترمذی کے سوا۔ اور کسی نے تفصیل بیان نہیں کی۔ اس قول کی توجہ یہ ہے کہ علامہ ابن اثیر صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کو شمار نہیں کرتے۔ بلکہ موطا پر امام مالک کو شمار کرتے ہیں۔ اگر یہ شرط نہ ہوتی تو یہ امر مخفی نہ تھا کہ روایت ابن ماجہ میں بھی بیان اسماء موجود ہے۔ مستدرک حاکم میں بھی تفصیل اسماء موجود ہے۔ مگر یہ کتاب بھی داخل صحاح نہیں لہذا صاحب جامع الاصول نے صرف ترمذی کے حوالہ پر اکتفا کی۔ صحیح بخاری میں ہے :

حد ثنا علی بن عبد اللہ ثنا
سفیان قال حفظنا عن ابی
الزناد عن الاعمش عن ابی
هريرة روايند قال رآنا رسول الله
عز وجل تسعة وتسعين
اسما ما شاء الا واحدا لا
يحفظها احد الا دخل الجنة
وهو وتر حبيب الوتر (جلد ہفتم ص ۵۸)

”ہم سے علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ
ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی۔ اور
کہا کہ ہم نے ابی الزناد سے۔ انہوں نے اعمش
سے۔ انہوں نے ابو ہریرہ سے یہ یاد کر لیا ہے
کہ ابو ہریرہ روایت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ
کے ۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو۔ جس نے ان کو
حفظ کر لیا۔ وہ داخل جنت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ
تو وتر ہے۔ وتر کو دوست رکھتا ہے۔“

صحیح مسلم میں ہے :

حد ثنا عمرو والنقاد وزهير
بن حرب وابن ابی عمر جميعا
عن سفیان واللفظ لعمرو۔

”عمرو والنقاد۔ اور زہیر بن حرب اور ابن ابی عمرو
تینوں نے ہم کو سفیان سے حدیث سنائی۔
(اس میں لفظ عمرو والنقاد کے ہیں) کہ سفیان نے

حدثنا سفیان عن ابی الزناد
عن الاعرج عن ابی ہریرۃ عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
للہ تسعة وتسعين اسما من
حفظها دخل الجنة واللہ وتر
یحی الوتر۔ فی روایت ابن ابی
عمرو من احصاها دخل
الجنة۔

ابی الزناد سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے
اعرج سے۔ انہوں نے ابی ہریرہ سے۔
انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ
اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں جس نے ان کو
حفظ کر لیں۔ وہ داخل جنت ہوا۔ اللہ
تو وتر ہے۔ وتر کو اللہ دوست رکھتا ہے
ابن ابی عمرو نے حفظہا کی جگہ،
احصاها کہا تھا۔

صحیح مسلم کی دوسری حدیث ہے :

حدثنا محمد بن رافع نا۔
عبدالرزاق نا معمر عن ایوب
عن ابن سیرین عن ابی ہریرۃ
وعن ہمام بن منبہ عن ابی
ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ان للہ تسعة وتسعين
اسما مائة الاوحد من
احصاها دخل الجنة۔ و
زاد ہمام عن ابی ہریرۃ
عن النبی صلی اللہ علیہ و
سلم۔ انہ وتر یحب
الوتر :

"ہم سے محمد بن رافع نے۔ ان سے عبدالرزاق
نے۔ ان سے معمر نے حدیث بیان کی انہوں
نے ایوب سے۔ انہوں نے ابن سیرین سے
انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ نیز
ایوب نے ہمام بن منبہ ہی سے انہوں نے
ابی ہریرہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کے
۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو جس نے ان کو
رکھ رکھا۔ وہ جنت میں پہنچا۔
ہمام کی روایت میں ابی ہریرہ نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ زیادہ کیا ہے کہ
اللہ وتر ہے۔ وتر کو دوست رکھتا ہے یہ
تریزی کی حدیث ہے :

حدثنا ابن ابی عمرو نا عثمان
عن ابی الزناد عن الاعرج
عن ابی ہریرۃ عن نبی صلی

"ہم سے ابن ابی عمرو نے۔ انہوں نے عثمان
سے حدیث بیان کی کہ ابن الزناد نے ان سے
اعرج نے۔ اس نے ابی ہریرہ سے اس نے

اللہ علیہ وسلم قال إِنَّ لِلَّهِ
تَسْعَةَ وَتَسْعِينَ اسْمًا
من احصاها دخل الجنة -
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ
اللہ کے نام ۹۹ ہیں جس نے ان کو
گن رکھا۔ وہ داخل جنت ہوا۔

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس میں اسماء کی تفصیل نہیں۔ ابوالیمان نے بھی
اس روایت کو شعب بن ابی حمزہ سے۔ انہوں نے ابی الزناد سے بیان کیا ہے۔ اسماء کا ذکر اس
میں بھی نہیں ہے:

ترمذی کی دوسری حدیث ہے :

حدثنا ابراهيم بن يعقوب نا
صفوان بن صالح نا وليد بن مسلم
نا شعيب بن ابي حمزة عن ابي الزناد
عن الاعمش عن ابي هريرة عن النبي
صلى الله عليه وسلم ان الله
تسعين وتسعة اسما مائة غير
واحدة من احصاها دخل الجنة
وهو الذي لا اله الا هو
الرحمن الرحيم الخ
”ہم سے ابراہیم بن یعقوب نے اُن سے
صفوان بن صالح نے اُن سے ولید بن مسلم
نے ان سے شعیب بن ابی حمزہ نے ان سے ابی الزناد
نے۔ ان سے اعمش نے ان سے ابو ہریرہ
نے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔
یعنی ایک کم سو۔ جس نے ان کو گن لیا۔ وہ
داخل جنت ہوا۔ وہ نام اللہ - رحمن
رحیم الخ ہیں۔“

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ صفوان بن صالح سے اس کی روایت ہم سے
ایک سے زائد نے کی ہے اور ہمارے نزدیک یہ اسی صفوان ہی کے طریق سے معروف ہے۔ یہ
اہل حدیث کے نزدیک ثقہ ہیں۔ یہ حدیث ابی ہریرہ سے اور اُرد طریق سے بھی مروی ہے اور اکثر
روایات میں اسماء کا ذکر نہیں آتا۔ ہاں اسی حدیث میں آیا ہے۔

اس حدیث کو مع بیان اسماء آدم بن ابی ایاس نے بھی بیان کیا ہے۔ وہ بھی ابو ہریرہ ہی سے
روایت ہے۔ اسناد اور ہے۔ لیکن وہ اسناد صحیح نہیں۔ ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ مجتہبی دہلی
ابن ماجہ میں ہے :

حدثنا هشام بن عمار نا عبد
المالك بن محمد صنعاني نا
”ہم سے ہشام بن عمار نے حدیث بیان
کی۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم سے عبد الملک بن محمد

ابوالمزنا زہیر بن محمد بن نے۔ ان سے ابوالمزنا نے ان سے زہیر
 التیجی ناہوسی بن عقبہ حدیثی بن محمد التیجی نے۔ ان سے موسیٰ بن عقبہ
 عبد الرحمن الاعرج عن ابی نے حدیث بیان کی کہ مجھ سے عبد الرحمن اعرج
 ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تسعة
 وتسعين اسماء الا واحدة کے ۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو۔ وہ وتر ہے
 انه الموتر وحب الموتر من اور وتر کو دوست رکھتا ہے جس نے ان
 حفظها دخل الجنة وہی۔ ناموں کو حفظ کر لیا۔ وہ داخل جنت ہوا۔ وہ

نام اگے بتائے گئے ہیں کہ یہ ہیں :

ان احادیث کی رو سے جن میں تفصیل اسماء موجود ہے۔ تین طریقے ہیں۔ جو محدثین میں مشہور ہیں۔
 طریق اول ترمذی کا ہے اور یہی سب سے زیادہ شہرت یافتہ ہے۔ اس طریق کو محدثین کی زبان میں طریق
 صفوان بن صالح کہتے ہیں۔
 اسی طریق کو ترمذی علیہ الرحمۃ کے سوا طبرانی وابن حبان وابن خزیمہ نے بھی بیان کیا ہے اور
 ان میں کسی قدر جو اختلاف بعض بعض اسماء کی بابت ہے وہ درج ذیل ہے :

ترمذی	طبرانی	ابن حبان	ابن خزیمہ
القابض	القائم		
الباسط	الدائم		
الرشيد	الشدید		
ودود	اعلیٰ		
حکیم	مالك يوم الدين		الحاکم
مانع		الرافع	
رقیب			قرب
والی			مولی
مغنی			احد

طریق دوم

طریق سوم

ان طریق حدیث کو نجبی واضح و دلنشین کرنے کی غرض سے راویان حدیث کے نام ایک شجرہ میں نمایاں کئے جاتے ہیں۔

نقشہ روایت اسماء اللہ الحسنیٰ

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم

[illegible]

محمد سلیمان کان اللہ

۱۰ میں نے مستدرک حاکم کو خود نہیں دیکھا۔ فتح الباری سے جس قدر سمجھا گیا ہے وہ درج کیا گیا ہے۔

ہر سہ طرق روایات اور اسمائے مبینہ پر غور کرنے کے بعد ایک متحقق و متجسس باسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسماء حسنی کی تعیین و تفصیل - نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں - غالباً اسے بھی ایسے ہی مصالح دینیہ پر چھوڑ دیا گیا ہے - جیسے لیلۃ القدر کی تاریخ یا یوم الجمعہ کی ساعت مقبولہ کو ترک کیا گیا -

عمار کرام نے اپنے اپنے فہم و علم سے - ان اسماء کو قرآن پاک کے بحر ذخار لالی شاہوار کی طرح نکال لیا ہے -

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری جزء ۲۶ من صحیح البخاری صفحہ ۸۱ مطبوعہ انصاری دہلی) تحریر فرمادیا ہے کہ تعین اسماء مذکورہ ہے - ابن العربی اور ابوالحسن قابسی کے بھی ایسے ہی اقوال درج کئے ہیں -

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر جزء رابع مطبوعہ بولاق مصر ۱۲۷۱ھ چند ائمہ سے یہی ثابت کیا ہے کہ اسماء کو اہل علم نے فراہم کیا ہے -

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ابو زید بغوی نے اسماء حسنی کا استخراج قرآن مجید سے کیا - پھر اس فہرست میں امام سفیان بن عیینہ نے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایزادی فرمائی - اس کے بعد انہوں نے ہر ایک سورۃ قرآنیہ کے پستہ سے اسماء مستخرجہ کا اندراج کیا ہے اور پھر خود ہی ایک فہرست اسماء پیش کر دی ہے - ذیل میں ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے - جو ان جہد روایات و استخراجات کی حالت بہیئت مجموعی ظاہر کرے گا -

نقشہ انتخاب اسماء اللہ الحسنى بجمع روایات

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	متدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام ابوسیان بن شیبہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۱	اللہ الذی لا الہ الاہو	اللہ	اللہ	اللہ	اللہ	اللہ	اللہ
۲	الرحمن	رحمن	رحمن	رحمن	رحمن	رحمن	رحمن
۳	الرحیم	رحیم	رحیم	رحیم	رحیم	رحیم	رحیم
۴	الملك	ملك	ملك			ملك	ملك
۵	القدس		قدس	قدس	قدس	قدس	قدس
۶	السلام	سلام	سلام	سلام	سلام	سلام	سلام
۷	المومن	مومن	مومن	مومن	مومن	مومن	مومن
۸	المہمین	مہمین	مہمین	مہمین	مہمین	مہمین	مہمین
۹	العزیز	عزیز	عزیز	عزیز	عزیز	عزیز	عزیز
۱۰	الجبار	جبار	جبار	جبار	جبار	جبار	جبار
۱۱	المتکبر	متکبر	متکبر	متکبر	متکبر	متکبر	متکبر
۱۲	الخالق	خالق	خالق	خالق	خالق	خالق	خالق
۱۳	الباری	باری	باری	باری	باری	باری	باری
۱۴	المصور	مصور	مصور	مصور	مصور	مصور	مصور
۱۵	الغفار		غفار	غفار	غفار	غفار	غفار
۱۶	القہار						قہار
۱۷	الوہاب	وہاب		وہاب	وہاب	وہاب	وہاب
۱۸	الرزاق	رزاق		رزاق	رزاق	رزاق	رزاق

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مسند ک حاکم	البوزیدیعوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۱۹	الفتحاح			فتاح	فتاح	فتاح	فتاح
۲۰	العلیم	علیم		علیم	علیم	علیم	علیم
۲۱	القابض	قابض		قابض	قابض	قابض	
۲۲	الباسط	باسط		باسط	باسط	باسط	
۲۳	الخافض	خافض					
۲۴	الرافع	رافع					
۲۵	المعز	معز					
۲۶	المذل	مذل					
۲۷	السمیع	سمیع		سمیع	سمیع	سمیع	سمیع
۲۸	البصیر	بصیر		بصیر	بصیر	بصیر	بصیر
۲۹	الحکمہ						الحکم
۳۰	العدل						
۳۱	اللطیف	لطیف	لطیف		لطیف	لطیف	لطیف
۳۲	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر
۳۳	حلیم	حلیم		حلیم	حلیم	حلیم	حلیم
۳۴	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم
۳۵	غفور	غفور	غفور	غفور	غفور	غفور	غفور
۳۶	شکور	شکور	شکور				شکور
۳۷	علی	علی	علی	علی	علی	علی	علی
۳۸	کبیر		کبیر	کبیر	کبیر	کبیر	کبیر

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مشترک حکم	ابوزید لغوی	سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۳۹	حفیظ		حفیظ	حفیظ	حفیظ	حفیظ	حفیظ
۴۰	مقیت		مقیت	مقیت	مقیت	مقیت	مقیت
۴۱	حسیب		حسیب	حسیب	حسیب	حسیب	حسیب
۴۲	جلیل	جلیل	جلیل				
۴۳	کریم	کریم	کریم	کریم	کریم	کریم	کریم
۴۴	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب
۴۵	محیب	محیب		محیب	محیب	محیب	محیب
۴۶	واسع	واسع	واسع	واسع	واسع	واسع	واسع
۴۷	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم
۴۸	ودود	ودود	ودود	ودود	ودود	ودود	ودود
۴۹	مجید	مجید	مجید	مجید	مجید	مجید	مجید
۵۰	باعث	باعث	باعث			باعث	
۵۱	شہید	شہید	شہید	شہید	شہید	شہید	شہید
۵۲	حق	حق	حق	حق	حق	حق	حق
۵۳	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل
۵۴	قوی	قوی				قوی	قوی
۵۵	متین	ذوالقوة الستین	متین	متین	متین	متین	متین
۵۶	ولی	ولی	ولی	ولی	ولی	ولی	ولی
۵۷	حمید		حمید	حمید	حمید	حمید	حمید
۵۸	محصی		محصی				

نمبر شمار	سنن ابن کثیر	سنن ابن ماجہ	مسند کمالک	ابوزید بخاری	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۵۹	مبدی	مبدی	مبدی	مبدی	مبدی	مبدی	
۶۰	معید	معید	معید	معید	معید	معید	
۶۱	محیی	محیی	محیی	محیی	محیی	محیی	محیی
۶۲	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت
۶۳	الحی	حی	حی	حی	حی	حی	حی
۶۴	القیوم	قیوم	قیوم	قیوم	قیوم	قیوم	قیوم
۶۵	الواحد	واحد					
۶۶	المأجد	مأجد					
۶۷	الواحد	واحد	واحد	واحد	واحد	واحد	واحد
۶۸	الصمد	صمد	صمد	صمد	صمد	صمد	صمد
۶۹	القادر	قادر	قادر	قادر	قادر	قادر	قادر
۷۰	المقتدر	مقتدر	مقتدر	مقتدر	مقتدر	مقتدر	مقتدر
۷۱	المقدم	مقدم					
۷۲	المؤخر	مؤخر					
۷۳	الأول	اول	اول	اول	اول	اول	اول
۷۴	الآخر	آخر	آخر	آخر	آخر	آخر	آخر
۷۵	الظاهر	ظاهر	ظاهر	ظاهر	ظاهر	ظاهر	ظاهر
۷۶	الباطن	باطن	باطن	باطن	باطن	باطن	باطن
۷۷	الوالی	والی					
۷۸	المتعالی	متعال	متعالی	متعال	متعال	متعال	متعال

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مسند ک حاکم	ابوزید نعیمی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۷۹	البر	یاس	بر	بر	بر	بر	بر
۸۰	التواب	تواب	تواب	تواب	تواب	تواب	تواب
۸۱	المنتقم		منتقم				منتقم
۸۲	العفو	عفو	عفو		عفو	عفو	عفو
۸۳	الرؤف	رؤف	رؤف	رؤف	رؤف	رؤف	رؤف
۸۴	مالک الملک		مالک الملک	مالک	مالک	مالک	مالک
۸۵	ذوالجلال والاکرام			ذوالجلال والاکرام	ذوالجلال والاکرام	ذوالجلال والاکرام	
۸۶	المقسط	مقسط					
۸۷	الجامع	جامع					جامع
۸۸	الغنی	غنی		غنی	غنی	غنی	غنی
۸۹	المغنی		المغنی				
۹۰	المانع	مانع					
۹۱	انصار	ضار					
۹۲	النافع	نافع					
۹۳	النور	نور		نور	نور	نور	نور
۹۴	المہادی	ہادی		ہاد	ہاد	ہاد	ہادی
۹۵	البدیع			بدیع	بدیع	بدیع	بدیع
۹۶	الباقی	باقی		باقی	باقی	باقی	
۹۷	الوارث	وارث	وارث	وارث	وارث	وارث	وارث
۹۸	الرشد	رشد					
۹۹	الصبور						

نقشہ دوم

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مسند اکرم	ابوزید نعوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۱		رب		رب	رب	رب	رب
۲		رازق					
۳		کافی	کافی	کاف	کاف	کاف	کافی
۴		قاہر	قاہر	قاہر	قاہر	قاہر	قاہر
۵		ناظر					
۶		صادق	صادق	صادق	صادق	صادق	
۷		جلیل	جلیل				
۸		فاطر	فاطر	فاطر	فاطر	فاطر	فاطر
۹		برہان	برہان			برہان	
۱۰		شدید	شدید		شدید	شدید	شدید
۱۱		قرب			قرب	قرب	قرب
۱۲		قائم		قائم	قائم	قائم	قائم
۱۳		واقی	واقی				
۱۴		المنیر					
۱۵		حافظ	حافظ				حافظ
۱۶		القدیم					
۱۷		سامع					
۱۸		معطی					
۱۹		تامر					
۲۰		عالم	عالم	عالم	عالم	عالم	عالم

بزرگ شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مسند ک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۲۱		احد	احد	احد	احد	احد	احد
۲۲		ابد					
۲۳		وتر				وتر	
۲۴			حنان				
۲۵			مٹان	مٹان	مٹان	مٹان	
۲۶			کفیل				کفیل
۲۷			محیط	محیط	محیط	محیط	محیط
۲۸			رفیع			رفیع	رفیع
۲۹			شاکر	شاکر	شاکر	شاکر	شاکر
۳۰			اکرم				اکرم
۳۱			قدیر	قدیر	قدیر	قدیر	قدیر
۳۲			خلاق	خلاق	خلاق	خلاق	خلاق
۳۳			فاتح				
۳۴			مُثیب				
۳۵			عَلَام				
۳۶			مُولی	نعم المولی	نعم المولی	نعم المولی	مُولی
۳۷			نصیر		نصیر	نصیر	نصیر
۳۸			ذوالطَّوَل	ذوالطَّوَل	ذوالطَّوَل	ذوالطَّوَل	
۳۹			ذوالمعارج				
۴۰			ذوالفضل				

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مشکوٰۃ حاکم	ابو زید بنحوی	سفیان عینیہ امام ابو یوسف	امام جعفر صادق	حافظ ابن ابی
۴۱			مبین	مبین	مبین	مبین	مبین
۴۲			الہ		الہ	الہ	الہ
۴۳			مدیر				
۴۴			فرد			فرد	
۴۵			فعال لما یرید	فعال لما یرید	فعال لما یرید	فعال لما یرید	فعال لما یرید
۴۶						سریع	
۴۷						متفضل	
۴۸			غافر	غافر	غافر	غافر	غافر
۴۹			قابل	قابل	قابل	قابل	
۵۰					ملیک	ملیک	ملیک
۵۱						رب المشرقین ورب المغربین	
۵۲						معین	
۵۳							حاکم
۵۴							غالب
۵۵							اعلیٰ
۵۶							حفی
۵۷						المنعم	المستعان

جل جلالہ! اس نقشہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ مختلف طرق میں جو نام بیان ہوئے ہیں ان کا شمار ۱۵۸ ہے اور ان میں سے آٹھ نام (۱) مالک الملک (۲) ذو الجلال والاكرام (۳) ذو القوتہ (۴) ذو الطول (۵) ذو المعارج (۶) ذو الفضل (۷) فعال لما یرید

۸، رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ مرکب نام ہیں۔ باقی ۵۰ مفرد ہیں۔
انہی اسماء میں سے ۹۹ ناموں کا اندراج محدث شرح باب اول میں کیا گیا ہے اور باقی کا
اندراج باب دوم و سوم میں محدث مزید تحقیقات ہے۔

فصل

غالباً یہ امر ناظرین کے لئے حل طلب ہے کہ ان علماء اعظام میں تعسین اسماء و اعلام کے
متعلق اس قدر اختلاف کیوں ہوا۔ خصوصاً جب کہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جس اسم کو ایک امام
نے نہیں لیا۔ وہ اس سے کم نہیں جن کو لیا گیا ہے۔ اس بارہ میں اصل تو مذاق انتخاب ہے۔ لیکن
بعد ازاں یہ بھی ہے کہ جب چند اسماء کی اصل ایک ہی مادہ سے ملتی تو ان میں سے ایک نے ایک
اسم کو لیا، دوسرے کے بیٹے سے خود کو مستغنی سمجھا۔ مثلاً ترمذی نے مالک الملک لیا ہے
اور حلیک کو نہیں۔ نو اس روایت کے راوی اول نے مالک الملک اور حلیک کو ہم معنی
قرار دیا۔ ترمذی میں فقہار موجود ہے اور اس نے قاہر کو روایت میں نہیں لیا۔ جبکہ ابن ماجہ
حاکم و ابوزید و امام ابن عینیہ و امام جعفر صادق نے قاہر کو لے کر پھر فقہار کو نہیں لیا۔ ترمذی
نے قتاج بیان کیا اور حاکم نے فاتحہ۔ ترمذی نے رافع بیان کیا اور رفیع نہیں لیکن دیگر
تین ائمہ نے رفیع بیان کیا ہے رافع نہیں۔ ترمذی نے رذاق بیان کیا راذق نہیں۔ مگر
ابن ماجہ نے رذاق اور راذق دونوں کو بیان کیا۔

ترمذی نے علم سے اسم علیم بیان کیا ہے۔ لیکن دیگر ائمہ نے علیم کے علاوہ عالم
ہی روایت کیا۔ ترمذی نے اللہ کے بعد اللہ کی روایت نہیں کی۔ دیگر ائمہ نے اللہ کو
مستقل اسم قرار دیا۔

ترمذی و ابن ماجہ و حاکم اسم شکور روایت کرتے ہیں اور ابوزید و ابن عینیہ و امام جعفر
صادق صرف اسم شاکر۔ حاکم اور ابن حجر۔ شاکر اور شکور دونوں کو جدا گانہ لے لیتے ہیں۔
ترمذی نے غفار کے بعد غافر کو اور حفیظ کے بعد حافظ کو۔ کریم کے بعد اکرم
کو۔ علی کے بعد اعلیٰ کو۔ خالق کے بعد خلاق کو۔ قادر کے بعد قدیر کو غالباً اسی لئے چھوڑا۔
حکیم دونوں معنی میں مستعمل ہے۔ صاحب حکم و صاحب حکمت۔ ترمذی نے غالباً
حاکم کو (جسے ابن حجر نے لیا ہے) اسی لئے چھوڑ دیا تھا لیکن یہ وہ اصول ہے جس پر کلیتہً کسی

نے عمل کیا اور نہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً رحمن و رحیم دونوں کا مصدر ایک ہے۔ مگر سب نے ان کو دو جدا گانہ اسم ہی شمار کیا ہے۔ خالوق۔ الباری۔ المصور معنی خالقیت میں سب مشترک و متحد ہیں۔ تاہم یہ اسماء علیہ علیہ دین شمار ہوئے ہیں۔ خود ترمذی نے بھی غفور اور غفار کو دو اسم ہی شمار کیا ہے۔ اس کے بعد ان اسماء میں بھی اختلاف ہوا۔ جو مفرد حالت میں نہیں بلکہ باضافت مستعمل ہوئے ہیں۔

ترمذی نے جامع اور بدیع کا استعمال بحالت مفرد کیا ہے۔ جامع تو جامع الناس لیوم لا ریب فیہ سے ہے اور بدیع۔ بدیع السموات والارض سے ہے۔ اسی اصول پر ترمذی و ابو زید کے سوا دیگر ائمہ نے شدید العقاب سے شدید اور ابو زید و امام ابن عیینہ و امام جعفر صادق نے قابل التوب سے قابل اور بجز ترمذی دیگر ائمہ نے عالم الغیب سے عالم بھی لے لیا۔ اسمائے مشتقہ کے بارہ میں یہی ہوا۔

ترمذی کی روایت میں منقہم ہے۔ جو ذوات انتقام سے بنا ہے۔ ابو زید و امام ابن عیینہ و امام جعفر صادق نے اسے اسم نہیں قرار دیا۔ ترمذی نے قابلاً بالقسط سے مُنْقَطَہ بنایا ہے۔ ابن ماجہ کے سوا اور کوئی اس اسم سے متفق نہیں۔

ترمذی نے ذوالجلال سے جلیل بنایا ہے۔ ابن ماجہ و حاکم کا بھی اتفاق ہے۔ دیگر ائمہ نے اس اسم کا استخراج نہیں کیا۔ ترمذی نے جلیل کے علاوہ ذوالجلال والا کراہ کو علیہ و اسم قرار دیا۔ مگر ابن ماجہ و حاکم اسے علیحدہ اسم شمار نہیں کرتے۔ البتہ جن ائمہ نے جلیل کو اسم شمار نہ کیا تھا۔ انہوں نے ذوالجلال والا کراہ کو بطور اسم ضرور شمار کیا۔

ترمذی نے اسم باقی کو وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ سے نکالا۔ چہار ائمہ دیگر بھی متفق ہیں مگر حاکم و ابن حجر اسے نہیں لیتے۔ ان جملہ وجوہات کے بعد یہ بھی ہوا کہ بعض روایات میں نہایت مشہور اسم بھی رد گئے۔ ترمذی میں اسم رب اور احد کی روایت نہیں ہوئی۔ گو بعض متخرین میں سے کسی نے رب اور کسی نے احد کو اس روایت میں شامل بھی کر دیا ہے۔ ابن ماجہ میں اسم قدوس و فتاح و غفار و کبیر و حمید و المقتدر جیسے نام رد گئے

روایت حاکم میں مسیح و بصیر۔ حلیم۔ غنی جیسے مشہور اسماء نہیں ہیں۔ اب ان جملہ ائمہ عظام کی مسامحہ ہمارے سامنے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک اسم کو جو کسی روایت میں اچکا ہے یا امام کا استخراج کردہ ہے۔ فرد سے باہر رکھنا ہمارے لئے دشوار ہے۔ میں نے جملہ روایات

سے استفادہ کرتے ہوئے اور غور کرتے ہوئے ان سے مفرد اسمائے پاک کی فہرست نو دو زنام کی تیار کر لی ہے اور ان کی شرح باب اول میں ہے۔

اس فہرست میں جو اسمائے پاک درج نہیں ہوئے وہ باب دوم میں درج شدہ ہیں ، اور اس طرح ناظرین کو ان جملہ اسمائے پاک سے اور ان کے معانی سے آگاہی ہو جائے گی۔ جن کو ائمہ دین نے بیان کیا ہے :

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ فِي الْاَوَّلٰى وَالْاٰخِرَةِ

نقشہ نو و نہ نام پاک اللہ عز و جل مندرجہ باب اول

بمشار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۱	اللَّهُ	إِنِّى أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا (طہ)
۲	رَحْمَن	رَحْمَنَ الرَّحِيمِ (فاتحہ)
۳	رَحِيم	ایضاً
۴	الْمَلِک	الْمَلِکِ الْقُدُّوسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَزِیزُ الْجَبَّارُ
۵	الْقُدُّوس	الْمُتَّكِبِ (سورہ جثر)
۶	السَّلَام	ایضاً
۷	الْمُؤْمِن	ایضاً
۸	الْمُهَيْمِن	ایضاً
۹	الْعَزِیز	ایضاً
۱۰	الْجَبَّار	ایضاً
۱۱	الْمُتَّكِبِ	ایضاً
۱۲	الْخَالِق	الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (سورہ جثر)
۱۳	الْبَارِئُ	ایضاً
۱۴	الْمُصَوِّر	ایضاً
۱۵	الْغَفَّار	وَإِنِّی لَغَفَّارٌ لِّسَنَ تَابٍ وَآمَنَ (طہ)
۱۶	الْقَهَّار	وَاحِدُ الْقَهَّارِ (یوسف)
۱۷	الْوَهَّاب	إِنَّکَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران)
۱۸	الزَّزَّاق	إِنَّ اللَّهَ هُوَ الزَّزَّاقُ (ذاریات)
۱۹	الْفَتَّاح	وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیمُ (الباء)
۲۰	الْعَلِیم	ایضاً

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۲۱	السَّمِيعُ	إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (المومن)
۲۲	الْبَصِيرُ	ایضاً
۲۳	اللطیف	وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (نساء)
۲۴	الْخَبِيرُ	ایضاً
۲۵	الْحَلِيمُ	إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا (اسرائیل)
۲۶	الْعَظِيمُ	وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (آیت الکرسی)
۲۷	الْغُفُورُ	إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ (فاطر)
۲۸	الشَّكُورُ	ایضاً
۲۹	الْعَلِيُّ	وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (آیت الکرسی)
۳۰	الْكَبِيرُ	عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ (رعد)
۳۱	الْحَفِيفُ	إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيفٌ (ہود)
۳۲	الْمُقِيتُ	إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتٌ (نساء)
۳۳	حَسِيبُ	إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبٌ (نساء)
۳۴	الْكَرِيمُ	إِنَّ رَبِّيَ غَنِيٌّ كَرِيمٌ (نمل)
۳۵	الرَّقِيبُ	إِنَّ اللَّهَ عَلَيْكُمْ رَقِيبٌ (نساء)
۳۶	الْقَرِيبُ	إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ (ہود)
۳۷	الْمَجِيبُ	ایضاً
۳۸	الْوَاسِعُ	إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (البقرہ)
۳۹	الْحَكِيمُ	أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (نمل)
۴۰	الْوَدُودُ	وَهُوَ الْغَفُورُ الْودُودُ (بروج)

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۴۱	الْمُجِيد	إِنَّهُ حَبِيدٌ مُّجِيدٌ (ہود)
۴۲	الشہید	إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (حج)
۴۳	الحق	إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ (نور)
۴۴	الوكيل	وَكُنْفِي يَدُوكَ وَكِيلَاهُ (بنی اسرائیل)
۴۵	القوی	وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ (شوری)
۴۶	المتین	ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينِ - (ذاریات)
۴۷	الولی	وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ (شوری)
۴۸	الحمید	ایضاً
۴۹	الحی	اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (آل عمران)
۵۰	القیوم	ایضاً
۵۱	الواحد	الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (ص)
۵۲	الاحد	قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ - (اخلاص)
۵۳	الصمد	اللَّهُ الصَّمَدُ ()
۵۴	القادر	هُوَ الْقَادِرُ (انعام)
۵۵	المقتدر	عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر)
۵۶	الاول	هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحمد)
۵۷	الآخر	ایضاً
۵۸	الظاهر	ایضاً
۵۹	الباطن	ایضاً
۶۰	الوالی	مَالَهُ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ (سعد)

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۶۱	الْمُتَعَالَى	كَبِيرِ الْمُتَعَالَى (سجده)
۶۲	الْبَرِّ	الْبَرِّ الرَّحِيمِ (طہور)
۶۳	التَّوَّابِ	أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (البقرہ)
۶۴	الْعَفُوِّ	إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا (نساء)
۶۵	الرَّؤُوفِ	إِنَّ اللَّهَ رُؤُوفٌ رَحِيمٌ (نور)
۶۶	الْجَامِعِ	إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ (آل عمران)
۶۷	الْغَنِيِّ	وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ (البقرہ)
۶۸	النُّورِ	اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (نور)
۶۹	الْهَادِي	وَكُفِّرْ بَرْئِكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا (فرقان)
۷۰	الْبَدِيعِ	بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (انعام)
۷۱	الزَّبِ	رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا (بقرہ)
۷۲	الْمُبِينِ	إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ (نور)
۷۳	الْقَدِيرِ	إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ (نحل)
۷۴	الْحَافِظِ	فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا (یوسف)
۷۵	الْكَفِيلِ	وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا (نحل)
۷۶	الشَّاكِرِ	فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (البقرہ)
۷۷	الْأَكْرَمِ	وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (علق)
۷۸	الْأَعْلَى	سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (اعلیٰ)
۷۹	الْخَلَّاقِ	وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ (یس)
۸۰	الْمَوْلَى	وَرُدُّوْا إِلَى مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ (انعام)

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۸۱	الْبَصِير	وَكُفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا (نساء)
۸۲	إِلَهِ	إِنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ (کہت)
۸۳	الْعَلَّام	إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (مائدا)
۸۴	الْقَاهِر	وَهُوَ الْفَاحِشُ فَوْقَ عِبَادِهِ (انعام)
۸۵	الْغَافِر	غَافِرِ الذَّنْبِ (مومن)
۸۶	الْفَاطِر	وَأَبْطَرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (انعام و ملائکہ)
۸۷	الْمَلِکِ	عِنْدَ مَلِکِکَ مُقْتَدِرٌ (قدر)
۸۸	الرَّحِیْق	إِنَّمَا كَانَ بِیْ حَقِیقًا (مریم)
۸۹	الْمَحِیْط	أَلَا إِنَّتَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُحِیْطٌ (فضلت)
۹۰	الْمُسْتَعَان	وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ (انبیاء)
۹۱	الرَّفِیْع	رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ (مومن)
۹۲	الْکَافِی	أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدًا (زمر)
۹۳	الْغَالِب	وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ (یوسف)
۹۴	الْمَنَّان	مَنْ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران ع ۱۷)
۹۵	الْجَلِیْل	ذُو الْجَلَالِ (مرحمتن)
۹۶	الْمَحِی	إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِجْمَعُ الْمَوْتِ (سورۃ)
۹۷	الْمَسِیْت	لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ یُحِیِّی وَیُمِیْتُ (اعراف)
۹۸	الْوَارِث	وَكَمَثَلُ الْوَارِثِیْنَ (قصص)
۹۹	الْبَاعِث	إِنَّ اللَّهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُورِ
۱۰۰	الْبَاقِی	وَبِیْقَیِّ وَجْهَ رَبِّکَ (مرحمتن)

آغازِ شرح سے پیشتر معنی الفاظِ حدیث بھی گزارش کئے جاتے ہیں۔ سنن ترمذی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةَ وَتِسْعِينَ اسْمًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ط

ترجمہ: ”اللہ کے ۹۹ نام ہیں۔ جس نے ان کو گھیر لیا۔ وہ جنت میں داخل ہوا۔“

شرح اللہ کے فرمانے سے یہ ثابت ہوا کہ اسمِ پاک اللہ کے سوا ۹۹ نام اور ہیں جو اسی اسم ذات کی طرف مضاف ہیں۔ بایں معنی یہ قرنِ قیاس ہے کہ ۹۹ کا شمار اسم اللہ کے علاوہ ہو۔ اور یہ اسم اپنی شمولیت کے بعد شمار کو پورا ستوا بنادیتا ہو۔ یہی معنی رائج ہیں۔

اسْمًا — لفظ اسم کو سمو سے بنایا گیا ہے۔ سمو کے معنی ہر خیز کی ہندی۔ برتری۔ وہ اُوچی اور چوٹی کی علامت۔ جس سے وہ چیز دیگر اشیاء سے ممتاز ہوتی۔ برتر ہوتی۔ علیحدہ شمار میں آتی ہے۔ چونکہ تعین اسم کے فوائد اور اغراض یہی ہیں۔ اس لئے نام کو اسم کہا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ میں جو لفظ حُسْنٌ لفظ اسماء کے ساتھ ہے یہ احْسَن کی جمع ہے۔

أَحْصَاهَا — کے معنی علمائے متعدد بیان کئے ہیں۔ اگر نہ اس کے معنی حِفْظُهَا بتائے کیونکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں أَحْصَاهَا کی جگہ حِفْظُهَا وارد ہوا ہے۔

اس ترجمہ کے بعد بھی اس کے معنی متعدد دیں۔ اس معنی کی تردید کی گئی ہے کہ صرف نوک زبان یاد کر لینا ہی لفظ أَحْصَاهَا کے مقصد کو پورا کر دیتا ہے۔

فتح الباری میں ہے : —

(۱) أَحْصَا کے معنی یہ ہیں کہ دُعا مانگنے والا۔ صرف چند اَشْأَارِ پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ جملہ اسماء کو پڑھ کر دُعا مانگا کرے۔

(۲) ان اسماء کے حقوقِ قریب م اور ان کی مقتضی پر عمل کرنا مراد ہے۔ مثلاً رازق کہے — تو اللہ تعالیٰ کی رزق رسانی پر بھی اعتبار کرے۔

(۳) أَحْصَاهَا سے مراد۔ معانی اسماء کا بخوبی سمجھ لینا ہے۔ محاورہ ہے فلان ذُو حِصَاة۔ یعنی فلان شخص محض مقلد و ہوش ہے۔ قریبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ ان قیوں صورتوں میں سے خواہ کوئی بھی صورت ہو۔ صحتِ نیت کے بعد ہر ایک صورت بندہ کو جنت میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔

(۴) أَحْصَاهَا کے معنی معرفت ہیں۔ کیونکہ جو ان اسماء کا عارف ہوگا۔ وہ مومن ہوگا۔ جو مومن ہوگا،

وہ جنت ہی میں جائیگا۔ معرفت میں اعتقاد کو شامل سمجھو۔ مثلاً جو دہریہ ہے۔ اسے اسم خالق پر اعتقاد نہیں اور جو صرف فلسفی ہے۔ اسے اسم قادر کے معنی پر یقین نہیں۔

(۵) اَحْصَاہَا کے معنی عمل کرنا ہیں۔ مثلاً جو اللہ تعالیٰ کو حکیم سمجھتا ہے۔ وہ اس کے جملہ احکام کا بحسب حکمت ہونا بھی تسلیم کرتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو قدوس جانتا ہے وہ اسے جملہ نقائص سے منزہ و پاک بھی اعتقاد کرتا ہے۔ ابو الوفا بن عقیل نے انہی معنی کو تسلیم کیا ہے۔

(۶) ابن ابی طالب کا قول ہے کہ طریقِ عمل کے معنی یہ ہیں کہ بعض اسماء تو وہ ہیں جن کی صفات کا اقتداء ہو سکتا ہے مثلاً رحیم و کریم کہ ان صفات پر بندہ خود کو بھی خاک کر بنا سکتا ہے اور بعض صفات وہ ہیں جن کا اقتداء ممکن نہیں۔ مثلاً جبار و عظیم وغیرہ۔ ایسے اسماء کے متعلق طریقِ عمل یہ ہے کہ ان صفات کو اللہ تعالیٰ سے خاص سمجھے۔ ان کا اقرار کرے اور خضوع و خشوع اختیار کرے۔ جن اسماء سے وعدہ نعمت ملتا ہو۔ اُن میں طمع و رغبت پیدا کرے اور جن اسماء میں وعید ہو اس جگہ خوف و خشیت کو لازم احوال بنائے۔ حفظ اور احصا ہا کے معنی یہی ہیں۔ اب شرح اسماء شروع کی جاتی ہے۔

باب اول

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَأَمْرُكَ عَلَىٰ رَسُولٍ لَّا يَكْفِي

اللَّهُ جَلَّ جَلَالُهُ

اسم علم ہے اور ذات سبحانی کے لئے خاص الخاص ہے۔ علماء راہنہین کا قول ہے کہ یہ اسم کسی سے مشتق نہیں۔ قوی مذہب یہی ہے۔ بعض نے اسے مشتق بتایا ہے۔ پھر اختلاف ہے کہ کس مصدر سے مشتق ہے۔ تفسیر کبیر نے چند اقوال نقل کئے ہیں :

اول — اَلْهَتْ إِلَىٰ فُلَانٍ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی سَکَنْتُ إِلَىٰ فُلَانٍ ہیں۔ یعنی اَللَّهُ وہ ہے جس کے نام سے تسکین ہوتی ہے۔

اَللَّهُ وہ ہے جو آرام دل عارفین ہے۔

اَللَّهُ وہ ہے جو تسکین قلب مضطربین ہے۔

اَللَّهُ وہ ہے کہ اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ سے اسکی شان واضح ہوتی ہے۔

دوم — اَللَّهُ وَلَهُ سے مشتق ہے جس کے معنی وافتگی کے ہیں۔ یعنی :

اَللَّهُ وہ ہے کہ قلب اس کا والد و شیدا ہے۔

اَللَّهُ وہ ہے کہ ارواح پاک اس کی شیفہ و فریفتہ ہیں۔

اَللّٰہُ وہ ہے کہ ادراک مخلوقات حیرت و دربودگی پر پلٹتی ہوتا ہے۔ عرفان اپنی شناخت میں اپنے نقصان کا اقراری ہوتا ہے اور یہی معرفت نقصان اُسے بلند ترین علم و عرفان تک پہنچاتا ہے۔

سوم

اَللّٰہُ لَہٗ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی بلند شان ہیں۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو لوازمات مادہ سے برتر و اعلیٰ ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو زمان و مکان کے احاطہ سے ارفع و بلند ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو ذوقی العقول کے وہم و گمان، فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

لَاۤ اِلٰہَ سِوَکَہٗ لَاۤ ہِیَآ سے مشتق ہے جس کے معنی انتخاب ہیں۔ یعنی :

اَللّٰہُ وہ ہے جس کی ذات عقول سے محجوب ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جس کے نور کا انکشاف ارجح نوریہ کے لئے ستر کھڑا ہے

اَللّٰہُ وہ ہے جس کا کمال ہی ناقصین کے لئے حجاب ہے۔

اَللّٰہُ الفصیل سے بنا ہے۔ یعنی جپہ کا اپنی ماں کی طرف احتیاج مند نہنا۔ یعنی :

اَللّٰہُ وہ ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں۔

اَللّٰہُ وہ ہے کہ آفات و مصائب میں اسی کی جانب بازگشت کی جاتی ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے کہ تضرع و الحاح ہی کے ذریعہ سے ہماری رسائی اس کی آستان تک ہو سکتی ہے

اَللّٰہُ اَللّٰہُ (سمع) سے بنا ہے۔ محاورہ ہے۔ اَللّٰہُ عَلٰی فَلَانٍ۔ اس سے ڈرتا

رہا۔ اَللّٰہُ اَللّٰہُ۔ اس کی پتہ ڈھونڈھی۔ یعنی :

اَللّٰہُ وہ ہے جو خوف و ہراس کے وقت بندوں کی پناہ ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو تمام عالم کی تکلیف گاہ ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جس کی حفاظت میں تمام مخلوق اپنے اپنے اعدا کی دستبرد سے محفوظ ہے

ہاں لفظ اَللّٰہُ کی ترکیب لفظی پر غور کرو :

اَللّٰہُ کا حرف ہمزہ نہ لکھا جائے تو اللہ پڑھا جاتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک شے

اَللّٰہُ ہی کی ملک ہے۔ قرآن پاک میں ہے : **لِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط**

اللہ سے ایک ل کم ہو جائے تو لا رہ جاوے گا۔ جس کا تلفظ ہو ہے۔ یہ حرف واحد بھی،

اسی وَاَحَدُ الْاَحَدِ کی ذات و جمید پر وال ہو گا۔ قرآن مجید میں ہے : **قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ** اور

چہارم

پنجم

ششم

دوسرے مقام پر ہے: هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تعین میں اسی اسم خاص کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوثر طور پر کلمات الہی میں عرفان تام عطا ہوا تھا: اَشْهَدُ اَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا۔ ”حق یہ ہے کہ میں ہی تو اللہ ہوں اور کوئی بھی معبود نہیں۔ میں ہی ہوں“ کلام الہی کے اس فقرہ کو بار بار قلب پر پیش کرو کہ تحقیق و تصدیق کے مرتبہ اعلیٰ پر ہے۔

مقام نفی و اثبات میں بھی اسی اسم کا اثبات ہوتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

یعنی ہر ایک شے جس کا اللہ ہونا کبھی مشرکین نے گمان کیا ہو۔

ہر ایک معبود باطل جسے بطور معبود پکارا گیا ہو یا پرستش کیا گیا ہو۔

ہر شے جو انسان کے دل پر تسلط کر لینے والی ہے۔

ہر شے جس کی محبت و حیرانہ محبت پر غلبہ آسکتی ہے۔

ہر شے جو انسان کی منتہائے آرزو بن سکتی ہے۔

ہر شے جس کی نسبت کسی کمال ذاتی کا وہم و گمان کیا جاسکتا ہے۔

ہر وہم و گمان جو کمال غیب کا توہم پیدا کرنے والا ہے۔

انہی سب کی نفی کی گئی کہ دی جاتی ہے۔ سب کو خیر کا سے ذبح کر دیا جاتا ہے۔ اثبات صرف

اسم اللہ کا ہوتا ہے۔ ثبوت و اثبات میں فرق عظیم ہے۔ وہ جو بذات خود ثابت و حق ہے۔ ذرہ فانی اس کا اثبات نہیں کر سکتا۔

اثبات کے معنی تو وہ نسبت صحیحہ و عظیمہ ہیں۔ جو قلب مومن کو اس اسم ذات کے ساتھ قائم و دائم ہو جانی چاہیے۔

کلمہ توحید پر نگاہ ڈالو۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے حرف پر تذبذب نہ کرو کہ سارے کلمہ میں کوئی بھی زائد حرف موجود نہیں۔ وہی حروف ہیں جو اسم ذات اللہ کے اندر موجود ہیں۔ انہی کی ترکیب کلمہ توحید کو بنا دیتی ہے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ۔ عفا ظلت التوحید خالص کے لئے کس قدر اہتمام ہے اور غیرت الہیہ کس قدر غیرت سے برتر واقع ہوتی ہے۔

یاد رکھئے کہ اسم اللہ اختصاص وجود کو میرمن کرتا ہے اور اسی کا عین حقیقت ہونا آشکارا کرتا ہے۔ باقی سب ممکن الوجود ہیں اور ان سب کا ہست ہونا محض اضافی ہے۔ وہ مخلوق جو عدم

اول اور عدم آخر سے محیط ہے۔ وہ مخلوق جس کی ہستی موجود میں بھی فنا ہر وقت و ہر آن کام کر رہی ہے وہ مخلوق جو لغتِ ہلاکت ہے۔ دراصل حقیقت و حجب و جود سے قطعاً غاری ہے۔

اللہ ہی ہے جو احد اور واحد ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر شے کا وجود مرکب ہے اور ہر شے کا ظہور ترکیب کا نتیجہ ہے۔

اللہ ہی ہے جس کے سوا اور کسی کو الٰہیت کا شائبہ بھی حاصل نہیں۔

اللہ ہی ہے جو دینِ خالص کا مالک ہے۔

اللہ ہی ہے جو محبتِ خالص کا شایان ہے۔

اللہ ہی ہے کہ آسمانوں اور زمین کے خزان اُس کے قبضہ میں ہیں۔

اللہ ہی ہے جسے ارض و سما کی وراثت حاصل ہے۔

اللہ ہی ہے جو دلوں کی بھپی ہوئی اور سینوں میں ڈھکی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

اللہ ہی ہے جو تحتِ تری اور فوقِ ثریا کے غیوب کا عالم ہے۔

اللہ ہی ہے جو رات کو دن اور دن کو رات سے بدلتا ہے۔

اللہ ہی ہے جو آسمان سے مینہ برساتا اور زمین سے دانہ اگاتا ہے۔

اللہ ہی ہے جس کی تسبیح و تحمید میں ہر شے لگی ہوئی ہے۔

اللہ ہی ہے جسے ہر شے سجدہ کرتی ہے۔

اللہ ہی ہے جو ہر شے کی مقتضائے طبع کو جانتا ہے اور اس کی تکمیل کا سامان فرماتا ہے۔

اللہ ہی ہے جو نورِ السموات والارض ہے

اللہ ہی ہے جو خاکی بندوں کو نوری پیکروں سے بڑھ کر کمال بخشتا ہے۔

اللہ ہی ہے کہ ایمان و تقویٰ سے اس کی ولہ حاصل ہوتی ہے۔

اللہ ہی ہے کہ صبر و احسان سے اس کی معیت نشوونما پاتی ہے۔

اللہ ہی ہے جو توبہ کرنے والوں، توکل کرنے والوں، عدل کرنے والوں، اہل صدق و اہل

اخلاص سے محبت کرتا ہے۔

اللہ ہی ہے کہ مومن بچہ کی زبان اسی کے نام پر کھلتی ہے اور با ایمان انسان کے لب اسی کو دہراتے

دھرتے بند ہوتے ہیں۔

اللہ ہی ہے کہ اُس کے لئے سجدہ ہے۔

اللہ ہی ہے کہ اسی کے نام کے لئے قسم ہے۔

اللہ ہی ہے جو قلوب کا مطلوب ہے۔

اللہ ہی ہے جو ارواح کی جان ہے۔

اللہ ہی ہے کہ ہر مومن کا دل اس کی جانب مضطر و بے قرار ہے۔

اللہ ہی ہے جو دعاؤں کو سنتا مرادیں بخشا ہے۔

اللہ ہی ہے کہ تمام عالم اسی کے نظام کا مسخر دوام ہے۔

اللہ ہی ہے جو سب کو راہ دکھاتا، طالبوں کو بلاتا ہے۔

اللہ ہی ہے کہ سب ولی۔ سب شہید۔ سب مدیق۔ سب فرشتے۔ سب نبی۔ سب رسول۔

اس کے بندہ ہیں، اُس کے حکم کے سامنے سرفکندہ ہیں۔ اس کا حکم ملتے ہیں اور اس کی

نافرمانی نہیں کرتے۔ ان سب کا بھروسہ اور سہارا اور اعتماد و توکل اللہ ہی کی ذات پاک

پر ہوا کرتا ہے۔

اللہ ہی ہے جو اپنی رحمت سے سب کو پالتا ہے۔ جو اپنے رحم سے اپنے بندوں کو پیار کرتا ہے

جو اپنے فضل سے خاص بندوں کو بڑھاتا ہے۔ جو اپنی لطف و عطوفت سے سب کے قصور و

کو معاف کرتا ہے۔ جو اپنی عظمت و کبریا ہی سے سب کو بزرگی و عزت دیتا ہے۔

اللہ ہی ہے جس کے حکم سے مہربوں کا تغیر۔ مہر و ماہ کا طلوع و غروب۔ شمس و قمر کا کسوف و

خسوف ہوتا ہے۔

اللہ ہی ہے جس کے حکم سے لرزنے والی زمین، اب رابث انسان کے قابل بنی ہوئی ہے۔

اللہ ہی ہے جس نے بحر و مَاج کی موجوں کی حد بندی کر دی ہے جو کنارہ سے ایک ایچ اگے

نہیں بڑھ سکتی۔

اللہ ہی ہے جس نے پہاڑوں کے شکم اپنے مخزن بنائے۔ جس نے پہاڑوں کی کیلی چوٹیوں کو پانیوں

کا ذخیرہ مقرر کیا ہے۔

اللہ ہی ہے جو درد مندوں کی دوا ہے۔ جو بے ٹھکانوں کی پناہ ہے جو راسوں کی آس ہے۔

اللہ ہی ہے جو سوتے جاگتے بروقت ہمارے پاس ہے۔

اللہ ہی ہے جو ہمارے کانوں کو شنوائی۔ ہماری آنکھوں کو بینائی اور قلوب کو روشنائی دیتا ہے۔

اللہ ہی وہ اسم ذات ہے جو اسی کی ذات کے لئے مستعمل ہے۔

اللہ ہی وہ اسم ذات ہے جو جملہ صفات کو اپنے اندر موجود رکھتا ہے۔
 اللہ ہی وہ اسم ذات ہے کہ صفات اس کی مسمیٰ سے نہ خارج ہیں نہ زائد ہیں۔
 اللہ ہی ہے جس کی ذات و صفات میں تفریق ناممکن ہے۔
 اللہ ہی ہے جو بندوں کی ذہنی و فرضی تقسیم ذات و صفات سے منزہ و پاک ہے۔
 اللہ ہی ہے جس کا عرفان عقل اپنے شواہد سے۔ فطرت اپنے معالم سے۔ روح اپنے مدارج سے
 قلب اپنے حقائق سے اور ایمان اپنی تصدیق سے حاصل کرتا ہے۔
 اللہ ہی ہے جس کے حکم سے فنا ملتی ہے اور جس کے فضل سے بقا حاصل ہوتی ہے۔
 اللہ ہی ہے جس کا انصاف رحم کے پردہ میں نور بخش ہے۔
 اللہ ہی ہے جس نے اپنی ذات پاک پر رحمت کو لکھ رکھا ہے۔
 اللہ ہی ہے جس نے ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رَحْمَةُ اللّٰعَالَمِیْنَ
 بنایا ہے۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ
 وَكَلَّ الْكِبْرِیَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

خواص لفظی

- ۱۔ یہ اسم اللہ ہی کا خاصہ ہے کہ الف۔ لام تعریف جزو کلمہ بن گیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض کو اس اسم میں
 الف۔ لام تعریف ہونے سے بھی انکار ہے۔
- ۲۔ یہ اسم اللہ ہی کا خاصہ ہے کہ اس پر تائے قسم وارد ہوتی ہے۔ ورنہ حروف ت بمعنی قسم اور
 کسی اسم پر وارد نہیں ہوتا۔
- ۳۔ یہ اسم اللہ ہی کا خاصہ ہے کہ الحمد کا استعمال اسی اسم ذات کے لئے ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
 ہے اَلْحَمْدُ لِلرَّحْمٰنِ یَا اَلْحَمْدُ لِلرَّحْمٰنِ وَغیرہ نہیں بولا جاتا۔ وجہ یہ ہے کہ جرح یہ اسم
 مسمیٰ کی ذات و صفات سب پر مجموعاً حاوی ہے۔ اسی طرح لفظ ”حمد“ بھی حمدِ نفوت کمال و
 جلال کا جامع ہے۔ لہذا کمال تر اسم کے لئے کمال تر نعمت کی مزدورت تھی۔
- ۴۔ یہ اسم اللہ ہی کا خاصہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف (م) شامل کیا جاتا ہے اور وہ حرف ندا کا کام

دیتا ہے اور پھر اس کے ساتھ حرف ندا کا شامل نہیں رہتا۔ یعنی یا اَللّٰهُمَّ نہیں کہہ سکتے۔
 میں نے اپنی کتاب الصَّلٰوۃ والسلام میں جو دُود شریف کے متعلق جامع اور مکمل کتاب ہے۔
 مفصل بحث لکھی ہے کہ حرف (م) کو بطور نداء اسم ذات کے ساتھ شامل کرنے کی خصوصیت کیا ہے۔
 اس جگہ حرف (م) کا قوت جمعیت میں کامل ہونا واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اَللّٰهُمَّ کہنے کے
 معنی یہ ہیں کہ یا اللہ میں تجھ کو تیرے سب پاک اسمائے حق کے ساتھ پکارتا ہوں۔
 اب اختصار کے ساتھ چند مشہور ادسیہ درج کر دی جاتی ہیں۔ جو اس اسم پاک کے ساتھ وارد
 ہوئی ہیں۔

”کہہ اے اللہ۔ ملک کے مالک تو مجھے چاہتا
 ہے ملک دیتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے ملک
 لے لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے
 جسے چاہتا ہے وقت دیتا ہے۔ بھلائی تیرے
 ہاتھ میں ہے اور تو سب چیزوں پر قدرت
 رکھنے والا ہے“

”اے اللہ ہمارے پالنے والے۔ ہم پر آسمان سے
 خوانِ نعمت نازل فرما جو ہمارے اولین و آخرین
 کے لئے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشان
 ہو اور ہم کو رزق دے تو سب رزق دینے
 والوں سے بہتر ہے“

”کافر کہتے تھے۔ اے اللہ اگر یہ حق ہے تو
 ہم پر آسمان سے پتھر ٹپیں یا دردناک عذاب
 ہم پر آئے“

”بہشت میں بہشتی سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہا کرینگے
 اور سلام ان کا تحفہ ہوگا اَوْدُ الْحَمْدِ رَبِّ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ اُن کا آخری کلام ہوگا۔“
 ”پڑھا کر اے اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا

(۱) قُلِ اللّٰهُمَّ مَا لَكَ الْمَلِكِ تُوْنِي
 الْمَلِكُ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكُ
 مِنْ مَنْ تَشَاءُ وَتَعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ
 تَذِلُّ مَنْ تَشَاءُ رَبِّ بِدِكَ الْخَيْرُ
 اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
 (آل عمران ع ۳)

(۲) اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا
 مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا
 عِيْدًا اِلٰهًا وَّلَنَا وَاٰخِرًا وَاٰیَةً
 مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ
 الرَّازِقِيْنَ (مائدہ ع ۱۲)

(۳) وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا
 حَقًّا فَاَمْطُرْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِنَ
 السَّمَاءِ اَوْ اُنْزِلْ عَلَيْنَا اِلْيَمًا (الغالب)

(۴) دَعُوْهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ
 تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
 (۵) قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ

کرنے والے بھیجی گئی کے جاننے والے تو ہی
فیصلہ فرمائے گا اپنے بندوں کے درمیان جن چیزوں
میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔

الْأَرْضِ عَلَيْهِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي
مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (نمر ۵۷)

اب مختصر اودہ چند امدادیہ درج ہیں جو احادیث پاک میں ہیں۔ اور اَللّٰهُمَّ سے شروع ہوتی ہیں:

"یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ
حمد خاص تیرے لئے ہے۔ تیرے سوا کوئی
معبود نہیں تو یگانہ ہے۔ ترا کوئی شریک نہیں
بہت پیار کرنے والا۔ بڑی نعمتوں کا عطا کرنے
والا۔ اسماعیل اور زین کو وجود بخشنے والا۔
اور کرم والا۔ اے زندہ رہنے والے۔ اے
قائم رہنے والے۔ اے سب پر رحم کرنے
والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے؟

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ
الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ
لَا شَرِيكَ لَكَ الْحَمْدُ الْمَنَانُ
بِيَدِيْعِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا
ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ
يَا قَيُّوْمُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

"یا اللہ اسماعیل زین کو پیدا کرنے والے بھیجی گئی
کے جاننے والے ہر شے کو پالنے والے سب کے
مالک میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا اور کوئی
معبود نہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں اپنے
نفس کی بدی سے پناہ چاہتا ہوں۔ شیطان کی بدی
اور شرکت سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔ مجھے پناہ میں
رکھو کہ میں خود اپنے لئے کوئی بدی کاؤں یا کسی
اہل اسلام پر کسی بدی کو پہنچ لاؤں"

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبِّ
كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكُهُ اَشْهَدُ
اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ
لَا شَرِيكَ لَكَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ
سُرِّ تَقْسِيٍّ وَمِنْ سُرِّ الشَّيْطٰنِ
وَسُرِّكَهٖ وَاَنْ اُقْتَرَفَ عَلٰی
نَفْسِيْ سَوْءٌ اَوْ اُجْرَدَ عَلٰی
مُسْلِمٍ

"یا اللہ میرا پروردگار تو ہی ہے۔ تیرے سوا
کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا
بندہ ہوں۔ تیرے عہد اور وعدہ پر اپنی استطاعت
کے موافق قائم ہوں جو کچھ میں نے کیا اس کی

وَعَايِدًا اِسْتَعْفَارًا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ
وَاَنَا عَلَىٰ عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا
اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ سُرِّ مَا

بدی سے تری پناہ کا خواہاں ہوں۔ تیری پسِ قدر
 نعمتیں مجھ پر ہیں اُن کا مجھے اقرار ہے۔ مجھے اپنے
 گناہوں کا بھی اقرار ہے۔ اب تو مجھے معاف کر دے
 بے شک گناہوں کو صرف تو ہی معاف کر سکتا ہے۔
 ”یا اللہ میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اندیشہ اور
 غم سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تیرے ساتھ ناقانی
 اور سستی سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ بدلی
 اور بخل سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ
 قرض کے غلبہ اور لوگوں کے قہر سے“

”یا اللہ کفایت کر مجھ کو ساتھ حلال اپنے کے حرام
 اپنے سے اور بے پرواہ کر مجھے ساتھ فضل اپنے
 کے اپنے غیر سے“

صَلَّعْتُ أَمُوءَ لَكَ بِنِعْمَتِكَ
 عَلَى وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَأَعْفِرْ لِي
 فَإِنَّكَ لَا يَخْصِرُ الذَّنْبُ رَبَّ إِلَّا
 أَنْتَ -
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَهْمِ
 وَالْخَزَنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعِزِّ
 وَالْكُسْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ
 الْجُبْنِ وَالْبَخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ
 مِنَ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ
 الرِّجَالِ -

اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ
 حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ
 عَنْ سَوَاكَ -

۲ رَحْمَنُ

رَحْمَنُ اور رَحِيمُ دونوں کا اشتقاق رحمت سے ہے۔ مگر ہر دو اسماء میں خصوصیات
 جدا گانہ بھی ہیں۔

الرَّحْمَنُ عظمت کے لحاظ سے اسمِ اللہ کے برابر برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کہو
 يَا رَحْمَنُ کہو :

قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَوْادِعُوا الرَّحْمَنَ
 أَيَّامًا تَدْعُوا إِنَّهُ لَشَدِيدُ الْحِسَابِ

اب یاد رکھنا چاہیے کہ لغز قریش اسمِ اللہ سے تو واقف تھے مگر اسمِ رَحْمَن سے ان کو
 ذرا واقفیت نہ تھی۔

۱، وَلَیِّنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ

(۲) وَلَیِّنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ شَرَّلَ "اگر تو ان سے پوچھے کس نے آسمان سے یا نی

اللہ - (عنکبوت ۶۷) دیں گے اللہ نے۔

ایک بت بالا سے ظاہر ہے کہ کفار عرب خالق ارض و سما اور منزل باران و خالق انسان اللہ جانتے تھے مگر وہ اسم رحمن سے ہمیشہ انکار ہی کیا کرتے تھے۔

ان آیات سے واضح ہوا کہ کفار اسم پاک رَحْمٰن سے نا آگاہ بھی تھے اور اسم ہذا سے نفور بھی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ اسم رَحْمٰن وہ ہے جس سے اسلام ہی نے لوگوں کو واقف کیا۔ بیشک یہ اسلام کے لئے موزوں و شایاں تھا کہ اس دین میں اسم رَحْمٰن کا فیضان ہوتا۔ کیونکہ رَحْمٰن رحمت سے کامیغ ہے اور رحمت ہی وہ دولت ہے جس کے لئے اسلام نے پورے طور پر عالم و عالمیا لئے کھول دیئے ہیں۔ ہاں یہ رحمت ہی ہے جو حیاں پیوی کئے رشتے کو مضبوط کرتی ہے۔

(١) وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً (روم)

ہاں یہ رحمت ہی ہے جو اولاد کو والدین کے سامنے مؤدب و فرمان پذیر بنا دیتی ہے۔

(٢) وَأَخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ (اسرائيل)

یہ رحمت ہی ہے کہ بعض بندوں کو بعض باتوں سے زیادہ مختص بنا دیتی ہے۔

(۳) وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَاءُ (آل عمران ع ۷)

یہ رحمت ہی ہے جس کی قدر و قیمت دنیا کے جملہ ذخائر و دلائل سے بڑھ کر ہے۔

(۴) وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (ذخرف ع ۴)

یہ رحمت ہی ہے جس کی معیت کا اخقاص اہل توحید کو ہے۔

(۵) اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (اعراف ع ۶)

یہ رحمت ہی ہے جو مومنین کے لئے بیشکل قرآن پاک ظہور میں آئی ہے۔

(۶) وَرَآئَهُ لَعْدَىٰ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (نمل ۸)

یہ رحمت ہی ہے کہ خواجہ ہرودس راجہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنقرطفی میں مدغم ہو کر عالم و عالمیان کے لئے جلوہ گر ہوئی ہے۔

(۷) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

یہ رحمت ہی ہے کہ علم الہی کی طرح ہر شے پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(۸) رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا (حومن ع ۱)

یہ رحمت ہی ہے جسے مالک الملک نے جس پر کسی شے کا کوئی وجوب عقلاً و نقلاً نہیں ہے

خود اپنی ذات پر لکھ لیا ہے :

(۹) كَتَبَ عَلَٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

آیات بالا کی وسعت معانی پر تدبر کرو۔ معلوم ہو جائے گا کہ نظام عالم اسی رحمت سے ہے

اور قوام سنوۃ والا دمن بھی اسی رحمت سے۔ رَحْمَن وہ ہے جس میں رحمت بدرجہ اتم موجود ہے

رَحْمَن کے معنی ہی بتلاتے ہیں کہ یہ نام رَبُّ الْعَالَمِيْنَ کے سوا اور کسی کا ہو ہی نہیں سکتا۔

مکاشفات یوحنا ۳ باب ۱۲ درس کے پڑھنے سے ہویدا ہے کہ نئے یروشلیم اور اس

پر اللہ کا نام لکھے ہوئے ہونے کی پیشگوئی سرور کائنات کے ظہور سے چھ صدی پہلے بیان کی گئی تھی

نیا یروشلیم یہی بیتہ اللہ ہے۔ جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب نے قبلہ ہونے کا

شرف عطا فرمایا۔ اور یہ نام ہی رَحْمَن ہے جس کے جدید ہونے کی وجہ سے خود اہل زبان

نے بھی اس سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا۔ ہاں اس میں رازِ عظیم مخفی تھا کہ اسم رَحْمَن کا ظہور

اسلام ہی میں ہوا۔ اور یہی دینِ رحمتِ کاملہ کا منظر بنے۔ اس اسم کو اخفا سے ظہور میں لانے والا

بھی خود رحمت مجسم ہو۔ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ یہی اسم بتلاتا ہے کہ اسلام کی بنیاد رحمت پر ہے۔ یہی اسم بتلاتا ہے کہ اسلام کی آسمانی کتاب سراپا ہدایت ہے ✽
اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیا کسی اور مذہب کے پاس بھی ایسی خصوصیات ہیں۔ اسکا جواب ہمیشہ منفی رہے گا۔
رَحْمٰن کی شان اُن آیات میں نور بخش ہے۔ جس میں اس اسم پاک کا استعمال ہوا ہے۔
رَحْمٰن وہ ہے جو نوع انسانی کا محافظ ہے۔

(۱) مَنْ يُكَلِّمُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (انبیاء ۱۵۷)

رحمن وہ ہے جو زمین و آسمان اور مافیہا کی صیانت معر ان کی خصوصیات طبعی کے فرماتا

ہے: (۲) مَا يُسْكِنُكَ إِلَّا اللَّهُ الرَّحْمٰنِ (تبارک ۱۷)

رَحْمٰن وہ ہے جو ہر ایک خائف و ترس ناک کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

(۳) اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الرَّحْمٰنِ (مریم)

یہ رحمن ہی ہے۔ جسے عرش عظیم پر استوا حاصل ہے۔

(۴) الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی

یہ رَحْمٰن ہی ہے جس کی پیدا کردہ مخلوق ہر ایک نقص طامن سے مبرا ہے۔

(۵) مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَٰوُتٍ (ملک)

یہ رَحْمٰن ہی ہے جو بندوں کی استعانت فرماتا ہے۔

(۶) وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ (انبیاء)

یہ رحمن ہی ہے جس کی خشیت و ادب کا ہمارے قلوب میں ہونا جزو ایمان ہے۔

(۷) مَنْ حَقَبَى الرَّحْمٰنِ بِالْغَيْبِ (ق ۳۷)

(۸) الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ

یہ رحمن ہی ہے جس کے سامنے تمام مخلوق کی حیثیت ایک غلام۔ ایک بندہ۔ ایک

پر رزوق۔ ایک مروبہ کی ہے۔

(۹) اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا رَحْمٰنٌ عَبْدٌ (مریم ۱۰)

یہ رَحْمَن ہی ہے کہ اس کے ہاں عاجز بندوں کے لئے محبت و داد کا لانا انتہا خزانہ موجود ہے۔ (۱۰) سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا (مریم)

یہ لازم ہے کہ اسم رَحْمَن کے ساتھ اس کی اپنی خصوصیات سے قلب مسرور۔ زبانِ ذاکر انگلیں محفوظ اور دماغ مملور ہے۔

اگر اس اسم سے تخلق کی آرزو ہو۔ تو ضرور ہے کہ ہمدردی عامر اور خیر خواہی تامہ کا جو گرنے دلسوزی و شفقت کا آئینہ ہو۔ تربیتِ نافعہ اور تعلیمِ جاہلان کو شیوہ بنائے اور اندریں باب دشمن و دوست سب کے لئے دروازہ کھلا رکھے اور اس طریق میں بھی وَرَبَّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ کی نصرت و رعایت کو شمعِ راہ سمجھے۔

اس اسم کے متعلق دعائے ذیل نہایت عجیب ہے :

اللَّهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ كَاثِمَ	"اے اللہ دل کے فکر کو دور کر دینے والے
الْغَمِّ مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ	غم کو کھول دینے والے۔ اے بھراؤں
وَرَحْمَنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ	کی پکار کو سننے والے اور اے دنیا اور آخرت
رَحِيمَهُمَا أَنْتَ تَرْحَمُنِي —	میں رحمت فرماتے والے اور ہر دو جہاں میں
فَارْحَمْنِي بِرَحْمَةٍ تَعْنِينِي بِهَا	رحم کرنے والے مجھ پر رحم تو تو ہی فرماتے
عَنْ رَحْمَتِهِ مَنْ سِوَاكَ .	گا۔ اس لئے تو ہی مجھ پر رحم فرما۔ ایسی رحمت
	کے ساتھ جو مجھے سب کی رحمت سے بے پروا

بنادے ؟

وَجَلَّ شَأْنُهُ
الرَّحِيمِ

الرَّحِيمِ — رحم سے بنا ہے۔ یہ وہ نام ہے جو رَحْمَن کے ساتھ بہت بڑا تعلق رکھتا ہے۔ رحم کا اطلاق عموماً درماندہ۔ بے کس۔ عاجز۔ ناتوان۔ مصیبت رسیدہ پر کیا جاتا ہے۔ اور رحیم وہ ہے جو ایسے بندوں پر التفات کرنے والا۔ ان کی بگڑی ہوئی کو بنادینے والا، اور

ٹوٹی ہوئی کو جوڑ دینے والا ہو۔

ابوداؤد و ترمذی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمَكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ**۔ خواہ حالِ مرحوم نے اسی کا ترجمہ اس شعر میں کیا ہے۔
 کرو مہربانی تم اہل زمین پر
 خدا مہرباں ہوگا عرض بریں پر

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا** "جو کوئی چھوٹے پر رحم نہیں کرتا۔ جو بڑے **وَلَمْ يُؤَقِّرْ كِبِيرَنَا**۔ کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔"
 رحم کے مواقع استعمال معلوم کرنے کے لئے غور کرو۔ کہ توح علیہ السلام نافرمان پسر کو بلاتے ہیں کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے میں تو پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا، اور بچ رہوں گا اس کے جواب میں نوح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا "آج کوئی نہیں جو امر الہی سے کسی کو بچائے۔
مَنْ رَحِمَ۔ اے اللہ ہی رحم فرمائے جس پر وہی بچ سکتا ہے۔
 یہ آیت بتلاتی ہے کہ غضب الہی سے نجات محال ہے۔ ایسے وقت میں صرف اسی کا رحم بچاؤ بن سکتا ہے۔

دوسری مثال امراۃ العزیز کی ہے۔ جس نے خواہشات نفسانی کا مطیع بن کر یوسف مدیق جیسے پاکباز نبی کو چھوٹا اتہام لگایا۔ جیل میں بھجوا دیا۔ اور پھر کبھی بھی اس پر پشیمان نہ ہوئی۔
 جب دربار شاہی میں تحقیقات ہوئی اور اس کے خلاف جہد شہادت مکمل ہو گئی، اور اُسے اقبالِ جرم کے سوا اور کوئی راہ نہ سوجھی تو جھٹ اقرار کر لیا:

وَمَا أُبْرِئِي نَفْسِي إِلَّا نَفْسِي "میں اپنے آپ کو بری نہیں ٹھہراتی نفس تو
لَا مَقَاتِلَ إِلَّا مَا رَحِمَ ضرور بدی پر آمادہ کرنے والا ہے مجھ پر اس
 کے جس پر میرا رب رحم کرے" (یوسف)

آیت بالا سے پتہ چلتا ہے کہ اخلاقِ رذیلہ سے ربانی اور تباہ کن رذائل سے خلاصی صرف تب ہی مل سکتی ہے۔ جب رحمِ ربانی و سنگیری فرماتے۔ ورنہ انسان نفسِ امارہ کا غلام انسان۔ قولے شہوانی و غضبانی کا غلام انسان تو بالکلیہ اس گڑھے میں گر رہا ہے جس کی گہرائی انتہا ہے اور

جس کی عظمت بے انتہا ہے۔

اسم پاک رَحِيم کے معنی کا تعقل کرنے کے لئے دیکھو۔ اسے کلام پاک میں کن کن اسماء کے ساتھ استعمال فرمایا گیا ہے :

(۱) الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ دفاتح فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں رحمت عامہ اور رحم خاصہ کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

(۲) رَأَى اللَّهُ تَوَّابٌ رَحِيمٌ (حجرات وغیرہ) فرمایا۔ اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ پیشوا بندہ کی انتہائی قبول فرماتا۔ اس کے گزشتہ اعمال سے درگزر کرنا ازہرہ رحم ہے۔

(۳) إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ (طہ وغیرہ) فرمایا۔ اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ کا بر و احسان بلا کسی غرض یا بندہ کے کسی حق و استحقاق کے بغیر ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا رحم بھی ہر ایک نفع ذاتی سے مبرا و برتر ہے۔

(۴) إِنَّ اللَّهَ بِالْإِنْسَانِ لَشَدِيدٌ الرَّحِيمُ (سورہ بقرہ) یہاں بتلایا گیا ہے کہ رحم کا باعث و دریافت و شفقت ہے جو ذات پاک میں بندوں کے ساتھ پورے جوش پر ہے۔

(۵) إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ (سورہ بقرہ ۹) میرا رب تو رحم کرنے والا۔ پیار کرنے والا ہے یہ ممکن ہے کہ آپ کسی پر رحم کریں، مگر اس سے دوا و (محبت) نہ کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ وہ اول رحم فرماتا ہے اور پھر بندہ کو اپنی دوا و سے بھی مشرف کرتا ہے۔

(۶) وَهُوَ الْعَظِيمُ الرَّحِيمُ (سورہ بقرہ ۱) یہ آیت بتلاتی ہے کہ غفران و رحم کا ظہور قوت و دوام کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۷) سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ۔ اس آیت سے آشکار ہے کہ وہ سلامتی جو آخرت میں مومنین کو ملنے والی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت و رحم کی تحت میں ہوگی۔

(۸) هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (دخان ع ۵) اس سے واضح ہوتا ہے کہ صفت رحم کا اجتماع عزت و قوت، غلبہ و شوکت کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ ایسی قدرت۔ ایسی سلطنت والا۔

جب رحم فرماتے۔ تب واضح ہوتا ہے کہ رحم کسی بے چارگی و مجبوری اور مصلحت منگی وغیرہ پر مبنی نہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صفت رحیمی کا ظہور صرف آخرت میں ہوگا۔ یہ درست

نہیں۔ سورہ نسا میں ہے۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔ سورہ اسراء میں ہے۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔ سورہ احزاب میں ہے۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔ سورہ احزاب

میں ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا۔

یہ وہ اسناد میں جو بتلاتی ہیں کہ اس عالم دنیا میں بھی ہمارے مولیٰ کا رحم ہی کا فرما ہے اور اس کے رحم کے بغیر کوئی انسان اس تباہی سے جو ہماری غفلت و نسیان اور خطا و عصبیان کا نتیجہ ہے ہرگز ہرگز نہیں بچ سکتا۔

سورہ اعراف و یوسف و انبیاء میں اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ بھی آیا ہے اور سورۃ مومنوں میں خَيْرُ الرَّاحِمِينَ بھی۔

ہر دو کلمات کی فیض بخشی یہ ہے کہ رحم کا مادہ مخلوق میں بھی پایا جاتا ہے اور اس لئے وہ بھی رَاحِمٌ کہلانے کا حقدار ہوتا ہے لیکن (۱) جو لزوم و دوام اسمِ رحیم میں ہے وہ راحم میں کہاں۔ (۲) اگر اور کوئی راحم ہے تو رب العالمین۔ راحم اور خیر ہے۔ یعنی فضیلت و غیریت رحم اُسی ذات پاک کی صفات میں ہیں۔ راحم الراحمین کا اسمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور دعا میں موجود ہے جو آپؐ نے کوہ طائف سے واپسی کے بعد نماز تہجد کے وقت پڑھی تھی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ پر تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے یعنی حکمران سے سیکر ادنیٰ کسان تک نے حضورؐ کو سب شتم سے فگار اور سنگ و کلخ سے مجروح بنایا تھا، اور کوئی ایک بھی داخلِ اسلام نہیں ہوا تھا۔ ایسے دلشکن منظر اور مسہرّازِ موقّعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل برفانِ محبت سے پُر نور اور عظمت و کبریاائی سبحانی سے ہمہ لور ہوا تھا۔ لہذا رب العالمین کے سامنے ان الفاظ کے ساتھ ہاتھوں کو بلند فرمایا:

”الہی اپنی کمزوری بے سرو سامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے درمائدہ۔ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے مجھے کس کے پر دکھایا تبے کیا ریگاز و ترشرد کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے ہاں جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس حالت کی ذرا پروا نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تیری عافیت میرے لیے

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَشْكُو اَصْغَفْتُ
قُوَّتِيْ وَ قَلَّةَ حِيَلَتِيْ وَ هَوَايَ
عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ وَ
اَنْتَ رَبِّيْ اِلَى مَنْ تَكَلَّمُ اِلَى الْعَبْدِ
يَتَجَهَّمُنِيْ اَوْ اِلَى عَدُوِّ مَلِكْتِهٖ
اَمْرِيْ اِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَى عَفْوَكَ
فَلَا اُبَالِيْ وَلَكِنْ عَافِيَتَكَ هِيَ اَوْسَعُ

لِيْ اَعُوْذُ بِمُوْرٍ وَجْهِكَ الَّذِيْ
اَسْتَرْقَتْ لَكَ الظُّلُمَاتُ وَهَلَكُمْ
عَلَيْهِ اَمْرُ اللَّيْلِ وَالْاَنْجُوْرَةِ مِنْ
اَنْ يَنْزِلَ فِيْ غَضَبِكَ اَوْ يَجْعَلَ
عَلَيَّ سَخَطَكَ لَكَ الْعَقِيْبَةُ حَتّٰى
تَرْضٰى - لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا
بِكَ - ۱۰

زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے
پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو
جاتی ہیں اور دنیا و دین کے سب کام اس سے
درست ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے
یا تیری غلطی مجھ پر وارد ہو مجھے تو معرفت تیری ہی رضا
درکار ہے اور تیری ہی خوشنودی کی ضرورت ہے۔
نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری
ہی عفو سے ملتی ہے ۱۰

الفاظ دعا پر پورا پورا تدبیر کر دو کہ رحم کے معنی اور صفت رحیمیت کا مفہوم بخوبی سمجھ میں آجائے۔
اس اسم سے محنت پیدا کرنے والوں کو خود اپنے اندر بھی رحم پیدا کرنا چاہیے۔ سینہ میں ایسا
دل ہونا چاہیے جو کسی کی حالت پر گھل جائے۔ دل میں ایسا درد ہونا چاہیے جو ناکس و در ماندہ انسانوں
کی حالت کا احساس کرتا ہو۔

کرد و مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

۴ اَلْمَلِكُ جَلَّ شَانُهُ

تو تیری ہی اَلْمَلِكُ کو اسماء حسنیٰ میں شمار کیا گیا ہے۔ لغت میں مَلِكُ بادشاہ کو کہتے
ہیں۔ دُنیا میں اور لوگ بھی مَلِكُ کہلاتے ہیں اور یہ نام رکھنا شرک بھی نہیں۔ قرآن مجید میں بھی اس کا
استعمال اور لوگوں کے لئے ہوا ہے۔

”بادشاہوں کا یہ حال ہے کہ جب کسی نئی بستی
میں داخل ہوتے ہیں تو اسے بگاڑ دیتے ہیں
وہاں کے عزت والے باشندوں کو ذلیل کر

۱، اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا
قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا
اَعْزٰةَ اَهْلِهَا اِذْ ذٰلِكَ وَكَذٰلِكَ

۱۰ رحمۃ اللغزین جلد اول بحوالہ طبری وابن ہشام

دیا کرتے ہیں وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔“

(الف) قَالَ الصُّلَيْحُ إِنِّي بِأَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَاتٍ

(ب) قَالَ رَبِّكَ اِيْتُونِي بِهِ

(د) مَا كَانَ لَكَ كَالنَّاسِ يَأْخُذُكَ فِي يَمِينِ الْمَلِكِ

قرآن مجید پر توجہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اَلْمَلِكُ کا اطلاق بحالت مضاف ہوا ہے۔ اَلْمَلِكُ الْمَلِكُ اس کا اسم ہے۔ اس کے معنی ہیں کل بنی نوع انسان کا بادشاہ۔ یہ ظاہر ہے کہ جملہ انواع انسانی کی حکومت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ سورۃ طہ میں اَللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ فرمایا گیا اور ظاہر کیا گیا ہے کہ ملک دنیا محض ظاہری معنی میں ملک کہلاتا ہے بلکہ یہ حق ہے۔ کوئی ملک (بادشاہ) نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اَلْمَلِكُ ہے، اور اس کے ملک کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے۔

۱۔ یہ بابت علوم میں شہادہ ہے کہ نزد دو اور بخت نصر دو کافر ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے کل دنیا پر حکومت کی۔ اور ذوالقرنین و سلیمان علیہ السلام دو مومن بھی ایسے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں میں سے کوئی کل دنیا کا حکمران نہ تھا۔ نزد سلطنت بابل کا بادشاہ تھا۔ افریقہ دیورپ۔ عرب۔ چین۔ ترکستان۔ روس کبھی اس کے علاقہ میں نہ تھے۔ بخت نصر تو سلطنت ایران کے ماتحت تھا۔ ذوالقرنین کی حکومت کے حدود خود قرآن پاک میں موجود ہیں اور ان حدود سے دنیا کا بہت بڑا حصہ باہر رہ جاتا ہے۔ غور کرو کہ اس کے تینوں سفروں میں سمندر کا ذکر نہیں آتا اس لئے بحر اور ماوراءالابحار ان حدود سے باہر رہ جاتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فلسطین کا ملک تھا۔ قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ ملک یمن اور وہاں کی آفتاب پرست بلکہ کی اطلاع ان کو ایک سفر میں لگی تھی۔ بائبل کو اگر تاریخ کی حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ علم ہو جاتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اور بھی بادشاہ تھے جن سے حضرت کی صلہ تھی اور دوستانہ تھا۔ مگر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے باجگزار نہ تھے۔ مشرق قدیم کی تاریخوں میں ایران کو دنیا کی شہنشاہی بتایا گیا ہے۔ مگر ایران کے تاجداروں کی سلطنت ہمیشہ بھری کا دعویٰ کرتی رہی ہے۔ اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ کبھی ایران کو اولاد کبھی یوگا کو ساری دنیا کی حکومت ملی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بحیثیت نبوت جراتتہ ارحم الراحمین پر تھا۔ وہ خارجہ بحث سے کیونکہ وہ حصہ نبوت تھا نہ حصہ حکومت۔ اس پر مہربان کے حیطہ نبوت میں بھی داخل نہ تھا۔

وَتَبَرَّكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا -
(زخرف ۹۷)

"بڑی برکتوں کے دینے والا وہ ہے کہ سارے
آسمان اور تمام دنیا اور ان دونوں کے درمیان
کی سب اجرام اور سب اشیاء کی سلطنت
میں شامل و داخل ہیں"

لہذا اَلْمَلِكُ کو بطور اسم پاک پڑھنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تو وہ بادشاہ
ہے جو اَلْمَلِكُ الْحَقُّ کہلانے کا حقدار ہے۔ جسے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوسُ جاننا ضروری ہے۔ جو
عالمِ امر و عالمِ خلق کا واحد حکمران ہے۔ برباد رکھنا چاہیے کہ مالک اور ملک میں فرق ہے اور هَلِكُ
زیادہ وسیع ہے۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی قطعہ اراضی کا مالک تو ہو مگر اس پر حکمران نہ ہو۔ مگر
مَلِكُ کے لئے صفتِ حکمرانی کا ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ اس قطعہ پر حقوق مالکانہ نہ بھی رکھتا ہو
جب ہم اَلْمَلِكُ کے لئے استحقاق فرمانروائی کو تسلیم کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ چند ایسے اسماء
سختے اور بھی ہیں۔ جو اسی صفت کی توضیح میں وارد ہوئے ہیں: الْقَهَّارُ - الْخَافِضُ - الْحَكِيمُ -
الْمُعَدِّلُ - الْمُنْتَقِمُ - الْمَقْسُطُ - الْمَانِعُ - الضَّارُ - الْمُنَافِعُ۔ یہ سب اسی جمال کے پرتو
ہیں اور لوازمِ فرمانِ روائی کے آئینہ دار۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بادشاہ کی سلطنت میں بود و باش رکھتے ہیں۔ وہاں کے قوانین کی پابندی
کو بھی لازم سمجھتے ہیں۔ نیز قانون سے لاعلمی ان کے لئے عدالت میں کوئی مذر معقول تصور نہیں کی جاتی۔
اسی اصول پر شریعت مبنی ہے (جو قانونِ الہی ہے) اور اسی اصول پر شریعت سے لاعلمی کسی انسان
کے لئے عذر نہ ٹھہری۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ - "اللہ کی برہانِ کامل ہے"
اسم پاک اَلْمَلِكُ سے تعلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود کو ایک وفادار شہری محب
قانون اور محب اَلْمَلِكُ ہونے کا ثبوت دیں۔ جب لوگ اس نکتہ کو سمجھ جائیں گے تو آئینِ ربانی
کا نفاذ کلی سارے ملک میں خود بخود ہو جائے گا۔

واضح ہو کہ سورہ قمر میں ہے: عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ - مَلِیک بھی بمعنی اَلْمَلِكُ
ہے۔ مگر یہ نام حدیثِ ترمذی میں نہیں آیا۔

الْقُدُّوسُ

قُدُّوسُ اسم ہے اور اس کا فعل باب نَصَرَ يَنْصُرُ سے آتا ہے۔ یہ تنزیہی نام ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ رب العالمین جملہ نقائص اور عیوب - ارجاس و اناس سے پاک و منزہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از فراغت وتر سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ - سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ - سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ پڑھا کرتے تھے (حسن حصین بحوالہ ابوداؤد و نسائی وغیرہ) تیسری دفعہ کے قدوس میں آواز کو زیادہ بلند اور طویل فرمایا کرتے تھے۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ بھی آیا ہے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ کے فرمودہ میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی گئی ہے اور اس کے ساتھ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ کے فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ فرشتے بھی قدوسی کہلاتے ہیں۔ جبریل کو بھی رُوحُ الْقُدُّوسِ (روح پاک) کہتے ہیں۔ لہذا ایک مسلم کو یہ اعتقاد کر لینا چاہیے کہ ذات باری تعالیٰ کی تقدس محض صرف اسی قدر نہیں ہیں کہ وہ لوازم بشریہ سے پاک و بزرگ ہے، نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدوسیّت یہ ہے کہ لوری ملائکہ اور پاک رُوح میں بھی جو نقائص ہیں وہ بھی اس کی ذات میں نہیں۔ روح اور ملائکہ کا مخلوق ہونا۔ ان کی انساذ کی ابتدا، ان کی انجام کی غایت ہی ایسے اوصاف ہیں جو ذات سبحانی میں نقص سمجھے جاتے ہیں اور وہ ان سے بھی بالاتر ہے۔

وہ لوازم حدوث اور نقصان امکان سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ وہ دریافت جس اور تصور خیال اور احاطہ عقل سے بلند تر ہے۔ وراء الورا۔ ثم وراء الورا۔

جو لوگ اس اسم پاک سے تعلق پیدا کرنا چاہیں، انہیں مواظبت و وضو ضروری ہے اور لازم ہے کہ قابلِ نفرت عیوب اور قابلِ انکار نقائص سے خود کو دور رکھیں۔ افعال محمودہ اور اعمالِ صالحہ کی پابندی اختیار کریں اور بایں ہمہ اس نقص بشری کو جو شمل و لاحق بشریت ہے فراموش نہ کریں۔ جبریل کو رُوح القدس کہنا یا مسجد اقصیٰ کو بیت المقدس کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ اپنی اپنی صفت میں صفت پاکیزگی سے تعلق خاص رکھتے ہیں۔

۶ السلام جل شانہ

سَلَامٌ بطور اسم صرف اللہ جل شانہ کے لئے ہے۔ اس کے معنی سالم ہیں۔ یعنی وہ جو سلامتی میں کامل ہو۔ وہ جس کی سلامتی معرض خطر و زوال میں نہ ہو۔ وہ جو دوسروں کو سلامتی بخشتا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ - تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ

وَ الْاَكْرَامِ - (اخر جلد خمسہ للائحة بحاری - عن ثوبان رضی اللہ عنہ)

ام المؤمنین خدیجہ بکری رضی اللہ عنہا کے حال میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان کو رسول مقبول کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا سلام اور اپنا سلام پہنچایا تو انھوں نے جواب میں کہا:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَ مِنْهُ
”یعنی اللہ پاک تو خود سلامتی کا مالک ہے
السلام۔ اور ہم کو سلامتی اسی سے ملتی ہے“

سَلَامٌ مصدر بھی ہے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام ملے گا۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ الرَّحِيْمِ
عَلَيْكُمْ طِبْتُ فَاِذَا خُلُوْهُمَا خَالِدِيْنِ
کریں گے وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق امت پر فرض کئے ہیں۔ ان میں سے حضور کا ایک حق یہ بھی ہے کہ حضور پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اور التحیات کے بعد ورود شریف۔

اسلام اس دین کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کا پسند کردہ اور برگزیدہ دین ہے۔ اس کا بھی قرینی تحقق سَلَام سے ہے۔ اسلام کے معنی گردن نہاد و اطاعت کردن ہیں۔ اس مصدر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور دعا ہے جسے حضور نے ہر شب بستر پر لیٹ کر پڑھنے کے لئے تجویز فرمایا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَ
”اے اللہ۔ میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں

وَ حَبَشْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَ قَوْمْتُ
اپنا چہرہ تیری جانب کرتا ہوں۔ خود کو تیرے

نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَ اَلْبَاطُ ظَهَرْتُ اِلَيْكَ
سپرد کرتا ہوں۔ تیری پناہ سے اپنی پیٹھ لگاتا

رَغْبَةً وَدَهْبَةً إِلَيْكَ لَا
مَلْجَأَ وَلَا مَنَاجِيْئَ إِلَّا
إِلَيْكَ أَهْمَتُ يَكْنَايُكَ
الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيَّكَ
الَّذِي أَرْسَلْتَ -
رسول پر جو

ہوں۔ تیرے انعام کا امیدوار ہوں، اور
تیری ہیبت سے ترساں ہوں تجھ سے تیرے
سوا اور کہیں نہ ٹھکانا ہے۔ نہ پناہ ہے۔
میرا امان ہے کتابِ اٹاری اور

وانفع ہو کہ قدّوس بھی تنزیہی اسم ہے اور سلام بھی۔ فرق یہ ہے کہ قدّوس میں
تنزیہ ازل ہے اور سلام میں تنزیہ لم یزل۔
اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے پر لازم ہے کہ رَافِضُو السَّلَام کے حکم کی تعمیل کیا کہے
سامنے اچانے والے اہل اسلام کو السَّلَام عَلَیْکُمْ کے تحیت سے شاد کام کیا کرے۔ بنی
صلی اللہ علیہ وسلم باہم شانِ رسالتِ ادنی امتی کو خود پہلے سلام کر دیا کرتے اور فرمایا کرتے۔ کہ
خَيْرُكُمْ مَنْ بَدَأَ فِي السَّلَام۔ جو کوئی سلام کرنے میں پہل کرتا ہے وہ ہی بہتر شخص ہوتا
ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ باہمی سلام علیک سے محبت بڑھتی ہے اور غرور نفس رائل ہوتا ہے

المُؤْمِنُ

اللہ تعالیٰ کے اسمائے میں سے مؤمن بھی ہے۔ اس کے معنی کی دو صورتیں ہیں۔
مؤمن ایمان سے بنا ہے۔
(الف) اللہ تعالیٰ مؤمن سے کہ بندہ کو ایمان عطا کرتا ہے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ إِلَيْكُمْ إِلِيمَانٌ " اللہ ہی ہے جس نے ایمان کو تمہارا محبوب

(محرمات ع ۱) بنا دیا ہے۔
أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ
الْإِيمَانُ۔ (مجادلہ ع ۳) دیا ہے۔
یہ وہ ہیں جن کے دل میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔

(ب) ہاں اللہ تعالیٰ کا نام مؤمن (ایمان سے) اس لئے بھی ہے کہ وہ خود بھی اپنی ذاتِ پاک
کی شہادت ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ یہ شہادت ہر ایک ایمان لانے والے بندہ کو بھی ادا کرنا ہوتی ہے

فرمایا:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّمَا إِلَهُ الْكَوْكَبُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
وَالْهَيْكَلُ لَهُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا
بِالْقِسْطِ - "اللہ نے شہادت دی کہ وہی ہے جو معبود
ہے اور اس کے سوا کوئی بھی الہ ہونے کی
صلاحیت نہیں رکھتا۔"

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا خود اپنی توحید و تفضیل پر شہادت دینا اس لئے ہے کہ نفع شہادت
کے چار معانی ہیں :

- (۱) مشہور کی صحت و ثبوت کا علم اور معرفت اور اعتقاد۔
 - (۲) اس صحت و ثبوت کا تکلم - خواہ اپنے ہی دل میں ہو، خواہ اپنے ہی نفس سے ہو۔
 - (۳) اپنے سوا کسی دوسرے کو اپنے علم و اعتقاد کی اطلاع دینا۔
 - (۴) اس علم و اعتقاد کے مطابق خود لزوم کرنا، اور دوسرے کو ملزم رہنے کی تاکید کرنا۔
- دوم - اللہ تعالیٰ کا نام مومن - امن سے بنا ہے یعنی مومن وہ ہے - جو امن بخشتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بیت اللہ کو امن بنایا ہے :-
وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ "ہم نے بیت اللہ لوگوں کے لئے پناہ اور
وَآمِنًا - امن کی جگہ بنایا ہے"

(۲) اللہ تعالیٰ نے توحید کو قلوب کا امن بتلایا ہے :-

وَكَيْفَ أَخَافُ مِمَّا شَرَكْتُمْ وَلَا
تَخَافُونَ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ
مِمَّا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا فَآتَى
الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ الَّذِينَ آمَنُوا
وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ
أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ
مُهْتَدُونَ - "میں تمہارے بتوں سے کیوں ڈروں - تم تو
اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے بھی نہیں
ڈرتے حالانکہ جو شرک کی کوئی دلیل بھی کسی
اسمائی کتاب میں نہیں - غور کرو اگر تم کو علم
ہے تو بتاؤ کہ ہر دو میں سے کون زیادہ امن
کا حقدار ہے - ہاں ایمان والوں ہی کے لئے
جو ایمان کو شرک کی آمیزش سے صاف رکھتے
ہیں - امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہوتے
ہیں۔"

(العام ۹۷)

ہیں

اللہ تعالیٰ نے خلافت راشدہ کی علامات میں سے قیام امن کا بھی ذکر کیا ہے :-

وَلَيْسَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنٌ اَسْنُوں) ”ہم ان کے خوف کو امن سے بدل دینگے“

یہ وہی امن ہے جو دماغ کو انتشار خیالات و توہمات سے اور دل کو ہجوم اوہام و وساوس سے اور روح کو اضطراب و اضطرابِ رونی سے بچالیتا ہے۔ وَقَلْبُكَ مُطْمَئِنٌّ رَیْحًا۔

یہ وہی امن ہے جو ایمان و ایمانِ حقیقہ کی حفاظت کرتا ہے جو تبلیغ کی راہ سے سب رکاوٹوں کو دور کر دیتا ہے۔ جو ایمان میں داخل ہونے والے کی پریشان خیالی کو محو کر دیتا ہے۔ ملک امن کا ذکر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہے۔ جبے امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ بنی صلیہ اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں میں سے ایک یہ بھی فرمائی تھی کہ غصہ شایہ تم کو اسلام میں داخل ہونے سے یہ امر مانع ہے کہ ملک میں امن نہیں۔ تم عنقریب دیکھ لو گے کہ ایک بڑھیا قادسیہ سے اکیلی حج کے لئے چلے گی اور وہ اللہ کے سواراہ میں کسی سے زڈرے گی۔ عدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ہمدان روتی میں اپنی آنکھوں سے ایسا ہی دیکھ لیا۔

(الغرض اللہ تعالیٰ کا اسم پاک صومہن ہے۔ کیونکہ وہ ایسا ن عطا فرماتا ہے۔ وہ امن عطا کرتا ہے۔ اس کا نام فساد کو مٹانے والا ہے۔ اس کا نام دل کو آرام اور روح کو اطمینان دینے والا ہے۔ اس کا نام ملک کو بسانے والا۔ رعایا کو بچانے والا ہے۔ اس کا نام اجر و ثواب آباد کرنے والا ہے جو لوگ اس اسم پاک سے تعلق پیدا کرنا چاہیں، انہیں مصلحت عامہ اور امن عامہ کا مدد و معاون بننا چاہیئے۔ انہیں فساد انگیز تحریکوں۔ گندی سازشوں سے الگ رہنا چاہیئے۔ انہیں امن کے طریقے اور ایمان کے ضابطے معلوم کر کے ان پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

الْمُهَيِّمِ

یہ اسمِ ہَیْمَنَ الطَّائِرِ عَلٰی فِرَاشِهِ سے بنایا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ پرندہ اپنے بچہ کو پروں کے نیچے چھپا لیا۔ اسی سے محاورہ ہوا: هَيِّمَنَّ عَلٰی كَذَا: فلاں چیز کی نگہبانی کی۔

صہیمین میں میم دوم بالکسر ہے اور بفتح بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں :

(۷) وہ جو دوسرے کے خوف سے ہم کو مامون بنا دے۔

(۱) نگہبان

(۳) وہ امین جو کسی کا حق ضائع نہ کرے

(۴) وہ جو ہر ایک خوف و خطر کو دُور کر دے۔

ان سے جملہ صفات میں یہ باری تعالیٰ کا نام ہے۔

قاموس میں ہے کہ یہ اصل میں حَامِن (بدوسہزہ) تھا۔ ہمزہ دوم کو حرف یا سے اور ہمزہ اول کو حرف ہا سے بدل لیا گیا ہے۔ مَہِیْمُنُ ہو گیا۔

سورہ مادہ رکوع ۷ میں قرآن مجید کا نام مَہِیْمُنُ فرمایا گیا ہے :

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ

یہاں یہ معنی ہیں کہ قرآن مجید اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کا نگہبان ہے۔ یعنی حملہ کُتبِ سابقہ کی تعلیم کا جامع اور محافظ یہ قرآن ہے۔

یہ قرآن توراۃ حبیبی اور اس سے بڑھ کر شریعت بھی رکھتا ہے۔

انجیل کے برابر، اور اس سے مکمل تر فضل بھی پیش کرتا ہے۔

وہ زبور حبیبی دلچسپ اور اس سے بھی زیادہ عرفان بخش اور سیر کا خزانہ ہے۔

یسعیاہ و دانیال کی کتابوں سے بڑھ کر اس نے اخبارِ مَن الغیب کیا ہے۔ اور ان سب معانی سے

یہ کتب مہیم بن گئی ہے۔ یہ اسم پاک یکے از اسمائے حسنہ ہونے میں سلام و مومن کی تاثرات کا جامع ہے۔

مَہِیْمُنُ قَائِمٌ عَلَى الْخَلْقِ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ایک صحابی کا ابو بکر صدیق کی مدح

میں یہ شعر ہے :

أَلَا إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ نَبِيِّنَا
مَہِیْمُنُهُ التَّلَلُّیْدُ فِي الْعُرْفِ وَالتَّكْوُرِ

مہیمزہ یعنی اعلیٰ۔ حضرت عباسؓ کے قصیدہ نعتیہ کا شعر ہے :

حَتَّىٰ اِحتَوٰی بِبَيْتِكَ الْمَہِیْمُنُ مِنْ
حِذَابِ عَلِیَاءَ زَانِهَاتِ النُّطْقِ

۱۔ حذوف ایک غاتون کا نام ہے۔ تشریش اس کی اولاد میں۔

العزیزین و محل شانہ

یہ اسم عزت سے بنایا گیا ہے۔ عزت کے معنی ارجندی۔ قوت و شوکت اور غلبہ کے ہیں اور عزیز وہ ہے۔ جس میں صفات یا لادرجہ اتم پائی جائیں۔ کفار نے ایک دیوی کا نام عزّی رکھ چھوڑا تھا۔ یہ نام بھی عزیز ہی کا (یا عزّی کا) ٹوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اب جزیرۃ العرب سے سارے اصنام اور قصص الاصنام نابود ہو چکے ہیں۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْمُبَاطِلُ إِنَّ
الْمُبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝

”حق آیا اور باطل ناپید ہو گیا۔ باطل نے
ناپید ہی ہونا تھا۔“

اہل دنیا نے زر و مال۔ جمعیت و تعداد کی کثرت کا نام عزت رکھ چھوڑا ہے۔ یہ وہ عزت ہے جو اہل دنیا کا سب سے زیادہ پیارا ہے۔ وہ اسی پر جان و ایمان کو خوشی خوشی قربان کر دیتے ہیں۔ مدینہ میں ابن ابی بن سؤل منافقین کا سردار تھا۔ اس نے ایک موقع پر اپنے آپ کو اَعَزُّ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گندی زبان سے اَذَل بتلایا تھا اور کہا تھا:

لِيُخْرِجَنِي الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ
”عزت والا اس ذلت والے کو مدینہ سے
نکال دے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے :

فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ
”عزت اللہ اور رسول کے لئے ہے۔“

نیز بتلایا ہے :

أَيَسْتَفْتُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ
الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا (نساء ع ۲۰)

”کیا اہل دنیا ایسے منافقین کے پاس عزت کی
تلاش میں ہیں۔ انہیں معلوم کر لینا چاہیے کہ
عزت اور اس کے جمیع اقسام اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔“

زمانہ شاہد ہے کہ وہ منافق اپنے فرزند عبد اللہ العاصی کے ہاتھوں سے ایسا ذلیل ہوا کہ سب
لوگ اسے غرور و حُل کہتے تھے۔ وہ بزرگی و ارجندی اور قوت و شوکت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے
رسول کو عطا فرمائی۔ اس کی مثال پیش کرنے سے مادی دنیا بالکل عاجز ہے۔ ہزاروں بادشاہ، لاکھوں اولیاء

اس در دولت پر گدا ہونا اپنی انتہائی عزت سمجھتے ہیں۔ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ اَعَزَّ خَلَقَہِ مُحَمَّدٌ وَّ اٰلِہٖ وَاٰرَافُہٗ وَسَلَّمَ۔

قرآن کریم پر غور کرو کہ اس اسم عزیز کو کن اسماء کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ ۲۴ مقامات پر عزیز حکیم فرمایا ہے اور ۵ مقامات پر عزیز رحیم، اور ۲ مقامات پر عزیز غفور۔ ۳ مقامات پر عزیز غفار۔ ایک جگہ عزیز مقتدر۔ ۲ مقامات پر قوی عزیز۔ ایک جگہ عزیز وہاب۔ ۴ دفعہ عزیز الحلیم۔ دو دفعہ عزیز الحمید فرمایا ہے۔ ان جملہ آیات پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ مالک جیسے ساری مخلوق پر غلبہ تام اور اقتدار کامل حاصل ہے۔ وہ اپنی اقتدار و قدرت کا استعمال حکمت اور رحم۔ نغران اور علم۔ حمد اور رحم کے ساتھ فرماتا ہے۔ یہ سبق ہے ان لوگوں کے لیے جن کو دنیا سے فانی میں چند روزہ محدود غلبہ کسی مقام یا شتم پر حاصل ہو گیا ہو کہ وہ بھی اپنے اختیارات کا استعمال علم معیج کے بعد اول عفو و رحم اور پھر دانائی و حکمت کے ساتھ کیا کریں۔ اس اسم سے نکلنے کا یہی سرور ہے۔ نیز اہل ایمان کو لازم ہے کہ عزت مزعومہ کی تلاش میں عزت ایمانی کو غور و تدبیر سے دیکھیں۔

الْجَبَّارُ جَلَّ شَانُہٗ

جَبَّار سے ہے۔ جَبَّار کے معنی درستگی ہے اور اس کے مقابلہ میں لفظ کسرات ہے جس کے معنی شکستگی کے ہیں۔

جب کسی انسان کا نام جبار ہوتا ہے تو اس کی وجہ تسمیہ اور ہوتی ہے۔ وہ جبار الغفل سے بنایا گیا ہے۔ یعنی جو کچھ اور اتنی بلند ہو کہ اس پر چڑھنے کا حوصلہ نہ ہو سکے۔ چونکہ سرکش۔ سنگ دل، بے رحم لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں کہ اُن سے خلق خدا کو آزار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو ا کرتا، اور وہ کسی کا حق اپنے اوپر نہیں سمجھا کرتے۔ اس لئے وہ جبار کہلانے کے مترادف ہوتے ہیں۔ سورۃ ہود میں ہے : **وَ اَنْتَ جَعَلْتَ الْاُمَمَ کُلَّ جَبَّارٍ عَنِیدٍ**۔ سورۃ ابراہیم میں ہے : **وَحَاجِبٌ کُلَّ جَبَّارٍ عَنِیدٍ**۔ سورۃ مؤمن و مریم۔ قصص۔ مائدہ۔ شعرا میں بھی یہی لفظ ایسے سرکش انسانوں کے متعلق آیا ہے۔

سورہ ق میں یہی لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منفی صفت میں واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام جبار ان معانی میں ہے کہ وہ ریڑھ کی ہڈی کی گریزوں کو پیوستگی دینے والا۔ شکستہ دل انسانوں کو ڈھارس دینے والا۔ کشتی شکت گمان کو ساحل پر پہنچانے والا۔ وہی دولٹے درمندان ہے اور وہی مرہم شکستہ دلاں!۔ اس جبر سے جبروت بھی بنا ہے۔ جو جبر کا مبالغہ ہے حصین میں بحوالہ طبرانی اوسط درج ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے :

سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْجَبْرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعُظَمَاءِ

اس اسم پاک سے تخلیق کے لئے صفت ہمدردی و غمگساری پیدا کرنی ضروری ہے۔

الْمُتَكَبِّرُ ۱۱ وجہ شانہ

کبر سے بنا ہے۔ کبر کے معنی رفعت۔ شرف۔ بزرگی ہیں۔ اہل دنیا کا نام مُتَكَبِّرُ اس لئے بُرا ہے کہ ان میں درحقیقت رفعت و شرافت ذاتی ذرا نہیں ہوتی۔ انسانی اوصاف سے وہ جھوٹے عزو میں اگر متکبر بن جلتے اور اپنی نوع کے دیگر انسانوں کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگتے ہیں۔ ان جھوٹ کی بزرگی پر اترنے والوں کی علامت یہ ہے کہ ہرچند ان کی بات بات میں تکبر و عزو بھرا ہوتا ہے لیکن اس پر کسی وقت اگر کوئی ان کو متکبر کہہ دے تو اسے بُرا مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جسے حقیقتہً کبر پائی حاصل ہے اور وہی ہے جو اپنی صفت میں آپ کو متکبر کہہ سکتا ہے۔ اہل دنیا کی صفت میں یہ لفظ سورہ مؤمن و نحل و زمر میں مستعمل ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفت میں صرف ایک مقام یعنی سورہ حشر میں آیا ہے۔

متکبر ترجمہ کہ اسرار حسنے میں سے ہے تو اس کے معنی یہ ہیں : وہ معبود جو اپنے علو و برتری میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ جو صفات ذمیمہ اور اخلاق ذلیلہ سے برتر و بالاتر ہے۔ کبر یا بڑے ذاتی۔ استعلائے نفسی اور ہر ایک کبر سے برتری نے اسی وضعی نام کو ذات سبحانی پر صادق کر دیا ہے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اہل دنیا میں سے جو مغرور متکبر ہوں۔ ان کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و خوار نہ ہونے دے اور یہ بھی لازم ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو پیش نظر رکھتا ہوا، خود اپنے نفس کو متواضع بنائے۔ مساکین و فقراء سے نفرت نہ کرے ۛ

۱۲ الْخَالِقُ

یہ اسم خلق سے بنا ہے اور خلق کے معنی تقدیر و اندازہ ہے۔ خالق وہ ہے جس نے ماہیت کا اندازہ اور ذوات کا تعین فرمایا۔ جو حقائق کو عدم سے وجود میں لایا۔

اللَّهُ رَبُّكُمْ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ (الزمر: ۶۲) "اللہ تمہارا رب ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا"

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ (الباق) "وہ جس نے رات کو بنایا"

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ (مک) "وہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا"

خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا (زخرف) "جس نے سب کو جوڑا جوڑا بنایا"

وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (یس) "وہ پیدائش کی ہر ایک حالت کا جاننے والا ہے"

آیات بالا پر غور کرو کہ مادی و غیر مادی (ہر دو قسم) اشیاء پر خلق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ہاں خلق کا لفظ کسی مادی شے کو کسی شکل خاص میں تیار کرنے پر بھی آتا ہے۔

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ "میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرندہ

كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ۔ کی صورت سی بناتا ہوں"

انہی معنی کے لحاظ سے فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ احسن الخالقین بھی ہے اور خالق بھی ہے اور خلاق بھی ہے۔ ہر سر الفاظ اگرچہ ایک صفت خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ہر ایک میں جداگانہ کیفیت و خصوصیت

موجود ہے ۛ

۱۳ اَلْبَارِئُ جَلَّ شَانُهُ

بَرَّ اللّٰهُ الْخَلْقَ بَرَّءًا دُبُرُوًّا (باب نصر نصیر) سے ہے۔ اس کے معنی بھی پیدائش کرنے کے ہیں۔ مگر اسم لفظ باری خلق حیوانات کے لئے زیادہ مستعمل ہے اور عدم سے وجود میں لانے کے لئے بھی۔

قرآن مجید میں آتا ہے :

تَوْبُوْا اِلَىٰ بَارِئِكُمْ۔

”جس نے پید کیا ہے اسی کی جانب رجوع بھی کرو“

۱۴ اَلْمُصَوِّرُ جَلَّ شَانُهُ

صورت بنانے والا۔ فرمایا يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ۔ ماں کے شکم میں بچہ بنانے والا جیسی صورت کہ اس نے چاہی۔ گورا۔ کالا۔ سانولا۔ سالم۔ ناقص۔ مرد۔ عورت وغیرہ وغیرہ۔ سعدی علیہ الرحمتہ نے خوب ترجمہ کیا ہے۔

وہ نظمہ را صورت چوں پری کہ کرد است بر آب صورت گری

دنیا میں جو انسان مقرر کیا جاتے ہیں، وہ صورت بنانے والے نہیں ہوتے بلکہ صورت کی نقل مآثر نے والے ہوتے ہیں۔ پھر وہ نقل بھی اصل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اگر انسان و حیوان یا شجر و حجر کا سایہ نمودار ہو جاتا ہے تو سورج یا چراغ کی کیفیت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مصور ہے اور اس نے کروڑوں۔ اربوں۔ کھربوں صورتیں بنائی ہیں۔ بایں ہمہ ہر ایک صورت دوسرے سے بالکل الگ ہے۔ اس تفریق کو اول جنس میں پھر نوع میں پھر صنف میں پھر افراد میں دیکھو کہ یہ تمام سلسلہ عجائب و در عجائب امور پر مشتمل ہوگا۔

عالم جمادات کو لو۔ پھر ایک جنس ہے اور اس کی قسم میں ہزاروں اقسام سینکڑوں رنگ

ہیں۔ ان کے ہزاروں خواص ہیں۔ ریتی پتھری سے لے کر یافت۔ الماس۔ نیدم تک غور کرتے چلے جاؤ۔ یہ ایک نامیدار کنا رسد ہے۔ کوئلہ۔ نمک۔ مٹی کاتیل ہزاروں معدنات ہیں۔

عالم نباتات کو لو۔ زمین پر پھیل جانے والی بوٹیاں۔ چھت پر چڑھ جانے والی سلیں۔ زمین سے اوپر اٹھی ہوئی بوٹیاں۔ پودے۔ درخت۔ کروڑوں اقسام کے میں گے۔ کوئی صرف سایہ دیتا ہے۔ کوئی پھل اور سایہ دونوں۔ کوئی عمارت کے کام میں بھی آتا ہے۔ ہر ایک کا پتہ پھل۔ پھول۔ رنگت وغیرہ۔ تاثیر بالک الگ الگ ہے۔ تاثیرات کے لحاظ سے جڑیں اثر اور ہے۔ پتہ ہیں اور۔ اوپر کے حصے کی خاصیت اور ہے۔ اندر کے گودے کی اور۔ میوہ میں خاصیت جدا ہے اور بیج میں جدا۔

عطر۔ گوند۔ عرق بھی ابھی بوٹیوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ ایسا جنگل ہے۔ جس کی پوری سیر کوئی نہیں کر سکا۔

عالم حیوانات میں آؤ۔ انڈا دینے والے۔ بچہ دینے والے۔ زمین کے اندر گھسنے والے۔ زمین کے اوپر بسنے والے۔ دو پاؤں والے۔ چار پاؤں والے۔ گھاس کھانے والے۔ ماس کھانے والے۔ دودھ دینے والے۔ گوشت مہیا کرنے والے۔ بو بھڑ اٹھانے والے۔ سواری دینے والے۔ حملہ کرنے والے۔ مطیع ہو کر رہنے والے کروڑا اقسام کے موجود ہیں۔ بہت سے ایسے حیوان ہیں جن سے آج تک انسانی تمدن نے فائدہ اٹھانا بھی نہیں سیکھا۔ انہی کی اقسام میں طیور بھی شامل ہیں، اور وہ بھی اپنی رنگتوں۔ بولیوں اور پرواز کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ اپنی اپنی عادات و اطوار میں دوسرے سے متمیز ہیں۔ پرواز کی شکلیں۔ گھونسلے بنانے کی صورتیں جدا جدا ہیں۔

پھر عالم انسان کو لو۔ وہ سب تفاوت جو حیوانیت میں تھی۔ ملک ملک کے باشندوں کی بناوٹ۔ خط و حال وغیرہ میں موجود ہیں۔ انسانوں کے علوم الاسنہ ایک ایسی شے ہیں جس کی بابت یہ مزب المثل صادق آتی ہے کہ۔ از علم لغت فرشتہ عاری است۔ انسان کی قوت ایجاد و اختراع اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ جملہ کائنات پر گویا اسی کو تصرف تام اور اقتدار رکھی حاصل ہے۔ پھر روحانیت میں آؤ۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا و مافیہا سب کے سب ایک عالم صغیر تھے عالم کبیر تو انسان کا قلب ہے۔ جہاں حقائق و معارف کی نشو و نما ہوتی ہے۔ معانی تمثیل اختیار کرتے ہیں۔ تصورات کو درجہ تصدیق ملتا ہے

یہ نہایت مختصر اشارات ہیں جو عوالم مسکونہ کے متعلق بیان کر دیئے ہیں۔
 کائنات ابھو کو اگر بیان کرنا چاہیں اور بعد ازاں علم الافلاک کا اگر ذکر کریں تو بیان اور بھی
 زیادہ طویل و دقیق ہو جائے۔ ایک طالب حق کے لئے تو اس مقام پر یہ سمجھ لینا ہے کہ یہ سب کچھ
 الخالق - الباری - المصور کی ادنیٰ قدرتوں کا بیان ہے۔
 وہی ہے جو عدم کو وجود بخشتا ہے۔ وہی ہے جو جسم کو روح عطا کرتا ہے۔ وہی ہے جو
 سب کو اپنی اپنی شکل و صورت میں انفرادی و امتیازی شان بخشتا ہے۔

۱۵۔ اَلْغَفَّارُ وجل شانہ

غفر کے معنی چھپانا، ڈھانپ دینا ہے۔ غَفَرَ الْمَتَاعَ فِي الْوَعَاءِ؛ کپڑے صندوق میں
 رکھ دیئے۔ غفر الشَّيْبَ بِالْخَضَابِ؛ سفید بالوں کو خضاب سے چھپا دیا۔
 مغفر - کلاہ آہنی - غفرہ - زرہ آہنی۔

اللہ تعالیٰ کا نام غفار اس لئے ہے کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔ چھپا
 دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ گندی - قابلِ نفرت چیز پر مٹی ڈال دیتے ہیں اور اللہ پاک ہماری
 آلودگیوں کو اپنی بخشش و بخشش سے دُور کر دیتا ہے۔

اسی مصدر سے غفور بھی آتا ہے اور غافر الذنب بھی۔ غَفَّارُ قرآن مجید میں تین مقامات
 پر آیا ہے۔ سورہ نوہ میں بِحَالَتِ الْفَرَادَى اِنَّ كُنْ كَانَ غَفَّارًا۔ اور سورہ زمر و مومن میں عَزِيزٌ
 الْغَفَّارُ فرمایا گیا ہے اور عزت و قوت - قدرت و شوکت کے ساتھ غفران کی شان اور بھی عالی
 ہو جاتی ہے۔

حدیث ترمذی میں غفور علیہ السلام پر آیا گیا۔ مگر غافر الذنب اس حدیث میں نہیں ہے۔
 وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ۔ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ۔ حَبِيبُ الْغَافِرِينَ بھی ایسے اسماء مرکبہ ہیں جو اسی
 مصدر سے قرآن مجید میں مستعمل ہوئے ہیں اور یہ سب غفران کے مراتب کو بحیثیت وسعت و
 اہلیت و خیریت ظاہر کرنے والے ہیں۔

اس اسم سے تعلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ استغفار بکثرت پڑھا کریں۔ صحیح بخاری میں مندرجہ

ذیل دعا کو سید الاستغفار فرمایا گیا ہے۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ فَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَدُوُّ لَكَ بِعَمَلِكَ عَلَيَّ وَأَبُوؤُ بِذُنُوبِي فَأَعِزَّنِي لِذَلَّتْ لَا يَخْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ۔

”اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ معبود تو ہے اور کوئی نہیں۔ تو نے ہی مجھے بنایا ہے۔ میں تیرا بند ہوں اور تیرے عہد اور وعدہ پر ہوں جتنا کہ مجھ سے ہو سکتا ہے اپنی کرتوتوں کی برائی سے میں تیری پناہ کا خواہاں ہوں۔ تیری نعمتیں جو مجھ پر ہیں مجھے ان کا اقرار ہے اور مجھے اپنے گناہوں کا بھی اقرار ہے تو مجھے بخشدے گناہوں کو تیرے سوا اور کوئی نہیں بخشتا۔“

۱۶ القہار

قہر سے ہے۔ قہر کے معنی چیر گئی وغلبہ ہیں۔ قہار وہ ہے جو ہر ایک غالب سے غالب تر ہے۔ جو ہر ایک زبردست کو زیر رکھنے والا ہے۔ سورۃ انعام میں ہے :

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۝

”وہ اپنے بندوں کے اوپر پورا غالب ہے“

سورۃ اعراف (ع ۱۵) میں فرعون کی زبان سے ہے :

وَأَنَا أَقُوُّهُمْ قَاهِرُونَ۔

”ہم بنی اسرائیل پر پورا غلبہ رکھتے ہیں“

کسی انسان کا یہ دعویٰ کہ وہ کسی دوسرے انسان پر یا قوم پر یا ملک پر غلبہ تمام رکھتا ہے۔ اتنا ہی غلط ہے جتنا فرعون کا قول بنی اسرائیل کے مقابلہ میں تھا۔ ایسا دعویٰ تو ذلت و رسوائی اور ہلاکت و تباہی پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

ہاں رب العالمین ہی کو یہ اسم سزاوار ہے جو ہماری روح۔ ہمارے جسم پر پورا غلبہ رکھتا ہے۔ ہمارا زمین پر چلنا پھرنا۔ آسمان کے تنے بے فکر رہنا سہنا محض اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء سے ہم کو حق منتع دیا ہے۔ ورنہ وہی زمین ہم کو اپنا لقمہ بن سکتی ہے اور وہی آسمان پر گاہ کی طرح ہم کو جلا سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو :-

أَمَرَ اللَّهُ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ (سورة يوسف) "یا اکیلا اللہ جو سب پر حکمران ہے"
 وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورة رعد) "وہ تو ایک اور سب کا حاکم ہے"
 وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورة ص) "اللہ کے سوا جو ایک اور حاکم کُل ہے اور
 تُو کوئی بھی معبود نہیں"
 سُبْحَانَكَ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورة زمر) "وہ تو پاک ہے، وہی اللہ ہے جو کُتھا اور
 حُکمران کُل ہے"
 وَبَرَزَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورة ابراہیم) "سب کے سب اللہ کے سامنے جو کُتھا او
 لَمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ (سورة یونس) "آج بادشاہی کس کی ہے اللہ کی ہے جو واحد
 الْقَهَّارُ اور قہار ہے؟

غور کرو کہ اسم قہار میں ایک زالی شان اور جلالی شان ہے۔ وہ الوہیت و وحدانیت کے ہوا
 اور کسی اسم کے ساتھ مستعمل نہیں ہوا۔ یہی اسم ہے جو بتلاتا ہے کہ وجود کو ایمان پر اور واجب الوجود
 کو امکان پر کس طرح غلبہ ملی حاصل ہے کہ کوئی شے۔ کوئی امر۔ کوئی زمان۔ کوئی مکان اس کے غلبہ
 سے باہر نہیں۔ اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو عبادت۔ اطاعت اور خشیت اللہ تعالیٰ
 ہی کی کرنی واجب ہے۔

۱۴ الْوَهَّابُ

وَهَبَ وَهَبًا سَے ہے ہبہ و موہب بھی اسی مصدر سے ہیں۔ وَهَّابُ کے معنی
 کثیر الہبہ اور دائم العطا ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہبہ کی حقیقت وہ عطیہ ہے جو بلا کسی غرض
 اور امید اور بلا کسی عوض کے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بادشاہ اور قوم اور ملک نے اپنی حدود سے نکال دیا تھا۔
 اللہ تعالیٰ نے ان کو اسمعیل و اسحاق علیہما السلام کا عطیہ دیا۔ تو انہوں نے ان الفاظ میں شکریرا دا
 کیا تھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلٰى
اَلْكِبَرِ اسْمَاعِيْلَ وَاِسْحٰقَ (ابراہیم)
”حمد اللہ کے لئے ہے جس نے بڑھاپے میں
مجھے اسمعیل اور اسحق عطا کئے“
سورۃ النعام و مریم و عیزہ میں بھی اسحق و یحییٰ علیہم السلام کی ولادت کا ذکر ہے۔ وہاں بھی یہی
لفظ کے ساتھ ہے۔

سورۃ ص میں ہے : وَوَهَبْنَا لِذَاوُدْ سُلَيْمَانَ - ”ہم نے داؤد کو سلیمان بخشا“
سورۃ انبیاء میں زکریا علیہ السلام کے ہاں پسر کی ولادت کا ذکر ہے : وَوَهَبْنَا لَهَا
يَحْيٰى - ہم نے اسے یحییٰ عطا کیا۔

سورۃ ص میں ہے کہ ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب بار دوم اولاد و اموال
عطا فرمایا تو اسے بھی وَوَهَبْنَا لَهُ اَهْلًا وَّعِثْلًا کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام
کی دعا پر ہارون علیہ السلام کو نبی بنایا تو وَوَهَبْنَا مِنْ دَحْمَتِكَ اَخًا هَارُونَ نَبِيًّا - ہم نے
اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بطور عطیہ بنایا۔

نبوت کو سبب ربانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بھی بیان کیا گیا ہے : وَهَبَ لِيْ
رَبِّيْ حُكْمًا (شعراء)

ان آیات پر غور کرنے سے واضح ہوگا کہ اسم و هَاب کے ساتھ رحمت کا ذکر ضروری
ہے ، اور غور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ رب العالمین کی حمد عطایا و نعم کا مدار اس کی رحمت ہی
پر ہے اور رحمت ہی سے صفت و بابتیت کا ظہور ہوتا ہے۔

وَهَاب وہ ہے کہ عطا ہائے صوری و معنوی اور عطیات دنیوی و اخروی کا مالک وہی ہے
یہی اسم ہے جو نکلتا ہے کہ بندہ کے پاس اس کے گھر کی کوئی شے نہیں۔ جو کچھ ہے سب داد
الہی اور جو دانا تنہا ہی کا نتیجہ ہے۔

الرِّزْقُ جَلْ شَد

رِزْق کے معنی اکل و شرب کی اشیاء۔ مال و متاع وغیرہ ہیں۔ وہ سب چیزیں جن سے انسان
مُتَلَذَّذ ہوتا اور حسی اور ذہنی انتفاع حاصل کرتا ہے۔ رِزْق میں شامل ہیں :

قرآن مجید کی سورہ ذاریات میں رزاق المتین آیا ہے۔

اور مادہ ورج اور مومنون وجمعہ میں خیر الرازقین آیا ہے۔
بعض اوقات مال باپ۔ حاکم۔ محسن۔ بادشاہ کو یہ گمان ہو جاتا کہ میں نے کسی بچہ یا شخص کو رزق دیا کرتے ہیں۔ اگر ان کو عارضی طور پر ان کے دعویٰ میں سچا سمجھ لیا جاوے۔ تب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رزق رسانی بدرجہ اتم واکمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دیکھو۔ کوئی روٹی کا بھوکا ہے۔ کوئی گوشت کا۔ کوئی ٹکھاس کا۔ کوئی ذوق و شوق کا۔ کوئی محبت کا کوئی ذکر کا۔ ہر ایک کو رزق پہنچانا اسی رزاق مطلق کا کام ہے۔
ایک غذا کے اندر معدہ۔ اعصاب۔ شریانیں۔ جگر۔ طحال۔ قلب و دماغ کے پرورش کرنے والے الگ الگ اجزاء ہیں اور ہر ایک عضو اپنی اپنی غذا کو چوس لیتا اور دوسرے عضو کا حصہ اُس کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

ایک ہی جسم کے اندر رزق کی ایسی تقسیم رزاق مطلق کے سوا اور کون کر سکتا ہے۔ اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ بھوکوں کو روٹی کھلایا کرے اور رمضان شریف میں روزے کھلوا کرے۔

۱۹ الْفَتْح

فتح کے معنی نفت میں کثائش و کشودگی کے ہیں۔ کلید کو مفتاح اسی لئے کہتے ہیں۔
فتح کے معنی فیروزی بھی ہیں۔ اس چیز کا پہلا حصہ فاتح القرآن۔ قرآن مجید کی ابتدائی سورتیں۔ فاتحہ الكتاب۔ سورہ الحمد شریف۔ فتوح موسم بہار کی پہلی بارش۔
اب دیکھو کہ قرآن مجید کن کن معانی میں استعمال کرتا ہے:

فَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ (یوسف) ”جب انہوں نے اپنا سامان کھولا“
لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِن السَّمَاءِ (سورہ اعراف) ”ہم نے ان پر آسمانی برکتوں کی افزونی کر دی“

مَا فَتَحَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا (سورہ اعراف) ”مجھ میں اور ان میں فیصلہ کر دے“

قُلْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيْمَانُهُمْ (سورہ سجدہ) "کہدے کہ قیامت کے دن کافروں کو اس روز کا ایمان کچھ نفع نہ دیگا۔"

قیامت کو یوم الفتح کہا۔ جس روز ساری حقیقت کھل جاوے گی۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ "ہم نے تجھے کھلی۔ واضح فتح دی ہے۔"

(الفتح) نصرت مبین فرمائی۔

اب یہ نور کرو کہ فتاح جو اسماء حسنہ میں سے ہے۔ اس کا استعمال اسمِ علیہ کے ساتھ ہوا ہے :

فتاح۔ وہی ہے جو مشکلات مہمات کو کھول دیتا ہے۔

فتاح۔ وہی ہے جو دل کو حق کے لئے کھول دیتا ہے۔

فتاح۔ وہی ہے جو زبان پر علوم کو جاری فرما دیتا ہے۔

فتاح۔ وہی ہے جو انکشافِ علوم کے ساتھ آنکھوں کے پردے دور کر دیتا ہے۔

فتاح۔ وہی ہے جو اہل حق و باطل کے درمیان فیصلہ فرماتا ہے۔

فتاح۔ وہی ہے جو صادقین سے صدق کو ظاہر کرتا۔ کاذبین کی اصلیت کو سب پرکھول دیتا ہے۔

اہل ایمان کو اُسی کی ذاتِ مقدس سے کشائشِ ظاہری و باطنی کی اُمید رکھنی چاہیئے۔

اس اسم کے ساتھ تعلق کا طریق یہ ہے کہ اہل حاجات کی اعانت میں ہمدردی کے ساتھ

حصہ لیا کرے۔ اس اسم کی تحت میں یہ دعایا درکھنی چاہیئے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فَوَاحِشَ الْخَيْرِ وَخَوَاصِّهِ وَجَوَامِعَهُ وَكَوَامِلَهُ وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَظَاهِرَهُ وَبَاطِنَهُ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلَى مِنَ الْجَنَّةِ۔ آمین

"یا اللہ میں تجھ سے نیکی و بہبودی کی تمام قسمیں۔ شروع کی اور خاتمہ کی ہر طرح سے جامع۔ ہر طرح سے کامل۔ پہلی اور پچھلی۔ بیرونی اور اندرونی کا سوال کرتا ہوں۔ میں جنت کی درجاتِ بلند کا بھی تجھ سے سوالی ہوں۔ اے اللہ یہ سب مجھے عطا فرما۔"

۲۰ الْعَلِيمُ وَجَلَّ شَأْنُهُ

اللہ تعالیٰ کے نہایت مشہور اسماء میں سے ہے۔ علم سے علیم بنا ہے۔ روایت ترمذی میں تو علم سے شتیق صرف یہی نام آیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے عالم بھی آیا ہے: وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَّامِينَ —
اعلم بھی آیا ہے: اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ۔

۱۵ مقامات دیگر میں بھی یہ اعلیٰ آیا ہے۔ قرآن مجید میں عالم الغیب بھی آیا ہے۔ اور
عَلَّمَ الْغُيُوبَ بھی۔

آیات ذیل پر غور کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کی صفت کے مختلف مدارج معلوم کر سکیں

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (لقمہ) ”اللہ سینے کی باتوں کو جانتا ہے“
۲۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (نحل) ”جو تم عمل کرتے ہو، اللہ ان کا علم رکھتا ہے“

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بقرة)
۴۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ عَلِيْمٌ (بقرة)
۵۔ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (بقرة)
۶۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (فصلت)
۷۔ يَّعْلَمُ مَا يُّسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ۔
”اللہ تو ہر شے کا جاننے والا ہے“
”اللہ تو وسعت دینے والا۔ علم رکھنے والا ہے۔“
”وہ تو مخلوق کی پیدائش کی ہر حالت کو جانتا ہے۔“
”یہ اندازہ ہے عزیز و علیم کا“
”جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو۔ اللہ سب کو جانتا ہے“

۸۔ يَّعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ (فرقان)
۹۔ يَّعْلَمُ مَا يَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ (رحہ)
”آسمان کے راز کو جانتا ہے۔“
”ہر ایک شخص کے اعمال کا علم رکھتا ہے۔“

۱۰۔ ہم ہر شے کو جانتے ہیں۔

۱۱۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ جہاں اپنی رسالت کو قائم کرتا ہے۔

۱۰- يَٰعِلْمُ مَا يَلِغُ فِي الْأَرْضِ (سبا)
 ۱۱- يَٰعِلْمُ حَاسِبَةُ الْعَبِيدِ (مومن)
 ۱۲- اللَّهُ يَٰعِلْمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ شَيْءٍ -

(عزله)

”جو کچھ زمین میں آتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے۔ جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ آسمان کو چڑھتا ہے اللہ ان سب کو جانتا ہے!“

١٣- يَٰعِلْمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا
يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ
وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا-

(١٤٧)

”وہ غیب کو جاننے والا ہے۔ ذرہ کے وزن برابر چیز یا اس سے بڑی یا اس سے چھوٹی وہ آسمانوں میں ہوا یا زمین میں ہو، اللہ سے چھپی ہوئی نہیں۔“

١٣- عَالِمُ الْغَيْبِ - لَا يَغْرُبُ عَنْهُ
مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَ
لَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ
ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرُ (سَاعًا)

”ہم نے اپنے علم کی وجہ سے ان کو جہلہ عالم پیر
پسند فرمایا“

١٥- وَلَقَدْ اخْتَرْنَاَهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ
عَلَى الْعَالَمِينَ

”میرا رب علم سے ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے“
 ”ہمارا رب علم سے ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔“

۱۶- وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (انعام)
۱۷- وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا
(اعراف ۹۶)

”علم لو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔“

۱۸۔ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ (احقاف ۳)

”اللہ نے قرآن کو اپنے علم سے اتارا ہے۔“
 ”زمین مردہ اجسام میں جو حکمی کرتی ہے اللہ کے علم میں ہے۔“

۱۹- اِنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ (ہود ۲)
۲۰- قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ
(رقع ۱)

”قرآن کا نزول عظیم الہی سے ہوا۔“

(۲) - اَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ (سازگار ۱۷)

”یعقوب صاحب علم تھا کیونکہ ہم نے اُسے سکھایا تھا۔“

۲۷- وَإِنَّ لَكَ لَدُنَّا عَلِيمًا
(یوسف)

”پہل کرنے والوں کو ہم جانتے ہیں اور

٢٣- وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ (حجج)

۲۴۔ وَلَعَدَّ عَلَيْنَا النُّسْتَاخِرِينَ (جوع) پیچھے رہنے والوں کو بھی
 ۲۵۔ بَلْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَحِطُّوا بِعَلِيمِهِ "جسے ان کا علم احاطہ نہ کر سکا۔ انہوں نے اسکی تکذیب کر دی" (یونس ع ۱۴)

علم الہی کے متعلق ہم نے بہت سوچ و پنج آیات کا انتخاب کیا ہے۔ علم الہی کے متعلق اور بہت آیات ہیں۔ لیکن ان آیات پر تدبیر کرنے سے ان کے مطالب پر بھی احتوا ہو سکتا ہے۔ (انشاء اللہ)
 علم الہی کے متعلق متعدد فرقوں میں اختلافات شدید ہیں۔ ان کے بیانات تضاد و تناقض سے مملو ہیں۔

یہ لوگ پہلے خود ایک اصطلاح مقرر کرتے ہیں۔ پھر ان اصطلاحی الفاظ کی تائید و تشدید میں زور لگاتے جاتے ہیں یا انہی پر عدل و توجیہ کو معنی بتایا جاتا ہے یا انہی پر رشتہ و تضاد کا فتویٰ دیا جاتا ہے کوئی دشمنی سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں۔ کوئی اس سے آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مستقبل کا علم نہیں وغیرہ۔

کاش! عرفان الہی کو کلام الہی سے حاصل کرتے اور اتنے دور دراز چکر میں نہ پھنستے۔ یہ آیات بتلاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ دل و سینہ کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اعمال انسانی کا علم ہے۔ وہ انسان کی دل اور آنکھ کی خیانت سے واقف ہے۔

زمین کے اندر کے راز۔ آسمانوں کے اوپر کے اسرار سب اس کے علم میں ہیں۔ زمین سے اوپر کو اٹھنے والی چیزیں۔ اوپر سے نیچے نازل ہونے والی چیزیں۔ ذرہ ذرہ۔ فطرہ فطرہ اس کے علم میں ہے۔ ذرہ اور قطرہ کی بھی چھوٹی سے چھوٹی جسامت اس کے علم سے باہر نہیں۔ گزری ہوئی باتیں آنے والی نسلیں سب اس کے علم میں ہیں۔

جن پاک بزرگوں کو نبوت و رسالت کے مناصب پر ممتاز فرمایا۔ وہ بھی علم الہی کا شریک۔ قرآن مجید بھی علم الہی سے نازل ہوا۔

قرآن مجید میں ان سینکڑوں پیشگوئیوں کو دیکھو جن میں ملک۔ ملک اور قوم قوم کے عروج و زوال کی اطلاعیں دی گئی ہیں اور وہ پھر پیشگوئیاں اپنے اپنے ملک اور اپنے اپنے زمانہ میں ٹھیک اسی طرح پوری ہوتی رہیں۔ نزول قرآن پاک کے بعد ان میں سے سینکڑوں نے اپنے وقت پر پورا ہونا ہے۔

لوگ اہل علم کو دیکھتے ہیں لیکن اس علیم سے بے خبر رہتے ہیں جس نے علم کو پیدا کیا۔ جس نے

معلومات کو پزیر کیا۔ جس نے علم و معلومات میں وابستگی دی۔ جس نے سوچنے والا دماغ۔ سمجھنے والا دل۔ سننے والے کان۔ بولنے والی زبان پیدا کی۔ یہی تو وہ آکات ہیں جن پر وجودِ علم کا انحصار ہے۔

اگر کوئی شخص معالم و معارف، حقائق و دقائق میں کوئی حصہ رکھتا ہے تو وہ لِمَا عَلَّمْنَا کی نخت میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی غلطی یا جہل میں گرفتار ہے تو وہ لَمْ يُحْيِطُوا بِعِلْمِهِ کی نخت میں ہے۔

اگر کوئی شخص علم کا جو یا ہے تو آستانِ علیم پر جبیں ساں کیا کرے اور اگر کوئی شخص جہل سے نفور ہے تو وہ اسی عالم الغیب والشہادۃ کے حضور میں دست دعا دراز کیا کرے۔
اگر تاریک کمرہ میں ایک دھند سوزن کے برابر بھی وزن ہے تو وہ بھی غور شدہ عالمِ کتاب کی کرن سے روشن ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ایک صداقت طلب کے قلب کو متور کر دے گا۔ جب وہ شخص اپنے دل کو مالک کے علم کے سامنے پیش کر دے۔ واللہ اعلم وعلیہ السلام

۲۱ السَّمِيعُ

اللہ تعالیٰ کے نہایت مشہور اسماء حسنی میں سے ہے :
سَمِيعُ وہی ہے جو جملہ مسموعات کا سُننے والا ہے۔
سَمِيعُ وہی ہے جو جملہ اصوات کا سُننے والا ہے۔
سَمِيعُ وہی ہے جو جملہ اقوال والفاظ اور کلمات و عبادات کا سُننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :
قَدْ مِيعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِي تَجَادَلُكَ
فِي زَوْجِهِمَا وَتَشْتَكِي إِلَيْهِ
اللَّهُ وَاللَّهُ يَسْمَعُ نَحْوَهُمْ
طُفْ اِطْهَانِي - اللہ تو تم دونوں کی بات
چیت کو سُن رہا تھا“
(مجادلہ ع ۱)

اس آیت میں الفاظ اور کلمات کی سماعت کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ
 قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ
 أَغْنِيَاءُ سَكَتْنَاهُمْ مَا قَالُوا
 "اللہ نے اُن لوگوں کی بات سنی جنہوں نے
 یہ کہا کہ اللہ تو فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ ہم
 اُن کی کہی ہوئی بات کھلیں گے۔"
 (آل عمران ع ۱۹)

اس آیت میں بھی قول اور الفاظ کی سماعت موجود ہے۔

ہاں اللہ وہی ہے جو دعاؤں کا سُننے والا ہے (آل عمران ع ۴) میں ہے : اِنَّكَ
 سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ سورہ ابراہیم میں ہے : اِنَّ رَقِيَّ السَّمِيعِ الدُّعَاءِ
 قرآن مجید میں اس اسم کا استعمال مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوا ہے :

چودہ مقامات پر عَلِيْمُ کے ساتھ یعنی مَسْمُوعٌ عَلِيْمٌ اور السَّمِيعُ عَلِيْمٌ کی صورت میں
 اور پانچ مقامات پر اسم بصیر کے ساتھ اور ایک مقام اِنَّ سَمِيعٌ قَرِيْبٌ کے طور پر واقع
 ہوا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ سَمِيعٌ بمعنی عَلِيْمٌ یا بمعنی بَصِيْر نہیں ہے بلکہ ہر ایک اسم
 مستقل ہے اور اپنی خصوصیات کو جدا کرنا چاہئے ہوئے ہے

بیشک یہ ضروری تھا کہ قرآن پاک ایسے اسماء کے استعمال کے ساتھ ساتھ شائبہ تشبیہ نہ
 پیدا ہونے دے۔ لہذا بندہ کی سماعت کی حقیقت اس طرح پر ظاہر فرمادی :

هُوَ الَّذِي اَنْشَأَ لَكُمُ السَّمْعَ
 وَالْاَبْصَارَ۔ (مومنون)
 "تمہاری سمع و بصیرت اسی کی پیدا کردہ
 ہیں"

اَمْ مِّنْ يَّبْلُكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ دَيْنٌ، "تمہاری سمع و ابصار کا مالک بھی وہی ہے"
 لہذا بندہ کی سماعت کو اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے کوئی نسبت باہمی نہیں۔ ہاں سمیع وہی ہے جو
 چرند و پرند و وحش و درندہ کی بھی سُنتا ہے۔ سمیع وہی ہے کہ کروڑوں اصوات اور ہزاروں لاکھوں
 لغات اور لاتعداد معروضات اُس کی سماعت میں خلل انداز نہیں ہو سکتے۔ وہ بے زبانوں کی بھی سُنتا
 ہے اور سب بندوں کی ضروریات کو بھی نافذ فرماتا ہے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ مالک حقیقی کو اپنی معروضات کا سُننے والا
 یقین کر کے ہر وقت اُسی سے عرض معروض کا سلسلہ جاری رکھے مطلب دنیا کا ہویا دین کا۔ مادی ہویا
 روحانی۔ ہر شے، ہر چیز کا سوال اسی مالک سے کیا کرے۔

اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند ہے جو اس سے مانگتا رہتا۔ سوال کرتا رہتا۔ اُسکی جناب

میں گڑگڑاتا رہتا ہے، اور وہ ایمان رکھتا ہے کہ میرا ایک ایک حرف حضور قدسی تک پہنچ رہا اور سمیع القدر تک باریاب ہو رہا ہے۔

۲۲ الْبَصِيرُ جَلَّ ثَنَاهُ

بصر سے ہے۔ بصیر اس قوت کو کہتے ہیں جو مشہودات کا ادراک کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جبکہ مبصرات و مدرکات و مشہودات کا ادراک حاصل ہے۔ ہاں اس کا بصیر ہونا صفتِ بصر سے ہے۔ نہ صرف ادراک ہی سے۔

وہ الموان و اجسام۔ افعال و اعمال۔ ہیئات و اشکال کا دیکھنے والا ہے۔ ہر شے جس کا تعلق دید سے ہے وہ اُسے دیکھنے والا ہے۔ آیات ذیل پر غور کرو:

۱۔ وَاللَّهُ بِصِيرٌ بِالْعِبَادِ (آل عمران)

۲۔ فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (انفال)

۳۔ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ (شوریٰ)

یہ اسم قرآن پاک میں کہیں اسم سمیع کے ساتھ اور کہیں اسم خبیر کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔ ہاں رب العالمین وہ ہے جس نے انسان کو بھی سمیع و بصیر بنایا فَجَعَلْنَا لَكُمُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ (سورہ دھر)

رب العالمین وہ ہے جس نے مخلوق کے لئے بصائر کو نازل فرمایا ہے: قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَاَنْتُمْ اَعْمٰی (۱) ”تمہارے رب کی طرف سے بصائر آئی ہیں“

رب العالمین وہ ہے کہ البصار کو اس کا ادراک نہیں اور اسے البصار کا ادراک حاصل ہے۔ لَا تَدْرِيْكَ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يَدْرِيْكَ الْاَبْصَارُ ”جو اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ البصار کا ادراک کر سکتا ہے“

رب العالمین وہ ہے جو ہماری سمع و بصر کا مالک ہے: اَمْ مَنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ (۱) ”شنوائی و بینائی کا مالک کون ہے“

رب العالمین وہ ہے جس نے کان کی ہڈی کو سُننا۔ آنکھ کی چربی کو دیکھنا۔ زبان کے گوشت

کو بون سکھایا ہے۔

رب العالمین وہ ہے کہ سمندروں کی گہرائیاں، رات کی تاریکیاں، اس کی دید کے مانع نہیں
دلوں کی حالتیں اور طبائع کے اطوار سب اُسکی نظر کے سامنے ہیں۔

اس اسم سے مخلوق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر یقین کرتا ہوا ایسے
افعال کا ارتکاب نہ کرے جسے دیکھنے والے کے سامنے نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں اپنے قلب کو دے دے اور پھر دیکھے کہ دل اور معتقدات دل
کس قدر محفوظ ہو گئے ہیں۔

۲۳ اللطیف جلّ شانہ

لطیف سے ہے۔ لطیف کے معنی کفّار و کردار میں نرمی اور مہربانی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
لطیف ہے۔ کیونکہ اس کے حمد و افعال و اقوال سب دلوں پر۔ رفق و مدار اور مہربانی و عنایت کے ہیں
اللہ تعالیٰ لطیف ہے۔

اسی کی لطیف صوری نے اشیائے مادیہ۔ صُور جمیلہ۔ ہیئات موزوں۔ اجسام لطیفہ۔
اجرام نورانیہ کو خوشنمائی تناسب۔ نورانیت۔ شغافی۔ موزونی اور رنگارنگی عطا کی ہے۔
اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کے لطیف علمی نے حکما و عقلاء۔ ملکین و شائقین۔ مجاہدین
علماء و راہبین۔ اولیاء و اصفیاء اور انبیاء کو بقدر مراتب عرفان علمی عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کے لطیف علمی نے صاحبان عقل کو معاش و معاشرت و وران
کو منفعت۔ اہل شہر کو آگاہی۔ اہل تقویٰ کو بصیرت عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کے لطیف باطنی نے نیک نفسان و صافی طینتان۔ قانع
محتاجان اور آزاد طبع گروہ کو حظ وافر عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کا لطیف تکوینی موجودات کو فیضان وجود عطا کرتا اور عدم
سے ہستی بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کا لطیف معنوی اشیاء مجردہ عقول و نفوس اور ملائکہ و

انبیاء کے باطن کی تربیت فرماتا۔ صاحبِ پر اس لطیف نور کا پر توڑا لٹا ہے۔
 اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کا لطفِ ذیوی اُمراء و سلاطین دُنیا کو خطوط و کامرانی بخشا ہے
 اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کا لطفِ اُخروی اہل قربا سے معیت رکھتا۔ اہل ایمان
 کو نجات۔ اہل احسان کو بقا بدرجہ اتم و اعلیٰ آخرت میں عطا فرمائے گا۔

(ب) لطف کے معنی دانائے امورِ مخفیہ اور واقف و قائلِ عجیبہ بھی ہیں۔
 اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ لِّمَا یَسْخَرُ (یوسف) اَللّٰهُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِهِ (شوری) انہی معنی میں ہے
 قرآن مجید میں اسمِ خبیث کے ساتھ اسکا استعمال ہوا ہے۔

وَهُوَ اللّٰطِیْفُ الْخَبِیْرُ (ملک) اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (لقمان) معنی یہ ہیں کہ وہ اسرار جو
 لوگوں کے سینوں میں مخفی ہیں، ان کو بھی جانتا ہے۔ وہ اخبار جو لوگوں کے درمیان اشاعت گرفتہ ہیں
 اُن سے بھی باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی لطف و مہربانی جملہ امور میں ہماری مدد و رہنما ہے۔ اسی سے توفیقِ خیر ملتی ہے
 اس اسم کے ساتھ تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ بنی نوع کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش
 آئیں اور جو کوئی شخص مصیبت کے وقت امداد چاہے اُس سے بقدر وسعت دریغ نہ کریں۔

۲۴
 الخبیر

خبیر سے بھی خبیْرُ بنتا ہے اور خبیرُوت سے بھی۔
 لہذا خبیْرُ وہ ہے جو جملہ اخبار غیب و شہادت کی اطلاع پر حاوی ہے جو دنیا و آخرت کے
 احوال کو جانتا ہے۔ جسے جملہ وقائع کی خبر ہے جو دانائی و زیر کی کا مالک ہے۔

جب خبیْرُ کے ساتھ عَلَیْہِ کا اسم ہوتا ہے۔ تب علیم کا تعلق علم ذات سے ہوتا ہے
 اور خبیْرُ کا تعلق دوسرے کے افعال سے۔ قرآن مجید میں اس اسم کا اطلاق کہیں اسمِ بصیر
 کے ساتھ کہیں علیہ کے ساتھ اور کہیں اسمِ لطیف کے ساتھ ہوا ہے۔ اور یہ جملہ اسماء
 اطلاع و خبر اور واقفیت و علم کے مختلف مدارج کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خبرت و آگاہی حاصل کریں۔ مداومت

ذکر رکھیں۔ مزا و مساکین کے احوال کی خبر لیتے رہیں۔

۲۵

الحَلِیْمُ

جل شانہ

حَلِیْمُ کے معنی بردباری — آہستگی اور عقل ہیں۔ آیت اُمُّرَا مُرُھُمْ اَحْلَامُھُمْ میں عقل و دانش ہی کے معنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حلیم بنے۔ یعنی تحیرات اعتبار یہ اس کی ذات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے غضب اس کی رحمت پر غالب نہیں آسکتا، اور رحمت اس کی صفت غضب کے لئے مانع نہیں ہو سکتی۔

وہ معزز بھی ہے اور مدلل بھی۔ اور ہر دو اوصاف کے ساتھ غیر متغیر بھی۔
اللہ تعالیٰ حلیم ہے یعنی انتقام کے لئے جلدی نہیں کرتا، اور گناہ کی سزائیں رزق بند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے اسمعیل علیہ السلام کا ذکر قربانی فرماتے ہوئے ان کو حلیم فرمایا ہے۔ یعنی اسمعیل علیہ السلام میں اس قدر نجین نفس اور وقار ذات تھا کہ جو سکون و اطمینان قلب اُن کو خبر قربانی کے سننے سے پیشتر حاصل تھا۔ وہی حالت ان کی قربانی بناٹے جانے کی خبر سن لینے پر بھی قائم رہی۔ یہ دہشت ناک خبر ان کے مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکی۔

قرآن مجید میں اسم حلیم مندرجہ ذیل اہمار کے ساتھ بیان ہوا ہے :

اسم غفور کے ساتھ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ (بقرہ ۱۷۷)

اسم غنی کے ساتھ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ (بقرہ ۲۷۷)

اسم حلیم کے ساتھ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ (حج ۹۷)

اسم شکور کے ساتھ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ (تغابن ۹۷)

ان اسماء حسنہ کے ساتھ اس اسم کی ترکیب یہ معنی پیدا کرتی ہے :

غفران کے ساتھ حلم کا ہونا بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں کو جلد عذاب نہ دینا اس لئے ہے کہ اس کی مغفرت پسندہ کو توبہ کی مہلت عطا فرماتی ہے اور غنی کے ساتھ حلم کا ہونا بتلاتا ہے — کہ

رب العالمین کو ایذا دینے والے۔ شرک کرنے والے۔ کفر کرنے والے۔ اللہ کی نگاہ میں بالکل سبقت و ذلیل ہیں اور علم کے ساتھ علم کا ہونا بردباری کی انتہا ہے۔
 اور علیٰ ہذا شکور کے ساتھ، عظیم کی ترکیب ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمالِ حسنہ کو قبول فرماتا، اور ان کو بڑھاتا — اور اعمالِ سیئہ کے کفارہ میں دیر و درنگ کرتا، اور راستگی کے ساتھ زبانِ مستقبل تک اصلاح کی مہلت عطا فرماتا ہے۔
 اس اسم کے ساتھ تخلیق کرنے والوں کو بردباری حاصل کرنی چاہیے۔ جب سُننے کہ فُلاں شخص اس کی غیبت کرنا — اس پر بہتان باندھتا ہے۔ تب سکون و وقار کے ساتھ رہے۔
 قوت برداشت کو مضبوط بنائے اور منتظر رہے کہ زمانِ آئندہ میں رب العالمین اس کے کیا کیا نتائج پیدا کرے گا۔

۲۶
 الْعَظِيمُ
 حاشیہ

عظمت سے ہے۔
 اہل دنیا کی زبان میں لفظ عظمت کا اطلاق طول۔ عرض و عمق پر ہوتا ہے اور جب ابعادِ شے میں ایک شے کی بڑائی دوسری پر بیان کرنی ہو تب لفظ عظمت کا استعمال کیا جاتا ہے۔
 وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ (نمل ع ۳) یعنی ملکِ سب کا تختِ لمبا بی۔ چوڑائی۔ اونچائی میں بہت بڑا تھا۔
 فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْإِسْيَامِ (شعراء) سمندر کے پانی کا ہر ایک ٹکڑا بڑے پہاڑ جیسا بن گیا تھا۔
 اس کے بعد معقولات و مجردات میں بھی لفظ عظمت کا استعمال ہوتا ہے۔
 هَذَا جُهَنَانٌ عَظِيمٌ (نور) "یہ بہتان بہت بڑا ہے۔"
 اَتَكْفُرُ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا (اسرائیل) "تم بہت بڑی بات کہتے ہو۔"
 اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَخْصَرًا وَّاجْرًا (نساء ۱۲۴) "اللہ نے ان کیلئے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔"

وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ” اللہ کا فضل اپنے نبی پر بہت بڑا
(نساء ع ۱۲) ہے“

اللہ تعالیٰ عظیم ہے کیونکہ اسے عظمت ذاتی حاصل ہے۔ وہ الوہیت کے مرتبہ بزرگ کا مالک ہے۔

وَهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ہے۔ (سورہ مؤمن)

وہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

وَهُ قَرَّانِ عَظِيمِ کا اتارنے والا ہے۔

وہ بندہ کو کرب عظیم سے نجات دیتے والا ہے۔

وہ بناو عظیم کو ظہور میں لانے والا ہے۔

وہ ملک عظیم کا عطا کرنے والا ہے۔

وہ فور عظیم تک بندوں کو لے جانے والا ہے۔

وہ عظمت و کبریا کی اور جبروت و ملکوت کا مالک ہے۔

اسکی عظمت کے سامنے ایک اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق کمتر از ذرہ ہے۔

مادیات کی بڑائی کو دل سے نکال دینا چاہیئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ”اپنے رب کی جو عظمت والا ہے کے تمام کی تسبیح کیا کر۔“

اسی کی تعمیل میں رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھا جاتا ہے۔ الوداؤد کی حدیث میں ہے۔ جس نے تین بار یہ پڑھ لیا فَقَدْ تَسَدَّدَ رُكُوعُهُ وَذَلِكَ أَذْنًا۔ اس کا رکوع پورا ہو گیا۔ اور یقیناً یاد رکھنا۔ اتنی شمار ہے۔ زیادہ سے زیادہ فرض میں کتنا پڑھنا چاہیئے۔ اس کی بابت وضاحت کے ساتھ کوئی حکم نہیں ملتا۔

انس رضی اللہ عنہ نے ایک بار عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رحمہ واسعہ کے پیچھے نماز پڑھی تھی اور ان کے رکوع و سجود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہہ تر بتلایا تھا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ اس نماز میں دس دس بار تسبیح ہم کہہ لیا کرتے تھے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو رب العالمین کے حضور میں خضوع و خشوع سے پیش ہونا چاہیئے۔

الْغُفُورُ ۲۶

لغوی معنی کا ذکر اسم حسن غفار ۱۲ پر کیا جا چکا ہے۔ غفور اور غفار دونوں اسماء
غفران سے بطور صیغہ مبالغہ مستعمل ہیں۔

معنی غفار کا تعلق مغفور بندوں کی تعداد سے ہے۔ یعنی غفار وہ ہے جو حد سے افزوں تعداد
کے گناہوں کو معاف کرے۔

اور غفور کے معنی میں مغفرت کا زائد از مقدار ہونا واضح ہوتا ہے۔ یعنی غفور وہ ہے جس کی عطا و
بخشائش لاناہتا ہے۔

(ب) غافر وہ ہے جو بروز عشر گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔
اور غفار وہ ہے جو بندوں کے گناہوں کو ملائکہ کی بھی آنکھوں سے چھپا دے اور غفور وہ
ہے جو بندوں کے دل سے بھی گناہوں کی یاد اور ان کا ألم اور احساس و انفعال کھودے۔

قرآن مجید میں یہ اسم۔ اسم رحیم کے ساتھ ۵ دفعہ

اسم عزیز کے ساتھ ۲ دفعہ

اسم عفو کے ساتھ ۵ دفعہ

اسم شکور کے ساتھ ۲ دفعہ

اسم حلیم کے ساتھ ۱ دفعہ

اسم ودود کے ساتھ ۱ دفعہ

صفت ذوالرحمة کے ساتھ ۱ دفعہ

مفرد ۵ دفعہ

کل ۹۲ دفعہ آیا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس لئے بھی ہے کہ وہ عزت و بڑباری والا ہے۔

اور اس لئے بھی کہ وہ شکر قبول کرتا ہے۔

اور اس لئے بھی کہ وہ سب سے محبت کرتا ہے۔

اور اس لئے بھی کہ وہ عاجز بندوں پر رحم کھاتا ہے۔

اور سب سے زیادہ وجہ یہی رحم شہا ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے بیشتر گناہوں کا تصور کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت پر جو مقدار و تعداد اور اندازہ و شمار سے بڑھ کر ہے۔ یقین رکھے اور جان لے کہ غفران الہی سب کو مٹا دینے والا۔ پردہ ڈال دینے والا۔ دھو دینے والا ہے۔

بندہ کا جتنا زیادہ مضبوط یقین غفران ربانی پر ہوگا اُسی قدر زیادہ وہ غفران سے بہرہ یاب ہوگا۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ اسم از کتاب گناہان کے لئے جرات آموز مستقبل نہیں بلکہ اسندہ کے لئے شرم دلانے والا۔ گناہوں سے روکنے والا، اور ماضی کو مزی کر دینے والا ہے۔

الشَّكُورُ جَلَّ شَرُّهُ

شکر سے ہے۔ شکر کہ خدمت معافی میں اور اللہ تعالیٰ کا شکور ہونا ان سب معافی سے ہے۔
الف: شکر کے معنی: مدح و ثناء کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ شکور ہے کیونکہ اس نے اپنی ذات کی خود مدح و ثناء فرمائی ہے۔ اپنی صفات عالیہ خود بیان فرمائی ہیں۔
ب: شکر کے معنی کسی کام کا قبول کرنا۔ اور کسی خدمت سے راضی ہو جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ شکور ہے۔ وہ بندوں کے اعمال صالحہ کو قبول فرماتا ہے اور ان کی عبادات و طاعات سے رضا مند ہوتا ہے۔ سورہ ملائکہ میں ہے:

رَبَّنَا لَعَفُورٌ شَكُورٌ "وہ تو ضرور ہی مغفور اور شکور ہے"

نیز اسی صورت میں ہے:

رَبَّنَا لَعَفُورٌ شَكُورٌ "ہمارا رب گناہ بخشتے والا بھی ہے، اور

طاعات کو قبول کرنے والا بھی۔"

سورہ تغابن میں ہے:

وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ "یعنی وہ طاعات کو قبول کرتا گناہوں پر۔"

بردباری فرماتا ہے ؟

ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ اپنے عباد کو توفیق شکر دیتا ہے ۔

ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ شکر یہ شاکرین کو قبول فرماتا ہے ۔

ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ شکر پر نعمت مزید اور ارزانی فرماتا ہے ۔

اسے اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ جو کوئی شخص ان کی خدمت کرے ۔

اسے یہ شکر گزاری سے یاد رکھیں ۔ ارباب حقوق کے حقوق تلف نہ کریں ۔

۲۹

الْعَلَىٰ مُجَلَّشًا

عَلُو سے ہے ۔ جس کے معنی بلندی ، بزرگی ، بلندی مرتبہ ، کافی اور توانائی ہیں ۔ علو کے معنی غلبہ بھی ہے ۔

عَلَا النَّهَارَ	دن چڑھ آیا
عَلَى الدَّابَّةِ	گھوڑے پر سوار ہو گیا
عَلَا فِي الْمَكَارِمِ	خصائل بزرگ میں برتر ہو گیا ۔
عَلَا فِي الْأَرْضِ	ملک میں بزرگ منشی کرنے لگا مغزور بن گیا
عَلَا بِالْأَمْرِ	حکومت میں بڑھ گیا ۔ یا مستقل ہو گیا

اللہ تعالیٰ عَلٰی ہے کہ وہ رب سے غالب اور توانا ہے ۔

اللہ تعالیٰ عَلٰی ہے کہ علوانیت اور ارتفاع مرتبت اسی کو حاصل ہے ۔

اللہ تعالیٰ عَلٰی ہے کہ وہ جملہ سفلیات و علویات سے بالاتر ہے ۔

قرآن مجید میں اس اسم کا استعمال اسم حکیم کے ساتھ بھی ہوا ہے ۔

إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ "بے شک وہ برتر حکمت والا ہے"

لَعَلِيَّ حَكِيمٌ "وہ تو ضرور بالاتر اور حکمت والا ہے"

اور اسم کبیر کے ساتھ بھی :

فَالْحَكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (مومن غ - حج لقمان) "اللہ ہی کے لئے حکم ہے جو برتر اور بزرگ تر ہے"

اور اسمِ عظیم کے ساتھ بھی

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (البقرہ) ”وہ برتر اور عظمت والا ہے۔“

اور ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ علو ربانی، حکمت و کبریاؤ اور عظمت الہی کے ساتھ ہے
بے شک علی وہی ہے جو اپنے خاص برگزیدہ بندوں کے لئے برتریں تعریف کو دنیا میں قائم فرماتا ہے
وَجَعَلْنَا لَهُمُ لِسَانَ صِدْقٍ ”ہم نے ان کے لئے سچی اور برتر تعریف
عَلِيًّا (مریم ۶) قائم کر دی۔“

بے شک علی وہی ہے جس نے ادریس علیہ السلام کو مرتبتِ علیا پر ممتاز فرمایا تھا:

وَرَفَعْنَا هُمُكُنَا عَلِيًّا (مریم ۶) ”ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھایا“

بیشک علی وہی ہے جس کا نام بلند ہے جبکہ حکم بلند ہے جس کی شان بلند ہے:

وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا (توبہ ۴) ”اللہ ہی کا فرمان بزرگ و برتر ہے۔“

واضح ہو کہ اسی مادہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت اور علو باسمِ اعلیٰ بھی قرآن مجید میں ہے۔ گو
اس حدیث ترمذی میں یہ علو موجود نہیں۔

صفات کے متعلق دیکھو:

وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ (دخل ۶) ”اللہ کے لئے برترین مثال ہے“

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ (روم ۲۷) ”اللہ کے لئے مثال بھی سب سے برتر ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے لئے بطورِ علو فرمایا ہے:-

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ (سورہ اعلیٰ) ”رب کی جو سب سے برتر ہے نام کی تسبیح کیا کر“

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّي الْأَعْلَىٰ ”رب ہی کی ذات کی رضا مندی کیلئے صدیق

عمل کیا کرتا ہے“ (دلیل)

جو بزرگ اس اسم سے تخلیق پیدا کرنا چاہیں۔ ان کو علو بہت پیدا کرنی چاہیئے اور ہمیشہ ترقیات
مراتب باطنی میں سامی رہنا چاہیئے۔

واضح ہو کہ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ کی تعمیل میں نماز پڑھنے والے کو حکم ہے کہ سجدہ میں

سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلَىٰ پڑھا کرے۔ سنن ابوداؤد کا حوالہ اسمِ عظیم کے تحت لکھا گیا۔ اُسی حدیث

میں سجدہ کی بابت بھی یہی ہے کہ جس نے تین بار سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلَىٰ پڑھ لیا اس کا سجدہ پورا ہو گیا

اور یہ ادنیٰ درجہ ہو گا۔

واضح ہو کہ رکوع و سجود میں پڑھنے کے اذکار اور بھی ہیں جو نہایت صحیح احادیث میں آتے ہیں۔ اس جگہ تیسٹ صرف اس حدیث کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو مولیٰ علی مرتضیٰ کی روایت سے صحیح مسلم میں ہے رکوع میں پڑھا کرے۔

اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ
أَمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعُ
لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَ
حُجِّي وَعَصِي .
سجدہ میں پڑھا کرے :

اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَ
بِكَ أَمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ
سَجَدُ وَبُحْيِي لَكَ خَلَقَهُ
وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ لَهُ سَمْعَهُ
وَبَصَرَهُ فَتَبَارَكَ اللَّهُ
أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ .
"یا اللہ میں تجھے سجدہ کرتا ہوں۔ تجھ پر ایمان لاتا
ہوں۔ تیری فرماں برداری کرتا ہوں میری شنوائی
میری بینائی۔ میری ہڈیوں کا گودا میرے پیٹھے
تیرے حضور میں جھکے ہوئے ہیں۔"

۳۰
الکبیر
جل شانہ

کبیر سے ہے۔ اہل دنیا میں کبیر کا استعمال کلائی سن و سال کے متعلق بالخصوص کیا کرتے ہیں۔
مطلقاً بزرگی و بزرگ منشی بھی اس کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمان و مکان سے ارفع و اعلیٰ ہے اس کے
اسم احسن میں مطلق بزرگی و عظمت کے معنی ہی مقصود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کبیر ہے اور جملہ موجودات زمانی و غیر زمانی پر اسے سبقت حاصل ہے۔
اللہ تعالیٰ کبیر ہے اور اس کی کبریائی کے سامنے ہر ایک اکبر الکبیر ادنیٰ ترین صغیر ہے۔
اللہ تعالیٰ کبیر ہے وہ کامل الصفات اور شامل الصفات ہے۔
اللہ تعالیٰ کبیر ہے اور کبریائی اس کی ردا ہے۔

مرا و رارسد کبریا و منی کہ ملکش قدیم ست و ذاتش منی
 وَلَهُ الْكِبَرُ بِمَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (جاثیہ)
 ” آسمانوں اور زمین میں اُسی کو کبریا ہی حاصل ہے وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔“
 بے شک اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے۔ جو آیات کبریٰ کا مالک ہے۔ وہ آیات کبریٰ کہ ان کی سیر اپنے حبیب و خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرائی تھی۔
 اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جس کے حکم میں طامۃ الکبیر لے ہے۔
 اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جسکا اقتدار نہ کبریٰ پر ہے۔
 اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو یوم کبیر میں اپنی کبریا کا شکوہ دکھلائے گا۔
 اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو اپنے عباد پر فضل کبیر بذل فرماتا جو مخلصین کو فوز کبیر تک پہنچاتا اور اہل طاعت کو اخیر کبیر سے شاد کام فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو اہل ایمان کو نعیم اور ملک کبیر عطا فرمائے گا۔
 قرآن مجید میں یہ اسم جن اسماء حسنی کے ساتھ مستعمل ہوا ہے وہ یہ ہیں :
 عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ (رعد)
 ” غیب اور شہادت کا جانتے والا۔ کبر اور علو والا۔“
 ” بے شک اللہ ہی برتر اور بزرگ ہے۔“
 ” حکم اللہ ہی کا ہے جو بلند تر اور بزرگ تر ہے۔“
 ان آیات پر غور کرو کہ کبریا اور علو کو کس طرح شامل کر کے بیان فرمایا گیا ہے اور اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی کو سبقت زمانی یا عظمت ایجاد کے ساتھ نہ سمجھا جائے بلکہ وہ ان سب سے بالاتر ہے۔ خود ہی فرمادیا ہے :

سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ
 ” یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے
 عَلُوُّ اَكْبَرًا (سورہ ابراہیل)
 اقوال سے بلند۔ نہایت بلند۔ بزرگ نہایت بزرگ ہے۔“

وہ ارجاس۔ اناس سے پاک عیوب و نقائص سے منزہ ہے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا تعلیم دی ہے۔
 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ فِيْ عِيْنِيْ صَعِيْرًا
 ” الہی مجھے میری نگاہ میں چھوٹا بنا دے اور لوگوں

وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَيْدٌ
کی نظروں میں مجھے بڑا رکھبو

الحفیظ

حفیظ کے معنی نگہبانی اور یادداشت میں -

اللہ تعالیٰ حفیظ ہے۔ موجودات کی حفاظت فرماتا۔ بلیات سے صیانت کرتا ہے۔
قوام عالم اسی کی نگہبانی سے قائم ہے اور نظامِ اُکمل کا وہی ناظم ہے۔
بے ستون آسمان کو اُسی نے ہوا پر معلق کیا اور پھر اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔
بے بنیاد زمین کو اُسی نے قائم فرمایا اور اپنی نگہبانی میں رکھ چھوڑا ہے؛ وَلَا يَوْمُكُمْ حَفِظُهَا
اس نگہبانی و حفاظت کے سستی و ماندگی کا اس پر کوئی اثر نہیں۔ اس صیانت میں اُسے کچھ دشواری
نہیں۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو ہمارے لئے حَفَظَہ وہ فرشتے جو بندہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ مقرر
فرماتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو شیطانِ مارد کی شرارتوں کو ناکام بناتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے کہ مومنہ عورتوں کی عصمت محفوظ ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو شیطانِ رحیم کے زُذ سے اہل ایمان کو بچاتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو کتابِ حفیظ کا مالک ہے وہ کتاب جس میں جملہ تبدلات و تغیرات
کی صحیح کیفیت موجود رہتی ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو ہر ایک اَوَّاب و حفیظ کو یعنی حکموں کے نگاہ رکھنے سے بندوں کو
ابہر کریم عطا فرماتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے اُسی کی صفت اس آیت میں ہے؛ وَرَبُّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
حَفِیظٌ۔ تیرا رب ہر ایک شے کی حفاظت فرماتے والا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جس نے ہمارے سر پر سَقْفِ محفوظ کو ثبت کیا ہے۔

ہاں وہی حافظ ہے اور كُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ (انبیاء ۶) کی شان اسی کو حاصل ہے

ہاں وہی حافظ ہے : خَيْرُ حَافِظًا وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اسی کی صفت ہے ۔
اسے اسم پاک سے تخلیق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حافظ حقیقی یقین
کریں ۔ حفاظت ظاہری کے جملہ استحکامات کو بیچ و حقیر سمجھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی جان و مال و
اولاد کا حافظ سمجھیں ۔ اسی کی حفاظت میں اپنے قلب کو کر دیں ۔ اسی کی حفاظت میں اگر جملہ
بلیات شیطانی و آفات نفسانی سے گنہگار رہیں ۔

۳۲ الْمَقِيَّتُ جِلْدُ شَدَّ

مَقِيَّتُ کے معنی ”گھسان و عطائے قوت میں توانائی رکھنے والا“ ہیں ۔ اپنی معنی میں نہ کہیت
ہے : وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيَّتًا ۔
مَقِيَّتُ ۔ قوت سے بھی ہے ۔ قوت ، غذا کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو جزو بدن ہو سکے
اور صحت قوت کے قیام کا ذریعہ بن سکے ۔

مَقِيَّتُ وہ ہے جو جملہ قوائے بدن کو توانائی دیتا ہے ۔

مَقِيَّتُ وہ ہے جو قوائے روحانی کو غذا بخشتا ہے ۔

مَقِيَّتُ وہ ہے کہ نباتات و جمادات و حیوانات جن دھلک اپنی اپنی طبعی ساخت اور
اقتضائے فطرت کے مطابق اس کی روزی سے پل رہے ۔ بڑھ رہے ۔ نشوونما پا رہے ہیں ۔
دماغ کی غذا ۔ قلب کی غذا ۔ رُوح کی غذا کو وہی مہیہ کرتا ہے اور اسی کی غذا سے ان سب
کی تربیت و تقویت و تنویر ہوتی ہے ۔

اسے اسم سے تخلیق کرنے والوں کو لازم ہے کہ اپنے تمام اعضاء کی صحت و طاقت جملہ قوائے
کی بقا و قوت کا سوال اُسی مالک سے کرے ، اور التجا کیا کرے کہ اسے میرے رب میرے پُروردگار
میرے اعضاء میرے قوی ۔ میرے حواس ۔ میرے مدارکات ۔ میری خدمات ۔ میری معلومات ۔ میرے
مشاہدات کو تو ہی اپنی رحمت و طاقت سے بڑھانا رہے ۔ تو ہی ان سب کی درستی و توانائی کا سامان
فرمایا کرے ۔

الحسب

حَسْبُ کے معنی کفایت ہیں۔ ممانورہ ہے : هَذَا حَسْبُكَ مِنْ غَيْرِكَ ۔
 اللہ تعالیٰ حَسْبُ ہے۔ اُسی کی حفاظت کافی ہے۔ اُسی کی پناہ کافی ہے۔ وہی مہمات
 امور کے لئے کافی ہے۔ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (سورہ طلاق) اگر وہ انکار
 کریں تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ وہی معبود ہے اور کوئی نہیں۔ اُسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اور
 وہی عرش بزرگ کا رب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دینے کا حکم ہوا ہے :
 قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ (سورہ زمر ۲)
 ”کہہ دے اللہ میرے لئے کافی ہے“ اور
 اُسی پر توکل والوں کو اعتماد کرنا چاہیئے۔“

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ
 لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
 وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
 ”اگر یہ روگردانی کریں تو کہہ دے کہ اللہ مجھے
 کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُسی پر
 میرا اعتماد ہے۔ وہی بزرگ ترین عرش کا پروردگار
 ہے۔“ (توبہ ۱)

بیشک الْحَسْبُ وہی ہے کہ اعدا کے اجتماع اور خوف و دہشت کی حالت کو معلوم کر کے
 جب اہل ایمان نے حَسْبْتَ اللہ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (سورۃ آل عمران ع ۱۸) ”ہم کو اللہ کافی ہے۔“
 اور وہ اچھا کارساز ہے۔“ پڑھا۔

تب لغت و افضال الہی نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ رضوان الہی نے ان کی دستگیری کی، اور
 فضل عظیم ان کے شامل حال ہو گیا۔ تخیف شیطانی کا اثر جاتا رہا، اور صرف خوفِ خدا ہی اُن کی
 سمج راہ بنا رہا۔

ب۔ حَسْبُ کے معنی حساب کنندہ ہیں۔
 اپنی معنی میں ہے : الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَاتٍ ۔ ”سورج اور چاند حساب کے اندر

ہیں۔

اِنَّ الْحَسْبَیْ وَہی ہے جو سریع الحساب بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت میں سب کا حساب کس طرح کیا جائے گا۔ انہوں نے فرمایا: یُحَاسَبُونَ کَمَا یُؤْتَوْنَ۔ جس طرح یہاں دنیا میں تمام مخلوق کو کیا جائے گا۔ اسی طرح وہاں بھی سب کا حساب کیا جائے گا۔

اَلْحَسْبُ وَہ ہے جو کَفَىٰ بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا۔ "اے بندہ آج تو خود اپنے نفس کا حساب کرنے میں کافی ہے"۔ کا حکم جاری فرمائے گا۔
اَلْحَسْبُ وَہ ہے جو جزاءٌ مِنْ رَبِّکَ عَطَاءٌ حَسَابًا۔ "تیرے رب کی طرف سے جو جزا ملے گی۔ وہ عطا ہوگی اور وہ اندازہ باندازہ ہوگی"۔ کی شان میں متقین پر جو دور نوال اور رطفت و افضال کے دروازے کھول دے گا۔

اسی اسم سے تخلیق کرنے والوں کو لازم ہے کہ رب العالمین سے حساباً اَلْیَسِیْرًا کی درخواست کرتے رہیں۔ یَوْمَ الْحِسَابِ پر یقین کو چھتہ رکھ کر سمجھ لیں کہ ایک روز اس کتاب پر حساب دینا ہوگا۔ جس کی صفت یہ ہے:

"لَا یُعَادِرُہُ نَجْوً وَّ لَا کِبَیْرًا" "کوئی چھپوٹی بڑی بات ایسی نہ ہوگی جو اس کتاب میں درج نہ ملے گی"

اَلْکَرِیْمُ جَلَّ شَانُہٗ

کریم سے ہے۔ کریم کے معنی عَظَمَتْ شَرَفٌ۔ عزت اور جود و سخاوت ہیں۔ اہل زبان کریم کی صفت میں کہا کرتے ہیں کہ کریم وہ ہے کہ وعدہ کرے تو پورا کر دے۔ قدرت پاکر۔ قصور معاف کر دے۔ عجیب دیکھے اور پردہ پوشی کرے۔ قصور معلوم کرے اور درگزر فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جملہ معانی کے اعتبار سے کریم ہے۔ وہی کرامت حقیقی کا مالک ہے اور وہی صاحب جود و کریم ہے۔

اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ رسول کریم کا بھیجے والا ہے جَاءَہُمْ رَّسُوْلٌ کَرِیْمٌ (دخان)

اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ قرآن کریم کا اتارنے والا ہے: اِنَّهُ نَزَّلَ الْقُرْآنَ كَرِيْمًا (واقعہ)
 اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ اجر کریم کا عطا فرماتے ہوئے ہے: وَ لَهُمْ أَجْرٌ كَرِيْمٌ (حدید)
 اللہ تعالیٰ کریم ہے کہ مداخل کریم کا داخلہ اسی کے حکم میں ہے۔
 اللہ تعالیٰ کریم ہے کہ ساق کریم کا ارزانی کنندہ وہی ہے۔
 اللہ تعالیٰ کریم ہے اور تمام مخلوق اسی کی نوال و کرم سے بہرہ گیر ہے۔
 اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ جو اذ مطلق اور غنی برحق وہی ہے: فَبِأَنَّ رَقِيْعُ غَنِيٍّ
 کریم۔ (نمل ۷۶)
 اس اسم سے تخلیق پیدا کرنے والوں کو اوصاف کریمانہ کے حصول میں سعی و کوشش کرنا
 ضروری ہے۔

۳۵۔ الْرِقِيْبُ وَ جَلَّ شَانُهُ

اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے رقیب نگہبان، نگرانی کنندہ کو کہتے ہیں
 اللہ تعالیٰ ایسی ہے جو موجودات کی حرمت، فرمانا اور معلومات کی رقابت کرتا ہے۔
 یہ یاد رکھنا چاہیے کہ الرقیب کے معنی میں علم اور حفظ کی مجموعی صفت جمع ہوتی ہے۔
 سورہ احزاب میں ہے: وَ كَانَ اللّٰهُ يَخْلُقُ كُلَّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا۔ "اللہ پاک تو ہر چیز کا نگہبان
 ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے:
 فَلَمَّا تَوَقَّيْتَنِي كُنْتُ اَمْنًا
 الرِّقِيْبُ عَلَيْهِمُ د
 "جب تو نے مجھے ان لوگوں میں سے لے
 لیا۔ تب تیرا خدا ان کا نگہبان تھا"
 اس اسم سے تخلیق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے خیالات و معاملات کو باری تعالیٰ
 کی نگرانی میں دے دے۔ نفس و شیطان سے محفوظ ہونے کا یہی آسان طریق ہے۔

۳۶ الْقَرِيبُ حاشا

یہ اسم آیت ذیل سے لیا گیا ہے :

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ اجِيبْ دَعْوَاهُ
إِذَا دَعَانِ
”اے نبی جب آپ سے لوگ (میرے بندے)
میری بابت سوال کرتے ہیں تو میں قریب
ہوں اور جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے
تو اسکی پکار (دعا) کو قبول کرتا ہوں“
(سورہ بقرہ)

تفسیر خازن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ یہود ان مدینہ نے یہ سوال کیا تھا کہ
خدا تو عرش پر ہے اور عرش و فرش کے درمیان اتنے آسمانوں کا بُعد اور غفلت حائل ہے۔ پھر خدا
ہماری کیونکر سُنتا ہے۔ تب ان کو اللہ عز و جل نے یہ جواب بھیجا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ صحابہ میں سے بعض نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا ہمارا رب ہم سے قریب
ہے تاکہ اہستہ اہستہ اس سے مناجات کیا کریں۔ یا ہمارا رب ہم سے بعید ہے کہ ہم اُسے زور زور سے
پکارا کریں۔ تب یہ جواب اُترا تھا۔

ایک صحیح حدیث میں بھی یہی اسم آیا ہے۔ صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے ایک وادی میں چڑھتے
ہوئے اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تکبیر زور سے لگائی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا :

اَيُّهَا النَّاسُ اكْرِمْوْا اَنْفُسَكُمْ
فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ صَمًا وَلَا
غَاسِبًا اَنْتُمْ تَدْعُوْنَ سَيِّئًا بَصِيْرًا
”اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرہ
دگر (گوش) کو یا غائب کو نہیں پکار رہے
ہو تم تو سمیع و بصیر و قریب کو پکار رہے ہو“
قریباً۔

آیت قرآنی میں قَرِيبُ فرمایا اور اس کی تحت اجابت دعوت کا ذکر کیا۔ حدیث صحیح میں
قریب فرمایا : اور اس کا مطلب سمیع و بصیر کے اسماء میں آشکار فرمایا۔

انسان غور کرے کہ قرب کے خواص کیا ہیں۔ جب کسی شے یا انسان کے احوال پر ہمارا علم ہماری شنوائی، ہماری بینائی بیک وقت بیک لحظہ کار فرما ہوں تو ثابت ہو گا کہ وہ شے ہم سے قریب ہے یا ہم اس سے قریب ہیں۔ ہم سے اُس شے کا قریب ہونا تب نیچ ہو گا جب اس کا علم اور گوشِ چشم بھی ہمارے اُوپر وہی عمل کرتے ہوں۔

اللہ عزوجل جس کا علم ہر ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بصر جو شب تاریک میں سمندر کی سب سے زیادہ گہرائی کی تہ میں پڑی ہوئی ادنیٰ شے کو بھی دیکھ رہی ہے۔ اللہ کی سمیع جو تختِ اشراف کے نیچے پہاڑ کی غار کے اندر والے کیڑے کی جو ہنوز پتھر کے اندر مخفی ہے کی آواز کو بھی سننے والی ہے بے شک ہم سے قریب ہے۔ گو وہی قرب ہم کو اس سے حاصل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرب کے مارج بھی بتلائے ہیں۔

۱، اَلَا رَأٰی تَنْصُرُ اللّٰہَ قَرِیْبٌ، ”خبردار تحقیق اللہ کی مدد نزدیک ہے۔“ جب انسان وسائلِ دنیوی سے محروم ہو جاتا اور اسبابِ دعاوی کو اپنے خلاف پاتا ہے۔ تو دل شکستگی کے ساتھ بے اختیار بول اٹھا کرتا ہے: ”متیٰ نصر اللہ“ اللہ کی مدد کہاں ہے۔ اور اسی وقت قدسی کلام اُسے ہدایت کرتا ہے کہ اللہ کی مدد تو قریب ہے۔ یہ قرب کا ایک حجب ہوا۔ جو نصرت و یاوری کی شکل میں تجسلی ہوتا ہے۔

۲، اِنَّ رَحْمَۃَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ”اللہ کی رحمت احسان والوں سے قریب تر ہے“ احسان کہے کہتے ہیں۔ اس کے معنی حدیثِ جبریل میں بتائے گئے ہیں۔

تَقْبَلُ اللّٰہُ کَانَکَ تَرَاہُ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فَاِنَّ سَآءَ یَرَاکَ۔ ”اللہ کی عبادت کر، گویا تو اُسے دیکھتا ہے اور یہ نہیں تو وہ تجھے ضرور دیکھتا ہے۔“

آیت بالا میں بتایا گیا ہے کہ رحمتِ الہیہ ان بندوں سے قریب ہے جو عبادتِ الہیہ۔ حظِ وافرِ تعقلِ کامل اور اعتمادِ محکم سے مشغول رہنے والے ہیں۔

۳، رَاٰی سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ۔ ”تحقیق وہ سننے والا نزدیک ہے۔“

یہ ذاتِ پاک کے متعلق موفان ہے۔ وہ ہم سے قریب ہی ہے اور وہ ہماری باتوں۔ التجاؤں دعاؤں کا شنوا بھی ہے۔

سمیع و قریب ہر دو صفات میں اور اللہ تعالیٰ کی صفات انسانی صفات سے منزہ و برتر

ہیں۔

(۳۰) اِنَّ رَزَقَ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ”میرا رب قریب ہے اور میری دعا سنتا ہے“

یہ الفاظ نبی اللہ کی زبان سے ہیں اور اس قرب کو ظاہر کرتے ہیں جو انبیاء کو بوجہ قبولیت و شرف و اختصاص خاص حاصل ہوتا ہے کہ ان کی حمایت کی جاتی، نصرت فرمائی جاتی۔ ان کی معروضات کو درجہ اجابت دیا جاتا ہے۔

بعض لوگ قرب اور غلط کے معنی میں کوئی فرق نہیں کرتے اور اس آیت ہی سے خالق و مخلوق کو متحد الجنس بناتے اور بتانے کی سعی کیا کرتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ لغت اور کلام اللہ ان کی ایسی تاویلات کی تائید نہیں کرتے۔ اور جب وہ لغت و لسان ہی کے قواعد کے پابند نہیں۔ تب تو کسی آیت کے بغیر بھی وہ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔

اسما حسنی کے حل مطالب کے متعلق یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر آیات کے خاتمہ میں دو، دو اسم آتے ہیں۔ جیسے علی الکبیر۔ علی العظیم۔ غفور الودود۔ حمید مجید۔ یہ دونوں اسم ایک دوسرے کے معنی میں تعلق میں بہت بڑا تعلق اندرونی رکھتے ہیں۔ ایک کے اسرار دوسرے کے انوار سے بخوبی آشکارا ہوا کرتے ہیں۔

اسم قریب کے معنی کی دریافت میں تدبیر کرنے سے پرہیز لگ جاتا ہے کہ آیات قرآنیہ میں اس کا استعمال صریح و بصیر اور مجیب کے ساتھ ہوا ہے۔ یہی اسما حقیقت قرب قریب کا بھی وضوح فرمائیں گے۔

۳۷
جل شانہ
الکجیب

اسم علم ہے۔ جواب اور اجابت سے بنایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجیب ہے کہ وہ ہر سائل کے سوال کا جواب دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجیب ہے کہ وہ ہر ایک دعا مانگنے والے کی دعا کو شرف اجابت بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجیب ہے کہ وہ ہر ایک سوال کو سمجھتا ہے اور ان کی ضروریات طبعی و اتفاقی

کو پورا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجیب ہے کہ سب کی زبان قال کو سمجھتا ہے اور صدق مقال کو شرف قرب عطا

کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجیب ہے اس پکارنے والے کی دعا کو جو اضطراب و اضطراب میں رب العالمین کو یاد کرتا ہے۔ سماعت فرماتا اور قبولیت عطا کرتا ہے۔

اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا
دَعَا (نمل ۸۷)

اللہ تعالیٰ مجیب ہے اور خود بندوں پر استجاب احکام کو فرض ٹھہراتا ہے۔
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِيْ وَلْيُجِيبُوْا ”چاہئے کہ بندے میرے حکموں کو قبول
کیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں“ (نبرہ ۲۳۷)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب و مجیب ہونے کا ایمان رکھتے ہیں۔

جو لوگ احکام الہی کو فراخ دلی و استحکام سے قبول کرتے ہیں۔

جو لوگ نافرمانی و سرکشی سے دور رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مجیب ہونا ان پر سراسر ظاہر

ہو جاتا ہے۔

اس سے اسم سے متحقق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ جب موقع ملے تب ہی دل کھول کر
یا یا ھے اھا کر، پوری توجہ، پوری رغبت سے اور پورے یقین قبولیت سے دعا کیا کریں۔ نامنظوری
یا عدم قبولیت کا وہم بھی دل میں نہ آنے دیں۔

الْوَّاسِعُ جَلِ شَاہُ

وَّشِعْ کے معنی فراخی۔ تو نگر۔ دسترس طاقت ہیں۔ سَعَتْ بھی وہی ہے۔ جو

وَّشِعْ ہے۔

وَّاسِعُ اللہ تعالیٰ کا عَلَمُ ہے۔

اللہ تعالیٰ وَّاسِعُ ہے اور اسکی جود و عطا محیط اندازہ سے باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ وَّاسِعُ ہے جس نے جملہ اشیاء کو اپنے انعام سے گھیر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ وَّاسِعُ ہے کہ اس کا رزق سب کو ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ وَّاسِعٌ ہے کہ اس کی رحمت سب کو شامل ہے۔ وہی وسعت غیر متناہیہ کا مالک ہے۔ اسی نے موجودات کو وسعت و انبساط بخشا ہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَهِيَ زِيَادَةٌ ۖ

”اس کا علم آسمانوں اور زمین سے فراخی میں بہت زیادہ ہے۔“

وَسِعَ رَحْمَتِي كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَعِلْمُ اللَّهِ غَايٌ ۖ وَهُوَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ

”وہی ہے جس کا علم ہر شے پر حاوی ہے۔“

وَحُشِّي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ

”وہی ہے جس کی رحمت ہر شے سے فراخ تر ہے۔“ (اعراف)

ہاں وَّاسِعٌ وہ ہے جس کی مجموعی صفت میں ہر ایک اس طرح ترغویاں ہیں :

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا ۚ

”اے ہمارے رب تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر ایک چیز کو دسترس میں لے لیا ہے“

ہاں اللہ تعالیٰ وَّاسِعٌ ہے مگر غریب بندوں کو ان کی وسعت و طاقت سے بڑھ کر کوئی حکم نہیں دیتا :

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ

”اللہ پاک کسی ایک مخلوق کو بھی اسکی طاقت اور برداشت سے بڑھ کر کسی حکم پر مجبور نہیں کرتا“

اس اسم کے متعلق یہ دعایا درکھنی چاہیئے :

اللَّهُمَّ اجْعَلْ أَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ ۖ

”یا اللہ عمر بڑھ جانے پر اور بڑھاپے کے وقت اپنا رزق مجھ پر اور زیادہ وسیع فرما۔ اے وہ

عِنْدَ كِبَرٍ سَبَّحْتَنِي ۖ وَإِنْ قُطِّعَ عُرِّي ۖ

”ذات کہ جسے نہ آنکھیں دیکھتی ہیں اور نہ

يَا مَنْ لَا تَرَاكَ الْعَيُّونُ وَلَا تَخَالِطُهُ

”گمان و وہم پا سکتے ہیں اور نہ وصف کرنے

الظُّلُومُ وَلَا يَصِفُهُ الْوَاصِفُونَ ۖ

”وہ اس کا وصف کر سکتے ہیں۔“

۳۹

حکیم

ابن شیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسم حکیم کو حکم اور حکمت سے مشتق بنایا ہے۔ بیشک

اللہ تعالیٰ حاکم علی الاطلاق ہے اور معنًا اس پر کوئی امتراض نہیں مگر ائمہ لغت میں سے کسی نے حکیم بمعنی حاکم تحریر نہیں کیا۔

رہا حکیم کا مشتق از حکمت ہونا۔ یہ سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔

حکمت۔ اعمال میں افضلیت اور افعال میں احسنیت کے علم کو حکمت کہتے ہیں۔

حکمت۔ اُن غایات حمیدہ کا نام ہے جو سلسلہ تکوین میں ملحوظ ہیں۔

حکمت۔ اُن مصالح کلیہ کا نام ہے جو نظام عالم کا قوام ہیں۔

احسن اخلاق اور احسن اعمال کا حکمت ہونا ضروری ہے۔

بہترین فوائد اور بہترین مقاصد کا حکمت ہونا لازمی ہے۔

ہاں حکمت کا مفہوم یہ ہے کہ افضل العلوم سے افضل الاشیاء کو معلوم کیا جائے۔

قرآن مجید میں چند مقامات پر حکمت کا اثبات فرمایا گیا ہے۔

۱۔ وَاللّٰهُ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ "اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے" (بقرہ ۲۵۴)

۲۔ مَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (نعمان) "جس شخص کو حکمت دی گئی اسے تو خیر کثیر دی گئی"

سیمان علیہ السلام کی طرح میں ہے :

۳۔ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصَّلَ الْخِطَابِ "ہم نے اسے حکمت بھی دی اور صاف صفا فیصلہ کرتا ہے"

۴۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ "وہ دنیا کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے" (بقرہ ۱۲۹)

۵۔ حِكْمَةً بَّالِغَةَ فَمَا تَعْنِ الْمُنْذِرُ "حکمت کامل دی گئی مگر ان کو انداز کا فائدہ نہ ہوا" (سورہ قمر ۱)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آیات قرآنیہ کو اسماء صفتی کے ساتھ جن پر آیات کا اختتام ہوتا ہے بلحاظ معنی تناسب تام ہوتا ہے۔ لہذا مقرر کرو کہ اسم حکیم کا استعمال قرآن پاک میں کس طرح ہوا ہے :

اسم عزیز کے ساتھ اِنَّ اللّٰهَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (مائدہ ۱۰)۔ "بے شک میں اللہ

غالبِ حکمت والا ہوں ۔

۲۳ مقامات اور ہیں جہاں عزیزِ حکیم فرمایا ہے :

اسم حمید کے ساتھ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَبِيبٍ (سورہ فصلت) یہ کلامِ حکمت والے ، خبر والے کا آئارا ہوا ہے ۔

اسم خبیر کے ساتھ فَصَّلْتُ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (سورہ بقرہ) حکمت والے ۔ خبر والے کی طرف سے تفصیل کر دی گئی ہے ۔

وَهُوَ الْحَكِيمُ الْحَبِيرُ (سورہ انعام) اور وہ حکمت والا خبر دار ہے ۔

اسم واسع کے ساتھ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا (سورہ ناسر) اللہ تعالیٰ تو وسعت دینے والا حکمت والا ہے ۔

اسم علی کے ساتھ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ (سورہ زخرف) اے شک وہ برتر حکمت والا ہے ۔
اسم علیہ کے ساتھ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ (سورہ النعام ع ۱۳) اے شک تیرا رب حکمت والا ہے ۔

دس مقامات دیگر ہیں :

ان آیات پر تدبیر کرنے سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ خیرت و وسعت اور علم و حمد اور علو و رفعت کے مفہوم سے حکیم کا مفہوم زیادہ تر واضح و واضح ہو جاتا ہے ۔ یہ وہ طریق ہے جو مقصودِ ربانی کو صحیح طریق پر بخوبی ذہن نشین کر دیتا ہے ۔ یہ مشہور عام ہے : فَعَلَّ الْحَكِيمُ لَا يَخْلُوَ عَنِ الْحِكْمَةِ ۔ حکمت والے کا فعل حکمت سے خالی نہیں ۔

اس اصول پر اگر شرائع الہیہ اور احکام ربانیہ کی تحقیق کی جائے ۔ اگر دفترِ تکوین کا مطالعہ کیا جائے اگر صحیفہ فطرت کا ملاحظہ کیا جائے تو ذرہ ، ذرہ اور پستہ ۔ پستہ سے رب العالمین کی حکمت نمایاں ہو جاتی ہے ۔

کو تاہم بن لوگ اپنی اپنی نا فہمی سے حسن و قبح اشیا کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور پھر تقصیرِ حکمت پر بحث اُڑا ہوتے ہیں ۔ کاش وہ اس مشہور فقرے کو غور سے پڑھیں اور یقین رکھیں کہ رب العالمین کے حمد احکام و افعال حقیقتہً صحیح ترین مقصد اور نافع ترین فوائد اور احسن ترین اطوار پر مبنی ہیں ۔ لہذا الْحَكِيمُ اسی کا اسم احسن ہے اور اسی کی پاک ذات پر حقیقتہً صادق آتا ہے ۔

بیشک اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور اس نے ایسی مخلوقات میں جملہ لوازمات و مناسبات صحیحہ کو

پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور مباحیات اشیاء پر اس کی حکمت محیط ہے۔
انفاق صناعات اور احکام مشکلات میں اس کی حکمت جلوہ گر ہے۔
اس اسم سے تخلف پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ وہ علم و حکمت کے شیدائوں - وہ
اسرار و دقائق کو نیلے کے معلوم کرنے کے شائق ہوں۔ وہ فہم سلیم اور عقل دقیق سے اسرار احکام
شریعت کے جویا ہوں۔

آج کل اکثر لوگ صرف منطق یا سائنس کے مطالعہ کے بعد احکام شریعت کی خوبی سے بیخبر
رہ کر اپنے اپنے فہم کو ان احکام حق سے بہتر خیال کرنے لگتے ہیں لہذا علماء حقانی کو لازم ہے کہ
اس حکیم کے ظلال سے فورگیر ہو کر لوگوں کو دلائل عقلیہ کے ساتھ ان احکام کی توفیق و تبیین فرمایا
کریں تاکہ اُدْعَا إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ کا مفہوم پورا ہو۔
حکمت کی تفسیر میں اقوال ائمہ دین کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حکمت کے
معنی علم القرآن بتلائے ہیں یعنی نسخ و منسوخ - حکم و منشأ - مقدم و مؤخر - حلال و حرام وغیرہ کی
شناخت۔ فقہاک نے حکمت کے معنی قرآن اور فہم قرآن بتلائے۔ مجاہد نے قرآن اور علم اور
فہم بتلائے۔

مجاہد نے دوسری روایت میں حکمت کے معنی قول و فعل کی اصابت بیان کئے ہیں۔
غنی نے فرمایا کہ حکمت معانی الاشیاء اور فہم معانی کا نام ہے۔
حسن بصری نے فرمایا کہ دین الہی میں ورع کا نام حکمت ہے۔
امام شافعی کہتے ہیں کہ جن آیات میں کتاب کے ساتھ حکمت کا لفظ آتا ہے۔ بیان حکمت سے
مراد سنت نبویہ ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ حق کی شناخت اور عملِ رقی کا نام حکمت ہے۔ اگر ان اقوال میں معنی مشترک
کا خیال کیا جائے تو حکمت کے معنی یہ ہیں کہ بر شے کو اس کی اصلی جگہ پر رکھا جائے۔
اشیاء پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ جملہ اشیاء کے لیے مقتضیات میں حدود ہیں۔
نباتات ہیں۔ اوقات ہیں۔ جن میں تقدم و تاخر نہیں ہو سکتا۔ لہذا حکمت وہ ہے جس میں ان جملہ جہات کو
مرعی رکھا جائے اور حکیم وہ ہے جس کا حکم ان جملہ جہات میں اشیاء عالم و عالم پر نافذ ہوتا ہے۔
حکمت خیر کثیر ہے۔ حکمت بصیرت قلب ہے۔ حکمت حقیقتِ فطرت ہے۔ حکمت

غائت خلقت ہے۔ حکیم مطلق ہی کے حکم سے با ایمان قلب ان مراتب کو حاصل کر سکتا ہے۔
اس اسم سے تخلیق حاصل کرنے والوں کو قرآن و سنت میں مہارت حاصل کرنی چاہیئے۔ علوم و
فنون کی طرف راغب ہونا چاہیئے۔ مہارت سے نفرت کرنا چاہیئے۔ اسرار قدرت اور رموز فطرت کے
تجسس و تحقیق کا شوق و ذوق ہونا چاہیئے۔

الْوَدُودُ

وداد کا درجہ محبت سے اعلیٰ ہے۔ و داد کے معنی صفائی محبت ہیں۔ محبت کے لب اور خلاصہ
کا نام و داد ہے۔ و داد محبت کا وہ درجہ ہے جو اخلاص سے حاصل ہوتا ہے اور شائبہ اغراض کا دھوکا
جانا رہتا ہے۔

الف۔ و دود کے معنی مود و د بھی ہیں۔ یعنی وہ ذات جس سے محبت کی جائے۔ جس کو فقید
دل نذر میں پیش کر دیا جائے۔ وہ جس سے محبت شدید کا علاقہ پیدا کیا جاوے۔
و دود کے معنی واد بھی ہیں۔ یعنی وہ جو ہم سے محبت کرتا ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ہر دو معانی کے اعتبار سے و دود کا ترجمہ
حبیب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ وہ اپنے بندوں سے خود بھی محبت رکھتا ہے اور بندے بھی
اس سے محبت رکھتے ہیں۔ محبت کا وجود ہر دو جانب متحقق و مستم ہے۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ
”اللہ ان سے محبت کرتا ہے وہ اللہ
سے محبت کرتے ہیں“

سورہ ہود میں ہے :

إِنَّ رَحْمَتِي رَحِيمٌ وَدُودٌ
”میشک تیرا رب تو رحم فرمانے والا، پیار
کرنے والا ہے“

سورہ بروج میں ہے :

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ
”وہ تو بیحد بخشنے والا اور کمال محبت کرنے والا ہے“

سُورۃ مَرِیمَ میں ہے :

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ
وَدًّا ۱۔ ”رَحْمَنُ اُنْ کے لئے مَحَبَّت کو خاص فرما
دے گا۔“

ہاں مَحَبَّتِ رَبِّی — رحم سبکربندہ نوازی کرتی ہے۔

ہاں مَحَبَّتِ سُبْحَانِی — عَفْران بکرا اپنے غلاموں کو خلعت نجات پہناتی ہے۔

ہاں مَحَبَّتِ الہی رحمت کو مَحَبَّت کا تاج پہناتی اور بندہ خاک نشین کو تختِ رضوان پر بلند

کرتی ہے۔

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ پر مکرر غور کرو کہ مَحَبَّت کی ابتدا ہمارے مالک کی جانب سے

ہوئی ہے۔ مَحَبَّت خود ان بندوں کی بن جاتی ہے۔ مَحَبَّت کا انتفاع اپنی کو حاصل ہوتا ہے۔

عیسائیوں کے پاس ایک فقرہ ہے۔ خدا سراپا مَحَبَّت ہے۔ وہ اس فقرہ پر بہت

اترایا کرتے ہیں۔ ہاں اللہ کی صفت پر خوش ہونا بھی درست ہے لیکن رب العالمین کا ودود ہونا

اس سے بڑھ کر ہے۔ ودود تو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اول تو وداد کا درجہ مَحَبَّت سے بڑھ کر

ہوا۔ پھر رب العالمین نے اس صیغہ کے انتہائی اسم کو اپنے لئے پسند فرمایا، اور پھر وَدِّ اور سراپا

مَحَبَّت کو بندوں ہی کے لیے خاص فرمایا۔

مَحَبَّت کسے کہتے ہیں !

(۱) دلِ سالم کی میل دائم کا نام مَحَبَّت ہے۔

(۲) محبوب پر تمام پیاری چیزوں کے نثار کا نام مَحَبَّت ہے۔

(۳) حاضر و غائب میں محبوب کی موافقت کا نام مَحَبَّت ہے۔

(۴) اپنی گمشدگی میں اثباتِ محبوب کا نام مَحَبَّت ہے۔

(۵) مراد محبوب پر ایثارِ قلب کا نام مَحَبَّت ہے۔

(۶) الزام طاعت اور مفارقت مخالفت کا نام مَحَبَّت ہے۔

(۷) نفی دعوئے کا نام مَحَبَّت ہے۔

(۸) ہر چیز کو محبوب کے لئے خاص کر دینے کا نام مَحَبَّت ہے۔

(۹) الزام تقصیرِ خدمت کے لزوم کا نام مَحَبَّت ہے۔

(۱۰) غیریت کا نام مَحَبَّت ہے۔

- (۱۱) ترک آرام کا نام محبت ہے۔
 (۱۲) نفی خواہشات کا نام محبت ہے۔
 (۱۳) خلوص ارادت اور صدق طلب کا نام محبت ہے۔
 (۱۴) محبت خمار ہے اور اس خمار کا ملاوا دیدار ہے۔
 (۱۵) جہاں نشاری کا نام محبت ہے۔
 (۱۶) محبت وہ سفر ہے جو خودی سے محبوب کی جانب کیا جاتا ہے۔
 (۱۷) محبت وہ ہے کہ جفا و عطا کا اثر اسے کم و بیش نہیں کر سکتا۔
 (۱۸) محبت وہ ہے کہ شکوہ کو زبان پر۔ اعتراض کو دل میں نقص کو آنکھ میں آنے کی اجازت نہ دے۔

(۱۹) محبت عبودیت ہے۔ محبت غلامی ہے۔ محبت خود فراموشی ہے۔ محبت خود اپنے ساتھ عداوت ہے۔

- (۲۰) محبت وہ ہے جسکی ذلت عزت سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔
 (۲۱) محبت وہ ہے جس کی عزت ہر ایک ذلت سے لاپرواہ کر دیتی ہے۔
 (۲۲) محبت وہ ہے جہاں عزت و ذلت کے الفاظ کا استعمال ہی مفقود ہو جاتا ہے۔
 اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ
 مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُؤْتِيْنَا
 اِلَى حُبِّكَ۔
 ”الہی ہم کو اپنی محبت عطا کر اور جو کوئی تجھ سے محبت رکھتا ہے اس کی بھی محبت عطا کر اور اس عمل کی بھی محبت دے جو ہم کو تجھ سے قریب بنا دے“

اسے اسم سے تخلیق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اہل اللہ سے مودت پیدا کریں۔ باہمی محبت کو ترقی دیں۔ محبت نفسانی و شہوانی کو پامال کر کے محبت روحانی و ایمانی کی افزود میں سامی رہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :
 اَلَا خَلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ
 لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِينَ
 ”قیامت کے دن سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے ان کے سوا جن کی محبت کی بنیاد للہیت پر ہوگی“

المَجِيدُ جَلَّ شَانُهُ

مَجِيد - پاریہند - مرتبت عالی - شرف واسع - شرف نسب اور شرف افعال کا مجموعہ ہے ۔
مَجِيدُ وہ ہے جس میں صفات بالا پائی جائیں ۔
مَجِيدُ وہ ہے جس میں محمد نفسی - شرف ذاتی - سلامت افعال - کرامت افعال - جزالت
عطا اور کثرت نوال پائی جائے ۔

قرآن پاک میں یہ اسم یا تو اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے : سورہ ہود میں ہے :
اِنَّهُ مَجِيدٌ مَّجِيدٌ "بیشک وہ تو محمد والا مجد والا ہے ؟"
یا قرآن پاک کے لئے :

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ (برج) "وہ تو قرآن ہے بلند شان والا"
ق . وَالْقُرْآنُ الْمَجِيدُ (قا) "قسم ہے قرآن کی جو مرتبت عالی والا ہے"
یا عرش عظیم کے لئے :

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ "اللہ تعالیٰ عرش بلند و عالی و اشرف کا
مالک ہے"

بیشک عرش عظیم اور کتاب اکرم میں جو علو مرتبت اور وسعت شرافت پائی جاتی ہے
وہ دنیا و مافیہا کی بلند پائی سے قطعاً علیحدہ ہے ۔ برتر ہے اور شرفی ہے اور یہ سب اسی
مجید کی طرف سے ہے ۔ حدیث میں ہے :

"پاک ہے بزرگی اور بخشش والا ۔ پاک
ہے صاحب بزرگی اور عزت کرنے کا"
سُبْحَانَ ذِي الْمَجْدِ وَالْكَرَمِ ۔
سُبْحَانَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۔
مَجِيد کے معانی پر غور کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم پاک اپنے مفہوم میں جلیل
وہاب اور کریم کے اسماء کا جامع ہے ۔

الشہید جثانہ

شہادت۔ آگاہی درست و خبر قاطع و بیان صحیح و گواہی و کشتگی براہِ خدا کو کہتے ہیں۔
مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے شہد کے معنی حکم و قضی بیان کئے ہیں اور زجاج نے بیّن
بتلائے ہیں۔ دیکھئے غلام نے اَعْلَمَ وَاخْبَرَ ظاہر کئے۔ ان اقوالِ معجمیہ سے واضح ہو گیا کہ شہادت
نام ہے حکم اور قضا اور اعلام و بیان و اخبار کا لہذا اللہ تعالیٰ کا اسم پاک ”الشہید“
درست ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّمَا إِلَهُ الْإِلَهِ
هُوَ وَالْمَلَكُوتُ وَالْعِلْمُ
فَأَيْدِي الْقَسْطِ وَالْإِلَهِ هُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (العراف)

”گواہی دی اللہ نے یہ کہ اس کے سوا کوئی
معبود نہیں اور فرشتے اور علم ولسے بھی
الضاف کے ساتھ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے
غالب ہے حکمت والا“

دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے متعلق خود شہادت دی۔ جس سے رب العالمین کی وحدت
اور قیام بالقسط واضح ہو گیا۔ اس کلام پاک سے علم الہی تکلم سبحانی۔ اعلام ربانی۔ اخبار غیبی کے مراتب
مکمل ہو گئے۔

شہادت علمی کا بیان اس آیت میں ہے :-

إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ
يَعْلَمُونَ

”مگر جنہوں نے حق کے ساتھ شہادت دی اور
وہ علم بھی رکھتے ہیں“

شہادت حکم و خبر کا بیان اس آیت میں ہے :-

قُلْ هَلْ مِمَّنْ شَهِدَ أَكْثَرُ الَّذِينَ
يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا
فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ

”کہہ دے کہ اپنے گواہوں کو ہے اور جو شہادت
دیں کہ ان چیزوں کو اللہ نے حرام کر دیا ہے
وہ اگر کہہ بھی دیں تو آپ پھر بھی ایسا نہ کہیں۔“

شہادت اعلام کا ذکر اس آیت میں ہے۔ جس میں بندہ کا خود اپنی بابت بیان کرنا بھی شہادت

بتلایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُومُوا
بِالْقِسْطِ شَهَدُوا لِلَّهِ وَلَوْ
عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ

”ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرو
اللہ کے گواہ بنے رہو۔ خواہ تمہاری شہادت
خود تمہارے برخلاف ہو۔“

دوسری آیت :

وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ
أَنَّهُمْ كَافِرِينَ

وہ انہوں نے خود اپنی بابت کہہ دیا۔ کہ وہ
کافر ہیں۔“

ہمارا مطلب یہ ہے کہ اعلام و اخبار کو شہادت کہتے ہیں۔ اگرچہ خبر و ہندہ نے لفظ شہادت کا استعمال نہ بھی کیا ہو۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے :-

شَهِدَ عِنْدِي رَجُلٌ مَحْضِيُونٌ
وَأَرْضَاهُ عِنْدِي عَمْرًا
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ نَهَىٰ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ
الصُّبْحِ حَتَّىٰ تَطْلُعَ الشَّمْسُ
وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّىٰ تَغْرُبَ الشَّمْسُ

”مجھ سے نہایت پسندیدہ رجال نے ظاہر
کیا ہے اور اُن سب میں پسندیدہ تر عمر
رضی اللہ عنہ تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز صبح کے بعد طلوع شمس تک، اور
نماز عصر کے بعد غروب شمس تک نماز سے
منع فرمایا ہے۔“

ان سننات کے بعد معلوم ہو جاوے گا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک ”الشَّهِيد“ اس لئے ہے کہ
شہود اُسی کو حاصل ہے اور اس لحاظ سے شہید یعنی حاضر و ناظر ہے۔

اللہ تعالیٰ شہید ہے کہ اس نے علوم و معرفت اور اسرار حقیقت کا اعلام فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ شہید ہے کہ عالم کی کوئی شے نہ کوئی سکون، کوئی مُرتبت اس کی شہادت
سے باہر نہیں۔

وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ

”اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے“

معنی شہادت کو ذہن نشین کرنے کے لئے سورۃ یوسف کی ان آیات کو بھی زیر غور لاؤ :

شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ
كَانَ قَبِيضُهُ قَدًا مِّنْ قَبْلِ فَصْدٍ
وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَإِنْ كَانَ قَبِيضُهُ
قَدًا مِّنْ دَبْرٍ فَلَنْ يَبْتَ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ

”اُس کے کذب کے ایک گواہ نے شہادت دی
کہ اس کا کرتہ اُگے سے پھٹا ہے تب وہ بھی
اور وہ جھوٹا، اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا
ہے تب وہ جھوٹی اور وہ سچا۔“

یہ شخص جسے شاہد بتلایا گیا ہے، اپنا چشم دید کچھ نہیں بتلاتا بلکہ استدلال سے واقعہ کے اثبات منفی پر روشنی ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام اس لئے بھی شہید ہے کہ جلد اختیارِ علمیہ پر درہ استدلال کرنا سکھلاتا — اور بصائر کو پیش کرتا ہے۔

(اسے اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضرِ ناظر سمجھ کر اپنے قلب کی نگرانی کریں۔ دب) ان لوگوں کو لازم ہے کہ بیانِ توحید میں اپنی زبان کو جاری اور قلم کو روان کریں۔ (ج) ان لوگوں کو واجب ہے کہ جھوٹی شہادت سے بچیں۔ اچکل جوڈیشیل عدالتوں میں اکثر گواہ ایسے پیش ہوتے ہیں جو ذرائع شہادت سے لاپرواہی ہوتے ہیں جو کسی فریق کی اعانت و رعایت یا کسی فریق سے نفرت و عداوت کی وجہ سے شہادت دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابر الکرکبار (کبیرہ گناہوں میں بھی سخت تر کبیرہ) چار چیزوں کو بتایا ہے:

”اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنانا۔“

”ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔“

”جھوٹی شہادت دینا۔“

”جھوٹی بات بتانا۔“

راوی کہتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی تب حضور لیٹے بٹھتے تھے بعد ازاں حضور بیٹھ گئے اور ان الفاظ کو بار بار دہرانا شروع کیا — وَشَّهَادَاةَ الزُّوْرِ وَقَوْلَ الزُّوْرِ۔ حضور نے اسے اتنی بار دہرایا کہ صحابہ اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش حضور خاموش ہو جائیں (لَکَيْتُمْ سَكَتَ)

۴۳
جلشانہ
الحق

میں نے قرآن مجید کی آیات کا تتبع کیا تو یہ لفظ قرآن مجید میں ۲۳ بار استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کا اس کثرت سے استعمال بتلاتا ہے کہ قرآن مجید کا مقصود اعظم حق ہی کی معرفت دینا — حق

بھیلا نا۔ حق بولنا۔ حق سکھانا ہے۔ یعنی کلام اللہ سراپا حق ہے اور منجانب حق ہے۔ حق کو لے کر آیا ہے
حق اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ لغت میں حق کے معنی متعدد ہیں :

- (۱) راستی و راست بازی ان معنی میں ہے :
 قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ
 إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ
 "اپنے رب کی طرف سے حق تکبو"
 "اللہ کا وعدہ سچا ہے"
- (۲) کسی کام کا لازم الوقوع ہونا :
 وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ
 (سورہ اعراف ع ۱)
 "اس روز اعمال کا وزن ہونا ضروری
 ہے"
- (۳) کسی شخص کا معین ہونا :
 فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّابِلِ
 وَالْمَحْرُومِ (ذاریات - ۱)
 "ان کے زرو مال میں سوا لی اور محروم کا
 حصہ ہے"
- (۴) ثابت و لزوم ہونا :
 أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ
 الْقَوْلُ (احقاف - ۲)
 "یہ وہ ہیں جن پر خدا کا فرمان ثابت ہو
 گیا"
- (۵) عدل و انصاف :
 هَذَا كِتَابُنَا يُنْظِنُ عَلَيْكُمْ
 بِالْحَقِّ (جاثیہ ۳)
 "ہماری یہ کتاب تم پر ٹھیک ٹھیک بتلا
 رہی ہے"
- (۶) اہمیت و اتمام :
 فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ (سورہ ص ۳)
 "ہم سے درمیان انصاف سے فیصلہ فرماؤ۔"
- (۷) اہمیت و اتمام :
 الْآنَ جِئْتُ بِالْحَقِّ (بقدرع ۸)
 "اب تم نے پورا پورا ابتلا دیا"
- (۸) اہمیت و اتمام :
 قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ (نساء)
 "رسول تمہارے پاس حق لے کر آیا ہے"
- (۹) اصلیت :
 خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ
 (سورہ زمر ع ۱)
 "آسمانوں اور زمین کو سچ مچ پیدا کیا
 ہے"

(۸) صداقت :

نَزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابُ بِالْحَقِّ. "کتاب کو تجھ پر صداقت کے ساتھ نازل کیا ہے" (نساء - ۱۷)

(۹) رشد و ہدایت :

يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - (احقاف) "حق سیدھی راہ کی طرف لے جانے والی ہے"۔
وَالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ (اسرائیل ع) "ہم نے اسے حق کے ساتھ نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے"

جب لفظ حق کے اتنے معنی ہوئے تو یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک الحق، ان جملہ معانی کے لحاظ سے منفرد اجتماعِ حیثیت سے بالکل درست ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ دین الحق کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ دعوت الی الحق اس کے واسطے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی جانب سے بشارت حقہ ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے اور فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی کتاب سراپا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے رسول حق پہنچایا کرتے۔ حق بتایا کرتے۔ حق دکھلایا کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حق کو نازل کرتا اور باطل کو مٹاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی خلقت اور صنعت میں بطلان نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے حقوق کو قائم کیا۔ جس نے اہل حق کا حق ادا کرنا فرض ٹھہرایا۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے حضور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت پڑھا کرتے تھے

وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ "اور تیرے لئے صفت ہے تو سچ ہے

الْحَقُّ وَلِقَاءُ رَبِّكَ وَتَبَّ لَكَ اور وعدہ تیرا سچا ہے اور دیدار تیرا سچا ہے

حَقُّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ اور بات تیری سچی ہے اور بہشت سچ ہے

وَالنَّبِيُّ حَقٌّ وَالْمُحَمَّدُ صَلَّى اللہ علیہ وسلم سچ ہے اور نبی تمام سچ ہیں اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ ہیں اور قیامت سچ ہے

ان حقائق پر یقین کرو۔ حقائق کو تلاش کرو۔ حق کے پیچھے لگ چلو۔ حق مانگو اور حق ہی پکارو۔ ایک مجمع میں منصور حلاج کا ذکر تھا۔ اہل مجلس سب صوفی مشرب تھے۔ میں نے کہا کہ منصور تصوف کا بھی مجرم تھا۔ سب نے حجت سے پوچھا کہ یہ کس طرح؟ میں نے کہا کہ منصور کیا کہتا تھا۔ سب نے بتلایا کہ وہ ”انا الحق“ کہتا تھا۔ میں نے کہا کہ یہی تو بزم کی بات تھی۔ انا کہتا ہے تو انانیت موجود ہے اگر انانیت کو کھودیتا اور انا کو کاٹ دیتا اور صرف حق حق پکارتا۔ تو اس کا پکارنا حق ہوتا۔ وَ كَذَلِكَ قَالَ لِي ابْنِي رَحْمَةً (اللہ علیہ)

یہ یاد رکھو کہ حقانیت اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مقدس کو حاصل ہے۔ اس سے نور حقانیت جلوہ ریز ہوتا ہے۔ من بعد اس کی ذات پاک سے جن جن اشخاص۔ جن جن اشیا کو نسبت صحیحہ حاصل ہے۔ ان کو حقانیت حاصل ہے۔ کتاب، رسول، قرآن، شریعت، وعدہ، میزبان، قیامت وغیرہ سب حق ہیں۔ کیونکہ حق نے ان کو حق بنایا ہے اور حق کے ساتھ ان کا ظہور ہوا ہے۔ اسے اسم سے تخلیق کرنے والوں کو باطل سے گریز کرنا چاہیے۔ یا بطل کا بطلان ضروری ہے۔ اے اہل ایمان! حق وہیں سے ملے گا جو خود حق ہے۔ قرآن حمید اور رسول پاک کے سوا حق اور کہاں؟

لوگ مشرق و مغرب میں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں مگر دربارِ مصطفوی کے سوا حق اور جگہ نہ ملے گا۔ وَالْحَقُّ أَقُولُ۔ اور میں (بھی) سچ کہتا ہوں۔

الْوَكِيلُ جَلَّ شَانُهُ

وَكُلُّ شَيْءٍ بِهِ وَكَلَمَةُ الدَّابَّةِ جانور تھک کر چلنے سے رہ گیا۔

وَكُلُّ: وہ انسان جو اپنا کام خود سرانجام دینے سے عاجز ہو۔

وَكَالَتْ: اپنا کام دوسرے کے سپرد کرنا۔

وکیل بروزن فیعل ہے۔ اس وزن کے الفاظ بمعنی مفعول بھی آتے ہیں اور بمعنی فاعل بھی۔

جب انسان کسی دوسرے پر اعتماد و وثوق کرتا ہے۔ تب اسے وکیل کہتے ہیں۔ یعنی

موقوف اللہ۔

اللہ تعالیٰ کا نام بمعنی فاعل ہے۔ جس سے مراد حافظ ہے۔ حَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ میں یہی معنی ملحوظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ وَکِیل ہے کہ جملہ امور میں درستی و اصلاح اسی سے ملتی ہے۔
 اللہ تعالیٰ وَکِیل ہے کہ نظام عالم کا اعتماد اُسی کی ذات مقدس پر ہے۔
 اللہ تعالیٰ وَکِیل ہے کہ عاجز نوازی۔ بندہ پروری اسی کی شان ہے۔
 موجودات کے جملہ امور کا سرانجام اسی کے قبضہ میں ہے۔۔۔ نظام اختیار اُسی کے ہاتھ میں،
 رب العزت کے کلام کو سنو۔۔۔ اپنے نفی سے وکالت کی نفی فرماتا،
 مَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلاً (اسرائیل ۶) ”ہم نے تجھے ان پر داروغہ نہیں بھیجا“
 ارشاد فرماتا ہے اور پھر اپنی ذات کے لئے اس وکالت کا اثبات فرماتا ہے :
 وَكَيْفَ يَرْسِلُكَ وَكِيلاً (اسرائیل ۷) ”اور کافی ہے پروردگار تیرا کارساز“
 اللہ پر اعتماد کرنے والے بھی وہ ہیں جو ایمان میں ترقیات حاصل کرتے۔ انعام پاتے نقصان سے بچے رہتے۔ فضل عظیم کے مستحق بنتے اور رضوان ربانی سے شاد کام ہوتے ہیں۔
 واضح ہو کہ توکل بھی اسی مادہ وکل (دو۔ک۔ل) سے بنا ہے۔

قرآن و اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مقامات پر توکل اور اہل توکل کی طرح فرمائی۔ توکل کی تحریض فرمائی ہے۔

- ۱۔ سورہ یونس (۹) میں ہے : فَاعْلَيْهِ تَوَكَّلُوا اِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ تب اس پر اعتماد کرو اگر تم مسلم ہو۔ دیکھو، توکل کو شرط اسلام ظاہر فرمایا :
- ۲۔ سورہ ملک میں ہے اَمْتَابِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ہم اسی پر ایمان لائے اور اُسی پر بھروسہ کیا۔ یہاں توکل کو ایمان کے ساتھ بیان فرمایا۔

۳۔ نوح علیہ السلام سے جب ساری قوم پھر جاتی اور ان کی مخالفت و عداوت کا اظہار کرتی ہے تو وہ فرماتے ہیں :

فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاجْمَعُوا آمُرُكُمْ (یونس ع ۸) ”میرا تو اللہ پر اعتماد ہے تم اپنی سب تدبیریں کر لو“

۴۔ یعقوب علیہ السلام جب نبیین کو مصر بھیجنے لگے۔ تب ان کے بھائیوں سے میثاق حفاظت لیا اور اس میثاق کے بعد فرمادیا۔

”إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ“
 ”حکم تو اللہ کا ہے دوسرے کا نہیں۔ میرا
 اسی پر اعتماد ہے اور متوکل لوگوں کو بھی
 اسی پر اعتماد کرنا چاہیئے“
 (یوسف - ع ۱۸)

(۵) سورہ نمل ع ۷ کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ اہل کتاب پر رحمت ختم فرماتا ہے۔ قرآن مجید کا ہدایت و
 رحمت ہونا اور پھر اہل کتاب کے مختلف فیہ مسائل کا فیصلہ اپنے حکم سے ظاہر کر کے ارشاد
 فرماتا ہے :

”فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى
 الْحَقِّ الْمُبِينِ“
 ”اللہ پر اعتماد کرو، بے شک تو حق صریح
 پر ہے“

صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں یہ پڑھا کرتے تھے :

”اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ أَمَنْتُ
 وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ
 أَسْبَغْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اللَّهُمَّ
 أَعُوذُ بِعِدَّتِكَ لَأَزِلَّنَّ إِلَّا أَنْتَ
 أَنْ تَضِلَّنِي أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي
 لَا يَمُوتُ وَالْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ
 يَمُوتُونَ“
 ”یا اللہ میں تیرے سامنے سر جھکاتا ہوں،
 تجھ پر اعتماد کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں،
 تیری ہی جانب رجوع کرتا ہوں۔ تیری ہی
 مدد سے جھگڑتا ہوں۔ یا اللہ تیری عزت کی
 پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ تیرے سوا تو کوئی معبود
 نہیں۔ مجھے گمراہی سے بچا۔ تو ہی زندہ ہے
 جسے موت نہیں۔ جن اور انسان تو مریں گے“

توکل

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً فرماتے ہیں کہ توکل تو عمل قلب ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ
 توکل اعضا یا زبان کا کام نہیں اور اس کا شمار مدرکات و معلومات میں بھی نہیں بلکہ صرف دل سے
 ہے۔

سہل تستری فرماتے ہیں۔ توکل کے معنی یہ ہیں کہ ”اللہ کے سامنے خود کو مردہ وار بندے۔
 ابن عطا فرماتے ہیں۔ توکل یہ ہے کہ تیرے دل میں اسباب کی جانب میلان نہ پایا جائے۔ خواہ
 اسباب کی ضرورت کتنی ہی ہو۔

واضح ہو کہ بزرگان سلف کے اس بارہ میں اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے ترک اسباب کا نام

توکل رکھا اور بعض نے ترک اعتماد بر اسباب کا نام توکل بتایا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اعلیٰ مرتبہ یہی ہے کہ اسباب کو ترک نہ کرے مگر اسباب پر اعتماد کو کلیتہً ترک کر دے۔

واضح ہو کہ توکل کی ابتدا صفات ربوبیت - قدرت - کفایت اور قیومیت کے عرفان سے ہوتی ہے اور توکل کی انتہا علم الہی اور مشیت نامتناہی کی معرفت سے حاصل کی جاتی ہے جس توکل کو ان مقامات سے حاصل نہیں کیا گیا۔ وہ اہل ضلال کی توکل ہے۔

یاد رکھو کہ توکل کا برترین درجہ توحید پر منحصر ہے اور توکل کی حقیقت قلب کو جملہ علانیات سے علیحدہ کر کے توحید پر جم جانا ہے۔

اسباب کا تعلق جوارح کے ساتھ لگا رہے گا۔ مگر اسباب کا تعلق قلب سے ذرا بھی نہ ہوگا۔ توحید قلب سے توکل ملتی ہے اور توکل سے توحید حاصل ہوتی ہے۔

مومن کی ہی شان ہے جس کے منہ سے نَحْمُ الْمَوْلٰی وَ نَعْمُ الْوَكِیْلُ زیبا ہے۔

اسم الوکیل سے تخلیق پیدا کرتے والوں کو نادم ہے کہ تقابیر و اسباب مکاسب و اشغال میں غلو نہ ہوں۔ مگر قلب کو ان سب سے علیحدہ رہنے کی تعلیم دیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسم الوکیل کا تعلق چند در چند اسماء حسنی سے ہے۔ بیشک اسم الوکیل

کو غفار - ثواب - عضو - رؤف - رحیم - فتاح - وہاب - رزاق و معطی اور محمد المذل اور خافض الرفع المانع سے نہایت گہرا تعلق ہے اور امید ہے کہ ان اسماء حسنی پر غور کرنے والا دین و دنیا کی بہتری و بہبودی کا جامع ہوگا۔

۴۵
الْقَوِيَّةُ
مُسْتَحَالَةٌ

قوت سے ہے۔ قوت کا استعمال قرآن مجید میں چند مقامات پر آیا ہے :

سورہ کہف میں ہے کہ جب ذوالقرنین نے تیسرا دورہ جانب شمال کیا تب وہاں کے باشندوں نے یا جوج - ماجوج کے لوٹ مار کی شکایت کی تھی اور ذوالقرنین کو خرچ (مصارف) دینے کا اظہار کیا تھا۔ تب ذوالقرنین نے نقدی لینے سے انکار کیا اور یہ کہا : فَأَعَيْنُونِي بِقُوَّةٍ "مجھے کام کرنے والے آدمی درکار ہیں۔"

سورہ انفال میں حکم ہے کہ مسلمان اپنی حدود و سلطنت پر قوت کو موجود رکھیں وَ اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ : تم سے جہاں تک ہو سکتا ہے۔ دشمن کے لئے اپنی قوت اور طاقت کو تیار رکھو۔

صحیح مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمنبر قوت کی تفسیر تراکونی سے فرمائی تھی۔ اب مفسرین قوت کے تحت میں جملہ آلات حرب کو مراد بآنی بتلاتے ہیں۔

سورہ بقرہ و اعراف میں ہے کہ بنی اسرائیل کو شریعت دی گئی تو ان کو حکم دیا گیا تھا کہ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ : جو ہم نے تجھے دیا ہے اُسے قوت سے پکڑ رکھو۔ استقلال اور عمل مدام کے ساتھ اس شریعت کو پکڑ رکھو۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ کی شرح میں ہے کہ نبی کرنے کی طاقت، اور بڑی سے بچنے کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی سے ملتی ہے۔ یہ شرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فرمودہ ہے۔ قرآن مجید میں یہ نام اللہ تعالیٰ کے لئے انفال و مؤمن میں شَدِيدُ الْعُقَابِ کے ساتھ اور سورہ حدید و شوری و مہود و حج میں اسم الْعَزِيز کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ قوی ہے اور تمام قوتیں اسی سے حاصل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قوی ہے اور اُسی نے جملہ مظاہر کو قوت ربانی سے ظہور بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ قوی ہے اُسی کا نام ضعیفوں کے لئے توانائی بخشنے والا ہے۔ دل کو قوتِ ایمان بخشتا ہے۔ رُوح کو قوتِ عرفان عطا کرتا ہے۔ قوی کو قوی بناتا ہے۔ جسم کو مضبوط بناتا ہے۔

اس سے اسم سے تخلیق کرنے والے کو جملہ قوت ہائے ظاہری و باطنی کی درخواست اُسی — قوی العزیز سے کرنی چاہیئے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ سورہ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا نام ذُو الْقُوَّةِ بھی آیا ہے۔ اس اسم کے تحت یہ دعا یاد رکھنی چاہیئے۔

اللَّهُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّیْ رُبِّیْ
رِضَاكَ مُنْعَفِیْ وَخُذْ لِی الْحَیْرَ
بِنَاصِیَّتِیْ وَاجْعَلْ لِی سَلَامًا
”یا اللہ میں ضعیف و کمزور ہوں۔ میری کمزوری کو اپنی خوشنودی سے قوت والی بنادے
میرے لئے بہبودی کو خاص کرے۔“ اور

اسلام کو میرے لئے سب سے بڑی
آرزو بنا دے۔ یا اللہ میں ضعیف ہوں
مجھے قوت دے۔ میں ذلیل ہوں، مجھے
عزت دے میں فقیر ہوں مجھے رزق دے۔

مَنْ تَهَى رَضَائِي - اَللّٰهُمَّ
اِنِّيْ ضَعِيْفٌ فَقْوِيْ وَرَاقِيْ
ذَلِيْلٌ فَاعْزِزْنِيْ وَرَاقِيْ فَقِيْرٌ
فَارْزُقْنِيْ۔

الْمُتَيْنِ

مَنْ مَتَانَةٌ - صَلَبَ وَاشْتَدَّ وَقْوَى - فاعل کے معنی میں متان اور متین
آتے ہیں۔

اسم پاک ہونے میں متین کے معنی یہ ہیں: — وہ ذات قوی جسے اپنے افعال
میں مشقت و کلفت اور تعب لاحق نہیں ہوتی۔ قوی اور متین میں محوِ طر اس فرق ہے۔
قدرت میں بالغ و تام کو قوی سے کہتے ہیں، اور قدرت میں مضبوط و شدید کو متین کہتے
ہیں۔ ایک حدیث میں ہے: فقام ممتنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری طاقت استقامت
سے قیام فرمایا۔

قرآن مجید میں یہ اسم ایک ہی جگہ سورہ ذاریات میں آیا ہے اور اس کا استعمال —
ذوالفقوۃ کے ساتھ ہوا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّمَّاقُ
ذُو الْفَوْزَةِ الْمُتَيْنِ - ”اللہ ہی ہے جو بہت رزق رساں قوت
والا۔ طاقت والا ہے۔“

اللہ ہی ہے جو تمام مخلوق کو رزق رساں فرماتا ہے۔ وہی اُن تھک طاقتوں والا۔ وہی
لا محدود قوتوں والا ہے۔

متین سے اللہ تعالیٰ کا اسم اس لئے بھی ہے کہ وہ مستقل بالذات ہے۔ قائم بذات
نہ ہوتا ہے۔ کسی دوسری طاقت کا محتاج نہیں۔

بیشک اللہ تعالیٰ متین ہے۔ ہر ایک استحکام، رشد و قوت کا انقباض
اس کے حکم سے ہے۔

اس اسم پاک سے تخلیق کرنے والوں کو عقائد میں پختگی۔ اعمال میں مواظبت حاصل کرنی چاہیئے اور باوجود ہر قسم کی طاقت و حکومت وغیرہ کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں خود کو خاضع و خاشع اور ذلیل و خوار رکھنا چاہیئے۔

الْوَلِیُّ

وَلِیٌّ سے ہے۔ ولایہ کے معنی محبت۔ صداقت۔ قرب۔ قرابت اور ملک ہیں۔
وَلِیُّ یَبْلِیُّ وَلِیًّا اس سے قرب ہوا۔ یا اس کا پیرو ہوا۔

وَلِیُّ وَلَایَةٍ وَوَلَایَتُهُ — اس پر قیام کیا۔ اس کا مالک ہوا۔ اس کی مدد کی۔
آیات ذیل پر غور کرو

(۱) فَلِیْسَ لَیْلٌ وَلَیْسَ نَاصِیَةٌ مَا لَیْلٌ وَلَا نَاصِیَةٌ لِّمَنْ یَّهْدِیْهِ اللّٰهُ لَیْلٌ مِّنْ لَّیْلِہِمْ

(سورہ بقرہ ۱۹۷) کے ساتھ نوشت لکھ دے

(۲) فَخَرَّ جَعْلُنًا لِّوَلِیِّہِ سُلْطٰنًا

(سورہ بقرہ ۲۷) ہیں

ہر دو آیات بالا میں ولی بمعنی قرابتی مستعمل ہوا۔

(۳) کَاٰتَہُ وَلِیُّ حَمِیْمٍ

(فصلت ۴) دشمن کے ساتھ نیک سلوک کرو گے

فَلَمَّا دَٰخَلُوا مَدِیْنَہَ مِنْ دُوْنِہِمْ

وَلَا یَضِیْرُ رِیْبَیْہِمْ

(۵) اَمَّا یَحْذَرُ اَمِنْ دُوْنِہِ اَوْلِیَآءُ

فَاَللّٰہُ هُوَ الْوَلِیُّ (شوری ۱) کیا لوگ اوروں کو اللہ کے سوا اولیا کہتے

رہے ہیں۔ ولی تو صرف اللہ تعالیٰ ہے

اللہ تعالیٰ کی ولایت کے متعلق مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو :

(۱) اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

والا ہے۔

- (۲) اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (ال عمران ع) "اللہ تو مومنوں کا ولی ہے"
- (۳) اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (حاشیہ ع ۲) "اللہ تقویٰ والوں کا ولی ہے"
- (۴) مَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِهِ مِنْ وَلِيٍّ "اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی نہیں"

(سورہ سجدہ ع ۱)

- (۵) هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ "پس تمام قدرت و طاقت اللہ ہی کے واسطے ہے جو معبود برحق ہے" (سورہ کہف ع ۵)
- (۶) اِنَّ وَلِيَ اللّٰهِ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ - (اعراف ع ۲) "میرا ولی تو اللہ ہے جس نے قرآن کو نازل فرمایا"

- (۷) اَنْتَ وَلِيٌّ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ "اے رب دنیا میں بھی تو ہی میرا رب ہے اور آخرت میں بھی تو ہی میرا ولی ہے" (سورہ یوسف ع ۱۱)
- (۸) مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتٍ اِنْ تَخَذَتْ بُيُوتًا وَاَتْ اَوْ هُنَّ الْبُيُوتُ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتٍ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (عنکبوت ع ۳)
- "جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو اولیاء بنا لیتے ہیں انکی مثال اس مکڑی کی سی ہے جو گھر بنالیا کرتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ بودا، کمزور گھر تو مکڑی ہی کا گھر ہوتا ہے"

- (۹) اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ - اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ "یاد رکھو کہ اللہ سے محبت کرنے والوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ان کا دل غمناک ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور تقویٰ کیا کرتے ہیں"

بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور بندوں کے سب کاموں کی تولیت اسی کو حاصل ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور اس کی ولایت بندہ کو ایمان اور تقویٰ اور عبودیت سے حاصل ہوتی ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور اسی کی ولا و محبت کا نتیجہ ہے کہ اُس نے گمراہوں کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور اسی کی صداقت اور محبت حاصل کرنے سے اللہ کے

بندوں کو بھی اولیاء اللہ کا خطاب مل جاتا ہے۔ یہ وہ برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جو ایمان اور تقویٰ میں درجہ بلند رکھتے ہیں۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے۔ تدبیر و قدرت والا ہے۔ تصرف اور ملکیت والا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا نام مولیٰ بھی اس آیت میں ہے:

وَاللّٰهُ مُوَلِّكُمۡ وَهُوَ الْعَلِیۡمُ الْحَکِیۡمُ۔ (تحریم ۱)

”تمہارا مولیٰ تو اللہ ہے جو علم والا حکمت والا ہے۔“

مَوٰلِیُّہُمُ الْحَقُّ دِیۡنُہٗمُ وَالنَّعَامُ ”اُن کا سچا آقا تو اللہ ہی ہے“

اس ص اسم سے تخلیق کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود کو اللہ ہی کی ملکیت اور غلامی میں داخل کریں اور اللہ ہی کو اپنا کارساز سمجھیں اور اللہ ہی کی محبت کو کامل صداقت کے ساتھ دل میں قائم کریں۔ اُسے چھوڑ کر ادھر ادھر نہ جھکیں۔ سینہ میں دل ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کو ایک ہی کی نذر کر دیں۔ جو وَاحِدُ الصِّدِّق ہے، جو اللہ

لے لے تاکہ اسلام کے اور اسلام والوں

کے، مجھے اسلام پر قائم رکھیں یہاں تک

کہ میں تیرے سامنے حاضر ہو جاؤں

۴۸
الْحَمِیدُ
وہل ثناء

حَمْد سے ہے اور فعل بمعنی فاعل ہے۔

واضح ہو کہ تین الفاظ ہیں جو متقارب المعنی ہیں۔ مدح۔ شکر اور حمد

مدح بہت ہی عام ہے۔ شکر بہت ہی تعریف پر مبنی نقطہ مدح کا اظہار ہے۔ حمد جاتا ہے مثلاً یہ کہنا کہ ”یہ الماس نہایت قیمتی ہے“۔ الماس کے لئے مدح تو ہے مگر شکر یا حمد نہیں۔

مدح کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ مدح میں جو صفت بیان کی جاتی ہے اس صفت کا مدح میں نے الواقع ہونا ضروری نہیں۔ شعرا زمانہ جو قصائد امر و احکام کی تعریف میں لکھتے ہیں، اُن کو

اسی لئے مدح کہا جاتا ہے۔

مدح کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ مدح قبل از نعمت ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے مگر شکر بعد از نعمت ہو گا۔

اب شکر کو لیجئے۔ یہ مدح سے خاص تر ہے۔ یعنی صرف محسن و متعم کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہو گا۔ غیر ذوی العقول کے لئے نہ ہو گا۔ نیز عطاء نعمت اور بدل احسان کے بعد ہو گا۔ قبل نہ ہو گا۔

اب حمد کو لیجئے۔ وہ مدح اور شکر کے معانی کا جامع بھی ہے اور اُن سے کچھ زائد معانی بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ لفظ حمد نو جملہ صفات جمالیہ کا جامع ہے۔ وہ ہر ایک وصف کو جو قدرت و حکومت، الہیت و عظمت پر حاوی ہے۔ اپنے اندر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا پر غور کرو :

اللَّهُمَّ هُوَ إِلَهِي أَسْتَعِيْذُ بِكَ
الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا حَنَّانُ
يَا مَنَّانُ يَا بَدِيعُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

"یا اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لئے
کہ تیرے ہی لئے سب صفتیں ہیں تو ہی
معبود ہے اے احسان کرنے والے
اے احسان کرنے والے اے پیدا کرنے
والے آسمان زمین والے اے صاحب
بزرگی اور عزت کے اے زندہ اے قائم"

غور کرو کہ پہلے اللہ تعالیٰ کو حمد کا مالک اور اسی کی تفصیل میں الوہیت - خانت - جنت ابداع - جلال و اکرام اور حیات و قیام کا ذکر فرمایا۔ اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حمد کس قدر جامع لفظ ہے۔ سورہ فاتحہ میں ہے :

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ
اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عام - رحمت کاملہ اور رحم تام اور ملکیت دوام کا ذکر فرمایا اور تب اس کا حمد کے ساتھ مختص و مالک ہونا ظاہر کیا۔

حدیث شریف میں ہے :

سُبْحَانَ اللَّهِ بِصُفَى الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُكَ
سُبْحَانَ اللَّهِ کہنے سے میزانِ عمل آدھی بھر جاتی ہے اور الْحَمْدُ لِلَّهِ کا کہنا اُس کے

پڑے کو پورا بھردیتا ہے۔

توصیف کے دو ہی پہلو ہوتے ہیں: منفی اور مثبت۔ سُبْحَانَ اللَّهِ کہنا منفی صفت ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ عیوب و نقائص اور ارجاس و ادناس سے پاک ہے۔
الْحَمْدُ لِلَّهِ کہنا مثبت صفت ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ صفو سے جہاں اور محامد کمال اور محاسن جلال کا مالک ہے۔

اب قرآن مجید میں استعمال حمد کی آیات پر غور کرو:

(۱) فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَ "اللہ کے لئے حمد ہے جو آسمانوں کا رب
رَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ ہے جو زمین کا رب ہے جو سب عالموں کا
لَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَ رب ہے۔ آسمانوں اور زمین میں کبریاؤ
الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اسی کے لئے ہے۔ وہی ہے کہ غالب
(سورۃ جاثیہ ع ۴۲) بھی ہے اور حکمت والا بھی؟

غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو بیان کیا اور ربوبیت کی وسعت کی وضاحت کی۔ اللہ تعالیٰ کی کبریاؤ کا ذکر کیا، اور اس کبریاؤ کے موطن بتلائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی عزت و حکمت کا بیان فرمایا، اور ان صفات کے بعد اس کی ذات کے لئے حمد کا اختصاں واضح کیا۔

(۲) وَلِلَّهِ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَ "آسمانوں میں اور زمین میں عشا کو اور ظہر کو
الْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ حمد اسی کی ہوتی ہے۔ وہی ہے جو مردہ سے
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے۔
مِنَ الْحَيِّ وَيُخْرِجُ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وہی ہے جو زمین مردہ کو زندگی بخشتا ہے
غور کرو کہ تبدیلی اوقات اور تبدیلی حالات اور تغلب مخلوقات کی صفات پر حمد کو مبنی فرمایا ہے:

(۳) وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ "وہی ہے جو اللہ ہے اور کوئی معبود نہیں
الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ معبود تو وہی ہے۔ ازل و ابد میں حمد او
الْحُكْمُ وَالْيُسُوسُ تَرْجَعُونَ حکم اسی کو حاصل ہے اور سب نے اسی
کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

زمانہ کی اولیت و آخریت پر حمد کو حاوی فرمایا اور الوہیت کے اختصاں سے حمد کی

خصوصیت کا اظہار کیا۔ ان سب معانی کو پیش نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کا حمد، مالاکیٰ الحمد ہونا معلوم کرو۔ اب یہ بھی یاد رکھو کہ حمد کو اسلام کے ساتھ بھی ایک عجیب خصوصیت ہے۔

۱۔ کتاب کا آغاز حمد سے ہوتا ہے :

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام محمد اور احمد ہے اور دونوں اسم پاک کا اشتقاق حمد سے ہے۔

محمد وہ ہے جس کی حمد و ثنا مخلوق نے تمام مخلوق سے بڑھ کر کی ہو۔
احمد وہ ہے جس نے رب العالمین کی حمد و ثنا تمام مخلوق سے افضل تر اور افزوں تر کی ہو۔

تر احمد و احمد زمین خواند و زمانہ ! حمید باشد و محمود ذات سبحانی
فیوز تر از تو کسے را نہ حمد گفت جہاں نہ بر تر از تو کسے گفت حمد یزدانی
تو آفتابی و از حمد سر بر آوردہ
تو ماہ و بر فلک مجید نور افشانی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت کا نام ”مقام محمود“ ہے اور حضور کے اُس نشانِ محمدی کا نام جس کی تحت میں سیدنا آدم اور ان کے جملہ فرزندِ انبیا و رسل ہوں گے ”لواء الحمد“ ہے۔

حضور کی اُمت کو میدانِ محشر میں ”حَمَّادُونَ“ کہلے گا۔ حضور کی اُمت کو ”حمادیات“ کا لقب دیا گیا۔ جو شرم و حیا سے نگاہِ نیچی رکھتی ہیں۔ جن کی آنکھ غیر کو دیکھنا پسند نہیں کرتی۔

اب اس اسمِ حمید کے استعمال کی حالت دیکھو کہ قرآن مجید میں کن کن اسماءِ حسنیٰ کیساتھ مستعمل ہوا ہے :

- | | |
|--|---|
| (۱) اِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ (ہود ع ۷) | ”وہ تو حمد والا و حمید والا ہے“ |
| (۲) تَنْزِيلٍ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ - (سورہ شوریٰ ع ۳) | ”یہ تو حکمت والے۔ حمد والے کا اتارا ہوا ہے“ |
| (۳) وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ (شوریٰ ع ۲۳) | ”وہ تو ولا کرنے والا۔ حمد والا ہے“ |
| (۴) وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَمِيدٌ (بقرہ) | ”جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہے“ |

یہ اقتران بتلاتا ہے کہ مجد و حکمت اور عنایت و ولایت کے احکام اسم حمید میں داخل ہیں
ہاں اللہ تعالیٰ ہی جملہ ستودگی کا مالک ہے۔ جملہ محامد کا مالک ہے۔ اہل ایمان کو
اُسی کی تحمید و تمجید و تنہیل و تکبیر سے فائدہ دل کو آباد و شاد رکھنا چاہیئے۔
اور اس اسم سے تخلیق کرنے والوں کو محمود الافعال اور محمود الصفات بننے کی سعی کرنا

چاہیئے

بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تہجد میں ہے :

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيُّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَدَعْدُكَ الْحَقُّ

”اے اللہ اے ہمارے رب حمد ترے ہی لئے ہے۔ آسمانوں اور زمین اور سب کا جو ان کے اندر ہیں قائم رکھنے والا تو ہی ہے۔ ہاں تیرے ہی لئے حمد ہے آسمانوں اور زمین اور ان میں کی سب چیزوں کا نور تو ہی ہے۔ ہاں تیرے ہی لئے حمد ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی سب اشیاء کا بادشاہ تو ہی ہے۔ حمد کا مالک تو ہی ہے۔ تو ہی حق ہے اور تیرا فرمودہ بھی حق ہے“

۴۹
اَلْحَمْدُ
جَلِّ شَانُہٗ

حیات سے حقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام اَلْحَقُّ اس لئے ہے کہ وہ لازم حیات۔ علم و قدرت۔ سمع و بصر اور ارادت و کلام والا ہے۔ وہ حیات ذاتیہ کا مالک ہے۔ اُسی نے ان کمالات کا مظاہر عالم ظہور میں دکھلایا ہے۔

۵۰ الْقِيَوْمُ مِلَّةٌ

قیام سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام القیوم اس لئے ہے کہ وہ بذات خود قائم ہے۔ اس کا قیام کسی دوسری شے پر منحصر نہیں۔ وہی وہ ذات انسی کو حاصل ہے اور قیام ذات کی عزت کا وہی مالک ہے۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں اسمِ حق صرف ایک جگہ اکیدا آیا ہے :
هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ "وہی ہے جو زندہ ہے اس کے سوا معبود
مُخْلِصِينَ - (سورہ مؤمنہ ۷۷) بھی کوئی نہیں۔ تم اسی کو پورے خلوص کے
ساتھ پکارا کرو"

باقی تین مقامات پر الْحَيُّ الْقَيُّومُ مجتمعا آیا ہے :

۱۔ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ "اللہ ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں
آیتہ العسیٰ بقرہ ۷۷) وہی تو زندہ و توانا ہے :

۲۔ (اَيْضًا) (آل عمران ۱۷) (اَيْضًا)

۳۔ وَعَنْتَ الْمُجُودَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ "زندہ و توانا اللہ کے سامنے سب چہرے
جھک جائیں گے۔ (طہ ۱۲)

الْحَيُّ جب کہ علمِ باری تعالیٰ ہے تو اس کے معنی ہیں۔ باقی علی الابد۔ ذاتم بلا زوال، جو ہمیشہ سے موجود اور ہمیشہ سے صفتِ حیات سے موصوف ہے۔ نہ کبھی عدم اس کے سابق حال ہوا، اور نہ کبھی موت اس کے لاحق حال ہوگی۔ دیگر مخلوقات کے لئے کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ كَافِرًا رَوَان ہے۔

الْقَيُّومُ کے معنی مجاہد نے "ہر شے پر قائم" بتائے ہیں۔ وہ قائم ہے دائم ہے، موجود ہے۔ لازوال ہے غیر متغیر ہے۔

ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور کو کچھ پریشانی لاحق ہوتی تو پڑھا کرتے : يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَخِيثُ -

ایک بار سیدہ زہرا علیہا السلام کو حضورؐ نے یہ پڑھنے کو فرمایا تھا :

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ
اَلَا تَكْلِيْ اِلٰى نَفْسِيْ حَلُوْفَةً عَيْنٍ
”اے زندہ رہنے والے۔ اے قائم رہنے والے
میں تیری رحمت کا فریادی ہوں۔ مجھے
میرے نفس پر ایک چشمِ زدن کے لئے
(ابوداؤد کی حدیث)
بھی مت چھوڑنا۔“

جامع الاصول میں بحوالہ رزین البومبریدہ سے یہ روایت مرفوعاً ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے :

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا حَيُّ جَبِيْنُ لَا حَيَّ
يَا حَيُّ يَا مَبِيْتُ يَا ذَا الْجَدَلِ وَ
”اے زندہ و توانا جب کوئی بھی زندہ نہ رہے
کا اس وقت بھی تو ہی زندہ ہوگا، اور
اے انعام والے۔“

الْوَحْدُ
جل شائع

وَحْدًا، يَكُنِّيْ. اِسْمٌ كَا فَعْلٍ يَابَ سَمِعَ يَسْمَعُ سَمْعًا وَاحِدًا. وَحَدًا
وَحْدَةً. وَهُوَ ذَا. وَحَدًا وَوَحْدَةً.

وحد اس کا فاعل ہے۔ جس کے معنی یگانہ ہیں۔

توحید اس کا تفعیل ہے۔ جس کے معنی یگانہ گردانیدن ہیں۔

تَوَحَّدُ اس کا تفعیل ہے جس کے معنی یگانہ شدن ہیں۔

قرآن پاک میں لفظ واحد بطور اسم پاک اکیس مقامات پر آیا ہے اور غور کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا اقتران یا تَوْلَادُ الدَّلَالَةِ اللہ کے ساتھ ہوا ہے یا قَهَّارُ کے ساتھ۔
یعنی لفظ واحد ایسا وحدت پسند ہوا کہ ترکیب اقترانی میں بھی وہ ایسے کلمہ یا اسم کے ساتھ مستعمل ہوا ہے کہ وہ خود بھی شرکت سے دُور رہیں۔

”تم کو صرف ایک بات نصیحت کی کہتا ہوں“

”وہ جسے میں نے تنہا بلا شرکت میزے پیدا کیا ہے۔“

اَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ

وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا

حضرت عمر فاروق کی صفت میں ہے :

لقد احدث به امله " اس کی ماں نے یکتا بے مثل جنا۔ اس کی ماں

نے اُسی کو جنا "

بے شک اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اسی کی وحدت ذاتی ہے ۔

مخلوق میں سے کسی کو بھی ایسی وحدت حاصل نہیں جسے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ذات پاک کے سوا، جملہ اعیان و اجسام کا ظہور و واصلوں سے ہے ۔ آدم علیہ السلام جو یقیناً ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے ۔ ان کی پیدائش کی اصل یہی پانی اور مٹی ہے ۔ پس جب جملہ اعیان اجسام کی پیدائش اصلین پر مبنی ہے تو ثابت ہو گیا کہ الواحد اللہ تعالیٰ ہی کا پاک نام ہے ۔

واضح ہو کہ اعداد میں بھی سب سے پہلے عدد کو واحد (ایک) بولا جاتا ہے ۔ یہ تو صفت عددی ہے ، نہ وصف ذاتی ۔ لیکن علماء ربانی اس سے بھی ، اللہ تعالیٰ کے عرفان کی دلیل حاصل کر لیتے ہیں ۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی دہریہ نے پوچھا کہ اللہ سے پہلے کیا تھا حضور نے فرمایا : کہ مجھے کتنی کرنا آتا ہے ۔ وہ بولا : ہاں ۔ فرمایا : گنو ! ۔ وہ گننے لگا : ایک دو ۔ تین ۔ چار ، فرمایا : ایک سے پہلے کیا تھا ۔ وہ بولا : ایک سے پہلے کچھ نہیں ۔ سیدنا علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ اللہ بھی واحد ہے اور واحد سے پہلے کچھ نہیں ہوتا ۔ وہی سب سے پہلے ہوتا ہے احادیث پر نگاہ کر کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو کیسے کیسے اسالیب پاک سے بیان فرمایا گیا ہے :

۱۔ اَللّٰهُمَّ مَا اَصْحٰی لِيْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ
يَاحِيٍّ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ
لَا شَرِيْكَ لَكَ لَكَ الْحَمْدُ و
لَكَ الشُّكْرُ ۔ (رواہ ابو داؤد و
عن عبد اللہ بن غیاث البیاضی رض)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جس نے یہ دعا صبح پڑھ لی ۔ اس نے دن کا حق ادا کر دیا ۔ جس نے شام کو پڑھی اس نے رات کا حق ادا کر دیا ۔

۲۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ
لَهُ اَلَمْ يَكُنْ لَكَ الْخَلْقُ وَهُوَ
" اللہ کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں ۔ وہ
واحد ہے ۔ اس کا کوئی شریک نہیں ۔

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - اَيُّوَن
تَابِعُونَ - عَابِدُونَ سَاجِدُونَ
لِرَبِّتَنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللهُ
وَحْدَهُ كَا وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ
الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ -

ملک بھی اُسی کا ہے اور حمد کا مالک بھی وہی
ہے اور وہی سب چیزوں پر قدرت رکھتا
ہے - ہماری بازگشت اور توبہ اور عبادت
اور سپردہ اور حمد اللہ ہی کے لئے ہے - اللہ
نے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا - اور اپنے

اخرم اسنتہ الانسان عن ابن عمر
یہ دُعا حضورِ سفر سے واپسی کے وقت پڑھتے اور دُعا سے پہلے تین بار اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ لیتے
۳۔ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ - " اللہ ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں "
لَهُ - د مالک من طلبین عبد اللہ

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
(ترمذی عن مرو بن شعبہ)

" اللہ ایک ہی ہے جو معبود ہے اس کا
کوئی شریک نہیں - اسی کی بادشاہی ہے
اسی کے لئے حمد ہے اور وہی ہر چیز پر
قادر ہے "۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بہتر ذکر جو میں نے کہا، اور جو مجھ سے پہلے انبیاء نے کہا -

وہ یہی ہے:

۴۔ ترمذی بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی شخص ایک
دن میں سو بار یہ وظیفہ کرے - اسے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ہوگا - سونیکیاں
اس کی لکھی جائیں گی - سو بیاں اس کی مٹا دی جائیں گی اور اس روز اسے شیطان
سے حفاظت ہوگی اور اس روز اس سے اچھے عمل والا صرف دی ہوگا جس نے یہی کلمات
اُس سے زیادہ دفعہ کہے ہوں گے -

لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

" اللہ ایک ہی ہے جو معبود ہے اس کا
کوئی شریک نہیں - اسی کی بادشاہی ہے
اسی کے لئے حمد ہے اور وہی ہر چیز پر قادر
ہے "۔

اَلْغَوْضُ اِنْ اَوْعِيَهُ كِي نَقْمُ الْفَاطِظُ بِرَدِّ بَرَكْرُوكِهِ وَحْدَهُ كَا كُوسِ طَرَحِ اَوَّلِ دَاخِرِ - کلمات اثبات

توحید و روشک سے مشید و مؤید بنایا گیا ہے۔ جملہ روایات میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور لَا شَرِيكَ لَهُ۔ بعد میں اور اسی سے معنی وحدت ہویدا ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدت اس کا الوہیت میں منقرض ہونا، اور شرکت غیری سے پاک تر ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یکتائی۔ اس کا ہمیشہ بنیظیر ہونا ہے۔ وہ ایک ہے۔ یکتا ہے۔ بے ہمتا ہے۔

واضح ہو کہ توحید کے معنی قرآن مجید نے اسالیب۔ بدیع اور عبارات عالیہ اور امثلہ نفیس سے بڑی وضاحت اور متانت اور صحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔

الف۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر خود بھی شہادت ادا کی۔ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر پر شہادت دی کہ اس کے سوا اور کوئی بھی استحقاق الوہیت نہیں رکھتا، اس شہادت کا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں اپنا عرفان عطا نہ فرماتا تو بندہ کے لئے عرفان صحیح تک پہنچنا دشوار تھا۔
لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ كَمَا أَثْنَيْتَ " میں تیری ثنا کا شمار نہیں کر سکتا۔ تیری سلی نفیک۔ " ثنا دہی ہے جو خود تو نے فرمائی۔

رب العالمین کی یہ شہادت ہی بیان و تعریف اور دلالت پر متضمن ہے اور اسی نے سمیع و بصیر و عقل کو شنوا و بینا و شناسا بنا دیا ہے اور اہل ایمان کے سامنے مسائل توحید کو واضح و اظہر و اثبت کر دیا ہے۔

ب۔ اس شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسل و انبیاء کو کھڑا کیا ہے۔ جن کی تعلیم، دلوں کے قفل کھول دیتی۔ آنکھوں کے حجاب دور کر دیتی اور گوش کی گرانی کھودیتی ہے۔ تصویب نظر کا طریق انہی کے نمونہ سے حاصل ہوتا ہے۔

ج۔ ان بیانات و ارشادات کی تائید میں حنائع الہیہ ہیں۔ جن کی صنعت۔ تاثیر اور افعال۔ توحید الہی پر دلالت نام کاملہ رکھتے ہیں۔

د۔ ان سے آگے بڑھ کر مومن کا وہ اطمینان قلب وہ کشف غطا اور وہ شہود حقائق ہے جو تعلیم ربانی کے مقصود کو موجود بنا لیتی ہے۔ جو مطلوب کو مشہود عظمیٰ دیتی ہے، اور جس سے وہ توحید خالص (جو مشتبہین و معطلین اور اہل حریت کے کلمات سے بہت مٹا بہت روشن اور بہت بلند ہے) مبرن ہو جاتی ہے اور ایمان کو کامل۔ روح کو منور اور یقین کو حقیقت بنا دیتی ہے۔

تب بندہ بندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا ادب و جلال اس کے قلب پر شمس بن جاتا ہے اور اس حالت میں قولا۔ فعلاً۔ عملاً بندہ کو موحود ہونے کا درجہ مل جاتا ہے۔

الوار۔ توحید ان آیات میں دیکھو:

- ۱۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَمْرًا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْ وَنِـ (سورہ انبیاء ۲)
- ۲۔ وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الْوَحْيِ إِلَٰهَةً تَعْبُدُونَ (سورہ زخرف ۴)
- ۳۔ أَمْ اتَّخَذُوا إِلَٰهَةً مِنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْسِفُونَ (سورہ انبیاء ۲۲)
- ۴۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَ اللَّهِ لَمَقَسَدًا تَأْتِي سُبْحَانَ اللَّهِ عَنِ الْعَرْشِ عَتَا يَصِفُونَ (سورہ انبیاء ۲۲)
- ۵۔ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلُوبًا بَرَهَاتٍ لَكُمْ هَذَا وَذِكْرُ مَنْ مَعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي (سورہ انبیاء ۲۲)
- ۶۔ قَرَأَ مَجِيدٍ فِي جَمْعٍ انبَسَا لِي زَبَانٍ سَيِّئٍ حَكَمٍ جَارِيٍّ كَيْفَا هُوَ (اللہ ہی کی عبادت کرو اور تو کوئی بھی تمہارا

”تجہ سے پہلے جتنے رسول بھی ہم نے بھیجے ان کو ہم نے بھی وحی کی ہے کہ میرے سوا اور کوئی الوہیت والا نہیں لہذا تم سب میری ہی عبادت کرو“

”تم سے پہلے جو ہم نے اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھ دیکھو کیا ہم نے (خدا سے) رحمن کے سوا دوسرے معبود مقرر کئے تھے کہ ان کی پرستش کی جائے“

”دیکھا انہوں نے زمین کی مادی اشیاء کے معبود بنائے ہیں۔ کیا وہ زندہ بھی کر سکتے ہیں“

”اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی کوئی معبود ہوتے۔ تب زمین و آسمان ڈونو ہی تباہ ہو گئے ہوتے۔ پس پاک ہے اللہ عرش کا پالنے والا، ان مشرکوں کی باتوں سے“

”کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ کہہ دے کہ تم اپنے برہن تو پیش کرو۔ میری کتاب اور مجھ سے پہلوں کی کتابیں تو موجود ہیں۔ ان ہی میں سے کسی میں اپنا مطلب نکال کر ثابت کرو“

قرآن مجید میں جملہ انبسیا کی زبان سے ہی حکم جاری کیا گیا ہے۔

”اللہ ہی کی عبادت کرو اور تو کوئی بھی تمہارا

غَيْرِهِ - وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ
أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ
وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ -
(دغل - ۵)

معبود نہیں۔ ہر ایک امت میں ہم نے
رسول بھیجے اسی پیغام کے ساتھ کہ
اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے
بچو۔

اس آیت میں ہر ایک اس چیز کی پوجا اللہ کے سوا کی جاوے، طاغوت بتلایا گیا ہے
اس لئے کہ شرک کی طغیانی کا وہ سبب بھڑھی۔
آیات بالا میں توحید کی فنا و بقاء بتلائی گئی ہے۔ نفعی غیر فنا ہے اور اثبات حقیقت
الوہیت بتا ہے۔

اثبات کی حقیقت یہ ہے کہ عبادت اور محبت اور خشیت و طاعت اللہ ہی کے لئے
ہو کسی غیر کے لئے نہ ہو۔

رجا و دعا اور تقویٰ و توکل - استغاثہ و التجا سب اس کی جناب سے ہو۔ ان سب
امور کا تعلق کسی غیر سے نہ ہو۔

مندرجہ ذیل آیات قرآنی پر غور کرو:

۱- قُلْ أَعْلَيْتُ اللَّهَ أَنْ يَخْذُ لِي لِيَا
فَاطِمَةُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ -
(سورہ النعام ۲۶)

"کہہ دے کہ کیا اللہ کے سوا (جو آسمانوں
اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے) اور کسی
سے میں دل لگاؤں؟"

۲- أَفَعَيِّرُ اللَّهَ ابْتِغَاءَ حُكْمٍ
وَالْأَسْمَاءِ كَرُولٍ كَا؟

"کیا میں اللہ کے سوا اور کسی کو فیصلہ کرنے
والا پسند کروں گا؟"

۳- قُلْ إِنِّي هَدَانِي رَبِّي إِلَى
مِزَانٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيمًا

"ان سے کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے
تو مراط مستقیم کی ہدایت کر دی ہے۔ یہی
وہ دین ہے جو قیم اور مضبوط ہے، اور
ابراہیمؑ تو بالکل مشرک نہ تھا کہہ دے میری
نماز۔ میری قربانی۔ میرا جینا میرا نما اللہ کے
لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے"

مِلَّةً أَمَرَ آدَاهُمُ حَنِيفًا وَمَا
كَانَ مِنَ الْمَشْرِكِينَ - قُلْ إِنْ
صَلُّوا لِي وَكُنِي وَمَحْيَايَ -

وَمَنَانِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

(النعام - ۲۰ ع)

یہی وہ توحید ہے جس کی طرف تمام رسل، انبیاء و دعوت دیتے رہے۔

یہی وہ توحید ہے جو نجات کی کلید ہے۔

یہی وہ توحید ہے جس پر زمین و آسمان کا قیام ہے اور اسی توحید کا مالک الواحد

ہے۔

بندہ کہ اس اسم پاک کے ساتھ تعلق خاص پیدا کرنا چاہیے تاکہ شرک اور اس کے

بہلہ اقسام سے علیحدہ۔ پاک۔ منفرد اور ضابط ہو جائے۔

۵۲
مر جلتانہ
الاحد

واضح ہو کہ ائمہ لغت کے نزدیک احد دراصل وحدت کا - واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا

کیا ہے۔

ہاں معنی کے اعتبار سے بھی واحد اور احد ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ علامہ میر درد

دہلوی لکھتے ہیں کہ جامع الدعوات یہی تھی اور سنن ترمذی میں اسم احد بیان نہیں ہوا۔ البتہ

جامع الاصول ابن اثیر کی روایت میں واحد الاحد مروی ہے۔

ہر دو اسماء کے متحد المعنی ہونے کا راز یہ بھی ہو گا کہ ہر دو اسماء توحید خالص پر وال

ہیں اور ایسے اسماء اصلاً و معناً و دلالتاً بھی ایک ہی ہونے چاہئیں۔

علماء معانی نے ہر دو اسماء کی کچھ خصوصیات بھی بیان کی ہیں۔

واحد وہ ہے جو عظیم التجزی ہے یعنی جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا۔

احد وہ ہے جو عظیم التثنی ہے یعنی جس کی نظیر کوئی نہیں ہے!

لفظ واحد کا اطلاق محل اثبات میں دیگر اشیاء پر بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے رجل واحد

و درهم واحد (ایک آدمی)۔ ایک روپیہ) مگر لفظ اَحَد کا اطلاق اِثْبَاتاً اللہ تعالیٰ

کے سوا اور کسی پر نہیں ہوتا۔ ہاں لفظ احد کا استعمال نفی دیگر میں ہوتا ہے اور اس وقت

نفی نہایت مکمل نفی ہوتی ہے مثلاً لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ پر غور کرو کہ کفو الہی کی نفی لفظ

احد سے کی ہے اور یہ ایسی نفی ہے کہ اس کے بعد کوئی استثناء وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ (ترجمہ)

”کہو اللہ کا کفو کوئی بھی تو نہیں“

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں لفظ احد بطور اسم پاک صرف ایک ہی مقام
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ میں مستعمل ہوا ہے اور یہ بھی دلائل احادیث میں سے ایک عجیب دلیل ہے
احدیت اپنی شان میں ایسی مکمل ہے کہ تکرار لفظی بھی نہیں ہوا۔ واہ۔ حوا۔ مرجا۔ زہے خوب!

اب یہ بھی غور کرو کہ اس مقام پر بھی اسم احد الف لام تعریف سے مستغنی ہے۔ یعنی
اسم احد اپنی ایسی شان میں جلوہ گر ہے کہ تعریف کی ضرورت نہیں اور احدیت ایسے کمال میں ہے
کہ کسی زائد حرف کا نفاذ بھی نہیں ہوا۔

حدیث میں ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے التحدیات کے تشہد میں دو انگلیوں سے اشارہ کیا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَحَدٌ اَحَدٌ۔ ایک انگلی سے۔ ایک انگلی سے۔ یعنی جب اشارہ
الیہ ایک ہے، احد ہے تو اس کے لئے بوقت اشارت بھی دو انگلیوں کی حرکت سے اشارہ
روا نہیں۔

اللہ تعالیٰ احد ہے۔ وحدت ذاتیہ والا۔ اس کی وحدت ذاتی ہی اس کی احدیت ہے۔ سورہ
اخلاص میں رب العالمین کی صفت فرمائی گئی ہے تو اسم جلالہ کے ساتھ سب سے مقدم تر
صفت احدیت میں فرمائی گئی ہے۔

اہل توحید کو لازم ہے کہ احدیت سے اپنی توحید کو مکمل کریں۔ شرک ظاہری و باطنی اور خفی و
جلی سے قلوب کو پاک کریں۔

نیت و افعال و اہمال میں توحید اور اخلاص اور صدق کا پید کرنا، اُن کی مواظبت و حفاظت
بندہ کو اسم پاک احد کے انوار سے فیضیاب کر سکتی ہے۔

۵۳

الصَّحَدُ جَلَّ شَانُهُ

اس اسم پاک کے لغوی معانی بھی ہیں اور شرعی بھی۔ ائمہ لغت نے بیان کیا ہے۔

حمد وہ ہے جس میں جوت نہ ہو۔

حمد وہ ہے جس میں احتشاد نہ ہو۔

صمد وہ ہے جس میں سے کوئی شے خارج نہ ہو۔

صمد وہ ہے جس کی احتیاج سب کو ہو۔

اس معنی میں شعراء قبل از اسلام کے اشعار بھی یہی تھے :

الابكر الملتاعى بخير بنى اسد بعمر و بن مسعود بالسيد الصمد
دوسرا کہتا ہے :

علوتم بحسامى ثحر قلت لى خذها خذيف فانك السيد الصمد
ائمہ دین کے اقوال یہ ہیں :

صمد وہ سچا القیوم ہے جسے زوال نہیں (حن بصری رحمہ اللہ علیہ)

صمد وہ سید ہے جسے کامل سیادت حاصل ہو (اعمشے عن شفیقے)

صمد وہ سید ہے جو سیادت میں کامل ہو۔ وہ مالک شرف ہے جو شرف میں کامل ہو

وہ عظیم ہے۔ جو عظمت میں کامل ہو۔

وہ حلیم ہے جو حلم میں کامل ہو۔

وہ علیم ہے جو علم میں کامل ہو۔

وہ حکیم ہے جو حکمت میں کامل ہو۔

صمد وہ ہے جو جملہ انواع شرف و سیادت میں کامل ہو۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے سوا

اور کوئی بھی صمد ہونے کی شان نہیں رکھتا۔ اس کا کوئی گھونہیں۔ اس کی کوئی مثل نہیں واحد

القهار وہی ہے (علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی)

صمد وہ ہے جو کھانا نہ کھائے۔ (حکیم ابن امان عن عکرمہ)

صمد وہ ہے جو نہ کھائے نہ پیئے۔ (شعبی)

صمد وہ ہے جو پیدا شدہ نہ ہو۔ جس سے کوئی پیدا نہ ہو کیونکہ ہر ایک پیدا ہونے والی شے

کے لئے موت ہے ہر ایک مرنے والے کے لئے ورثہ ہے۔ اللہ کے لئے نہ موت ہے نہ وارث ہے

کوئی اس کا گھونہیں کوئی اس کا مشابہ نہیں۔ کوئی اس کے برابر کا نہیں کوئی اس کی مثال کی مثال

جیسا بھی نہیں۔

صمد میں محض جامعیت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مکان، مرتفع۔ مضبوط کو اہل لغت مصمود

کہتے یعنی قوت و تماسک و اجتماع اجزاء کی اوصاف کی وجہ سے۔ پس صمد وہ ہے جو اپنی ہستی میں

مجتب - قوی ثابت ہو اور باقی سب لوگ اس کے احتیاج مند و دست نگر ہوں۔ وہی مرجع حاجات ہو اور منتهی کمالات (ابن تیمیہ)

حمد و وہ ہے جو سید سب پر حکمران - (امام بخاریؒ)
واضح ہو کہ یہ اسم پاک بھی صرف سورۃ اخلاص میں آیا ہے۔ قرآن مجید کے دیگر کسی مقام پر نہیں آیا۔ یعنی جس طرح بلخاظہ معنی عجیب ہے۔ اسی طرح بلخاظہ استعمال غریب ہے۔

الْقَادِرُ

قدر اندازہ - قدرت - توانائی۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ جملہ ممکنات کی ایجاد اسی کی قدرت کا جلوہ ہے۔
جملہ تغیرات ارضی و سماوی۔ روحی و مادی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے سب کی طاقتیں بیچ ہیں اور اس کی قدرت کے سامنے سب کے دعاوی بیچ۔
اللہ تعالیٰ قادر ہے جو اَنَا كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (سورۃ قمر ع ۳) "ہم نے ہر شے کو اندازہ کے موافق پیدا کیا۔" کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (طلاق) "اللہ نے ہر شے کی ایک خاص قدر رکھی ہے۔" اُس کی شان ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اَشْرَكْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ "ہم نے پانی کو اوپر سے اندازہ کے موافق اتارا ہے۔" سے اس کی قدرت نمودار ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَالْحَيَاتِ (واقعہ) "ہم نے موت و زندگی کو تمہارے درمیان اندازہ کے موافق رکھا ہوا ہے۔" سے اس کی قدرت ثابت ہے۔
اللہ تعالیٰ قادر ہے اور فَقَدْ رُفِعْنَا فَعِمْ الْقَادِرُونَ "ہم نے اندازہ کیا اور ہم بہتر قدرت والے۔ بہتر اندازہ والے ہیں۔" سے اس کی توانائی آشکار ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ وَالْقَمَرَ قَدَرْنَا مَنَازِلَ "ہم نے چاند کی منزلوں کو مقدر کر رکھا ہے۔" سے زمین و آسمان کا زیر قدرت ہونا ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور کوئی انسان نہ اس کی قدرت کا اندازہ کر سکتا ہے اور نہ اس کی شان کے موافق اس کی تعظیم کر سکتا۔ وَمَا قَدَّرُوا لِلَّهِ حَقَّ قَدْرِهِ (حج)، "اللہ کی عزت کا اندازہ یہ لوگ کر نہیں کر سکتے"

پس الْقَادِرُ اللہ تعالیٰ کا نام اس لئے بھی ہے کہ وہ قدرت والا ہے اور اس لئے بھی کہ قدر و اندازہ کا مالک ہے۔

قرآن مجید میں قَدِيرُ بھی بطور اسم پاک آیا ہے:

رَبُّكَ اللَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ (سورہ نحل ع ۷) "اللہ تعالیٰ تو علم والا ہے، قدرت والا ہے"

وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ (روم ع ۶) "اللہ تعالیٰ تو علم و قدرت پر ہے"

اور بطور وصف توبہ ۷۳ مقامات پر آیا ہے:

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (ہود) "اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"

تمام حدیث ترمذی میں نہیں ہے،

علامہ ابن المظنی یحییٰ بن المعروف باین القدير (ولد في شهر رجب ۴۵۵ھ) نے اپنی کتاب

اِثَارَةُ الْحَقِّ عَلَى الْخَلْقِ میں ذِخْرُ الْقَادِرِ کو بھی اسم میں شمار کیا ہے۔

اس ص اسم سے تخلیق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ تمام عالم کو زیر قدرت الہیہ یقین کریں۔ معیشت میں تنگی و وسعت کو اللہ تعالیٰ کے قدرِ معیج اور اندازہ معیج کی تحت میں جان کر اسے عین حکمت و دانائی سمجھیں۔

۵۵
الْمُقَدِّرُ
جَلِشًا

اس اسم میں بمقابلہ اسم قادر و نابالغ پایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو قدرت تامہ و کاملہ حاصل

ہے۔ کمالات دائمیہ پر اسے اقتدار ملتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر ع ۶) "قدرت والے بادشاہ کے پاس"

أَخَذَ عَزِيزٌ مُّقْتَدِرٌ (قمر ع ۶) "غلبہ والے اور قدرت والے کا سا بگڑنا"

قادر اور مقتدر کے معنی میں وقت حاصل کرنے کے لئے اُن آیات پر غور کرو۔ جن میں

ان اسماء کا استعمال ہوا ہے۔

اسم قادر کا استعمال - خلق (پیدائش) احیا - قدر و اندازہ کے افعال پر ہوا ہے - اور
مقتدر کا استعمال عزت و ملک و فرماں روائی کی شان کے ساتھ - یہی دونوں اسماء کے خصائص
ہیں - یہ یاد رکھنا چاہیے کہ المقتدر لازم و متعدی ہر دو معانی میں آتا ہے۔
اسے اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو رب العالمین کے سامنے کامل اطاعت، اور
فرماں برداری اختیار کرنی لازم ہے۔

۵۶
الْأَوَّلُ حَلَّ شَاہ

۵۷
الْآخِرُ حَلَّ شَاہ

۵۸
الظَّاهِرُ حَلَّ شَاہ

۵۹
الْبَاطِنُ حَلَّ شَاہ

اول اصل میں اوائل (موسو لا وسط) تقابلاً بقول بعض و ذال تھا بمعنی نخستین۔
اللہ تعالیٰ اول ہے۔ جملہ موجودات پر اس کی ہستی کو تقدم حاصل ہے اور جب قدر اوائل اضافہ
موجود ہیں وہ سب اس سے بعد کے ہیں۔ بیایات کی ابتدا اسی کی اولیت سے ہے اور اس کی
اولیت ہر ایک ابتدا سے برتر و بعید تر ہے۔ ذہنی و خارجی - فرضی و عقلی موجودات کی ابتدا اسی کی
اولیت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اول ہے اور ماسویٰ کا ترتیب اسی کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اول ہے اور برسرے کی اصل کا رجوع اسی کی جانب ہے۔

اللہ تعالیٰ آخر ہے یعنی فنا مخلوقات کے بعد اسی کی بقاء کو تاخر ہے اور جب قدر و آخر اعتباری ہیں ان سب کے بعد اسی کا قیام ہے۔ وہی ابدی الابدی ہے وہی ادم بلا نہایت ہے۔ ہر ایک نہایت کی انتہا اسی کی اخرویت کے تحت میں ہے۔ اسی کی ذات سب کی منتہا و مرجع ہے۔

جملہ جہات محسوسہ - معقولہ - مفروضہ - مجہولہ - ماضیہ و آتیہ اللہ تعالیٰ ہی کی اولیت و آخریت سے محروم و محاط ہیں۔

ذائع ہو کر اسماء پاک میں الاول والاخر دونوں اکٹھے متعل ہو تے ہیں۔
الظاہر - الباطن - ان الفاظ کی اصل ظہر و بطن ہے۔ ظہر لپٹ کو اور بطن شکم کو کہتے ہیں۔ بعد ازاں ظہر اس چیز کو کہتے گئے جو ادراک حس میں آجائے اور بطن اس شے کو جو مخفی از حس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَرَوَّادَا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنِہٖ
”گناہ کی بیرونی اندرونی کیفیتوں عالماتوں
سے علیحدہ ہو جاؤ“

بطانت کا لغت یہیں سے بنا ہے۔ جس کے معنی رازداری ہیں : وَلَا تَخْجُوْا بَاطِنَہٗ مِنْ دُوْنِکُمْ یعنی ال ایمان دوسروں کو اندرونی معاملات کا راز دار نہ بناؤ۔
اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ یعنی انسان اپنی معرفت بدیہیہ سے اسے پاسکتا ہے اور ہر ایک موجود شے ہستی باری تعالیٰ پر بہترین دلیل فطرت انسانی بن سکتی ہے۔
اللہ تعالیٰ باطن ہے۔ یعنی حقیقت عرفان کا مالک ہے۔
اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ اپنی آیات سے اور باطن ہے اپنی ذات سے
اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اور سب پر محیط ہے۔
اللہ تعالیٰ باطن ہے اور کوئی ادراک اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لَا تَدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَہُوَ یَدْرِکُ الْاَبْصَارَ

اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن ہے اور اسی کی طرف سے نِعَمَ ظَاہِرٌ و النعمات باطنہ حاصل ہوتی ہیں وَاَنْسَبَ عَلَیْکُمْ نِعْمَہٗ ظَاہِرٌ وَّ بَاطِنٌ
اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ ہدایت وجود اور شدت ظہور، بذریعہ دلالت مصنوع پر صانع اسی کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اور جملہ ممکنات کا افتقار و احتیاج اس کی طرف ہے۔
 اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اور اس کی آیات باہرہ النفس و آفاق میں روشن و تاباں ہیں
 اللہ تعالیٰ باطن ہے کیونکہ اس کی کتم ذات سے جس البصار اور درک افکار
 کوتاہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ باطن ہے۔ ستر کربائی اسکا حجاب ہے اور حجاب کمال اس کا بطون ہے
 ترمذی کی حدیث ابو ہریرہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ
 زہرا علیہا السلام کو یہ دعا سکھلائی تھی۔

اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ
 وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَلِيِّ رَبَّنَا وَ
 رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ رَحْمَةً مُنْزَلًا
 الْمُتَوَسِّلِينَ وَالْإِخْلَاقِ وَالْفَرْقَانِ
 خَالِقِ الْحَبِّ وَالْمَوْتِ أَحْوَذِ
 بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ بِ
 أَنْتَ أَحَدٌ بِنَاصِيَةِ أَنْتَ
 الْإَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ
 الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ
 شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ
 قَوْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ
 فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ مُرَاقِبِ
 عَمَى الدِّانِ وَاعْنِزْنِي مِنَ الْفَقْرِ
 يَا اللَّهُ سَاتُوا أَسْمَانُوكِ رَبِّ، اور
 عرشِ عظیم کے رب ہمارے پروردگار
 اور سب چیزوں کے پروردگار، تورات
 اور انجیل اور قرآن اتارنے والے، دانہ
 اور گٹھلی کو زمین سے اگانے والے میں
 ہر ایک شے (جو چیزے قبضہ میں ہے)
 کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو
 اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شے نہ تھی
 تو آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں۔
 تو ظاہر ہے تجھ سے اوپر کوئی شے نہیں
 تو باطن ہے تجھ سے پرے کوئی شے
 نہیں۔ میرا قرض اتار دے اور مجھے
 تنگدستی سے نجات دے۔

واضع ہو کہ — ہر دو اسماء الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ — ہر دو مزدوج
 آتے ہیں۔

۹۰ الْوَالِي جِلَّ شَانُهُ

ولایت بالغت ہے جس کے معنی تولیت ملک و امر میں قرآن مجید میں ہے :
وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ "اور نہیں ہے تمہارے لئے سوائے اُس
کے کوئی والی"

لفظ مولیٰ بھی اسی مادہ سے آتا ہے جس کے معنی بندہ آزاد شدہ اور آزاد کنندہ
بندہ - حلیف - ابن العم - ہمسایہ کے ہیں - ایک کے کام کو دوسرا سرانجام دینے والا بھی مولیٰ
کہلاتا ہے - موالات بھی اسی مادہ سے ہے -
اللہ تعالیٰ والی ہے - اسی کو تولیت امور حاصل ہے اور اسی کا تصرف جہور پر مسلم -
نصرت و استعانت - سلطنت و قدرت - تدبیر و تصرف اسی کو حاصل ہے - لہذا اللہ تعالیٰ
بہی صحیح ترین معانی میں والی ہے - ہر شے پر اسی کا تصرف ہے - ہر شے پر اسی کی قدرت فرما رہا
ہے -

اسم ہذا سے تخلیق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ خود کو مملوک اور اپنی اشیاء کو ملک رب
العالمین سمجھتا رہے - احسان و تہیہ کا موقع غنیمت سمجھے - قانون الہی کا پابند رہے -

۹۱ الْمُتَعَالَى جِلَّ شَانُهُ

یہ اسم قرآن مجید میں سورہ رعد میں آیا ہے : الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ
یہ اسم علا یعلو اسے ہے اور اسم عَلٰی عَلٰی یَعْلُو عَلًا سے ہے
عَلَا یَعْلُو کا استعمال اکنہ و اجسام کے متعلق کیا جاتا ہے اور متعال میں علو کا مبالغہ
شامل ہے -
اللہ تعالیٰ کا اسم متعالی اس لئے ہے کہ وہ ہر ایک عالی سے برتر ہے - ہر ایک مدعی

علا کو پست کرنے والا ہے۔ علو نے اسی کی بلندی سے رفعت پائی ہے اور علو ذاتی اسی مالک کے لئے ہے۔

تَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ "اللہ جو سچا بادشاہ ہے نہایت برتر ہے"

اسی کے لئے ہے۔

تَعَالَى جَدُّ رَبِّنَا "ہمارے رب کی شان نہایت برتر ہے" اسی کی شان میں ہے۔

مشرکین کے اوصاف شرکیہ سے اس کی شان برتر ہے اور واصفین کے اوصاف ناقصہ سے اس کی درگاہ عالی تر ہے۔

تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ "اللہ بلند و برتر ہے اُس سے جو شرک کرتے ہیں" (نحل ع ۱)

سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ "اللہ پاک و برتر ہے اس سے جو لوگ توصیف کرتے ہیں" (انعام - ۱۰)

سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى عَمَّا يُفُكُّونَ "اللہ پاک و برتر ہے اس سے جو لوگ کہتے ہیں" (اسرائیل - ۵)

سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسم متعالی کی شرح میں یہ قطعہ کہا ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم

وز ہر چہ گفتم ایم و شنیدم و خواندہ ایم

و نہ تمام گشت و بیایاں رسید عمر

ماہچہاں در ادل وصف تو ماند ایم

اس اسم سے تخلیق پیدا کرنے والے کو خضوع و خشوع جسمی و قلبی کا لزوم کرنا چاہیئے۔ اور بارگاہ قدس کے حضور میں عاجز و درماندہ بر خاک افتادہ رہنا چاہیئے۔

الْبَرِّ ۹۶ جلشانہ

برّ تخفیف میدان (خشکی) کو کہتے ہیں۔ اس کی وسعت کا استعارہ لیتے ہوئے اُن جملہ امورِ خیر کو جن کی کثرت احتیاج انسان کو پڑتی ہے۔ اور جن میں نوع انسان کے لئے توسع ہے۔ برّ بکسر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انواعِ برّ کا شمار کیا ہے۔

لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تَوَلَّوْا وُجُوهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنُ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (البقرہ ۱۷۷)

یہی نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے جانبِ مشرق و مغرب کر لیا کرو۔ نیکی تو اس کی ہے جو (۱) اللہ پر۔ قیامت پر۔ ملائکہ پر۔ کتابوں پر۔ انبیاء پر ایمان لایا۔

(۲) جس نے خوشی اور محبت سے اہلِ قربات اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوا ایلوں اور آزادی غلاموں میں مال خرچ کیا۔ (۳) جس نے نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ ادا کی۔

(۴) جو لوگ عہد کر لینے کے بعد اپنے عہد کو پورا نباتے ہیں۔

(۵) جو لوگ تنگدستی۔ بیماری اور حالتِ جنگ میں صبر کرنے والے ہیں

یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے صدق کمایا، اور یہی تقوٰے والے ہیں۔

ان انواعِ برّ کے بعد اللہ تعالیٰ کے اسمِ پاکِ برّ کے معنی سمجھو۔

اللہ تعالیٰ برّ ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر گونا گویا احسان فرماتا ہے۔ آثارِ دنیا عطا فرماتا ہے نعمائے آخرت ایثار کرتا ہے۔

وہی ہے جس نے انواعِ بڑا و احسان کو بیان فرمایا، اور ورع و تقویٰ کی پابندی کا حکم دیا۔
ہذا نیکی کنندہ - نیکی دہندہ وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی بَرُّ الرَّحِيمِ ہے جس نے عاجز بندوں کو ابرار کا خطاب عطا کیا۔ ان کو نعیم کا عطیہ دیا۔ ان کو تختِ رفعت پر بٹھلادیا۔ اُن کو معرفتِ ربانی سے ممتاز فرمایا۔

إِنَّ الْبُرَّ أَرْكَفَى نَعِيمٍ عَلَى
الَّذِينَ لَا يَلْبَسُ يَنْظُرُونَ نَعِيمٌ
فِي وُجُوهِهِمْ فَضْرَةً
التَّعْطِيرِ۔

"ابرار دنیا کی کرنے والے لوگ نعمتوں میں
ہوں گے۔ تخت پر جلو میں کئے ہوئے
سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے۔ ان کے
چہروں سے ناز و نعمت کی تازگی ٹپک
رہی ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ ہی بَرُّ الرَّحِيمِ ہے جس نے سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم پر کلامِ پاک کو
کِرَام بَرَزَہ (عزت والے نیکو کار فرشتے) سفیروں کے ساتھ نازل فرمایا۔ بے شک اُمّی
کی ذاتِ دائم الاحسان اور کثیر الرحم ہے، اس اسم کا استعمال صرف اسمِ رحیم کے ساتھ ہوتا
ہے۔

اس اسم کے ساتھ تخلیق کرنے والوں کو سورہ یقوٰع ۲۲ کی آیت کے موافق اپنا عقیدہ اور
قول و عمل کر لینا چاہیئے۔

۶۳۔ الثَّوَابُ وَجَلَّ شَانُهُ

ثَوَاب کے لغوی معنی بازگشت کے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وعادِ سفر کو بروایت ابن عمر صحابہ ان صحاح نے (بجھڑائی)
بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک ٹیلہ یا بلندی پر چڑھتے ہوئے تین بار اَللّٰهُ اَکْبَرُ
پکارتے اور اس کے بعد یہ کلمات فرماتے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا
کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کا ہے

هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اِسْتَوْنَ
تَاْبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ
لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ حَمْدُكَ اللهُ
وَعَدَا وَنَصَرَ عَبْدُكَ وَهَزَمَ
الْاَحْزَابَ وَحْدَكَ -

حمد اسی کے لئے ہے۔ وہ سب چیزوں
پر قدرت رکھتا ہے۔ ہمارا جانا۔ ہمارا
لوٹنا اللہ کے لئے ہے۔ ہم رب
ہی کی عبادت کرتے اسی کو سجدہ، اُسی
کی حمد کرتے ہیں۔ اللہ نے اپنے وعدہ کو
سچا کر دکھایا۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی دشمن
کے لشکروں کو اس اکیلے واحد خدا نے ہتر
بڑ کیا۔

توبہ حقیقت شرعی میں اس کیفیت کو کہتے ہیں۔ جس میں امور ذیل کا اجتماع پایا جائے۔

- ۱۔ موجودہ بُری حالت کو ترک کر دینا۔
- ۲۔ گزشتہ حالت پر ندامت کا اظہار کرنا۔
- ۳۔ آئندہ کو وہی بُرا فعل نہ کرنے کا عزم پختہ کرنا۔
- ۴۔ گزشتہ نقصان کے تدارک کی فکر کرنا۔

جب چاروں امور جمع ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے مجموعہ کا نام "توبہ" کہلاتا ہے۔

توبہ کا اُصول

قرآن پاک میں یہ بیان فرمایا گیا ہے :

اَتَمَّ التَّوْبَةِ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ
يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ
يَتَوْبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَئِكَ يَتُوبُ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا
حَكِيمًا وَلَكَيْتِ التَّوْبَةُ
لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ الشَّيْءَاتِ حَتَّى
اِذَا حَفَرُوا أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ اِنِّیْ تَنَبَّأْتُ النَّارَ وَلَئِذَا

”اللہ پر بازگشت ان لوگوں کے لئے ہے
جو برائی جہالت سے کرتے ہیں اور پھر اس
سے جلد ہی توبہ کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ اللہ بھی
اُن پر توبہ فرماتا ہے اور اللہ تو علیم حکیم ہے
توبہ ان کے لئے نہیں جو برائیاں کیا کرتے
ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی
کے سامنے موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے
کہ میں نے اب توبہ کی۔ توبہ ان کے لئے

يَسْئَلُونَكَ عَنْ اُولَئِكَ ۖ قُلْ هُمْ فِي عَذَابٍ مُّتَسَاوِينَ ۚ
 اَعْتَذَرْتُ لَكَ مِنْهُمْ اَبَا اَيْسًا ۚ
 بھی ہیں جو مرتے ہیں اور وہ اس وقت
 کافر ہوتے ہیں۔ یہ تو وہ ہیں جن کے لئے
 (نساء۔ ۳۷) ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

قرآن مجید میں دس مقامات پر اسمِ تَوَابِ آیا ہے۔ سورہ نور میں وَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ
 حَكِيمٌ ہے۔ باقی اٹھ مقامات پر تَوَّابٌ رَحِيمٌ ہے اور ایک جگہ صرف تَوَّابٌ ہے۔
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول فرمانا مبنی براءِ رحم ہے اور رحم الہی ہی
 اللہ تعالیٰ کا حکیم ہونا ظاہر کر رہا ہے۔

معافی کے جذبہ سے کوئی انسان خالی نہیں اور جو کوئی شخص شرافت و نجابت میں بڑھا ہوا
 ہے جس کے دل میں رحم۔ لطفت۔ عطوفت مہربانی ہے۔ وہی اوروں سے زیادہ معافی دینے والا
 ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سراپا رحمت۔ سراپا رحم ہونا مسئلہ ہے لہذا اس کا توبہ پذیر ہونا بھی ضروری ہوا
 تَوَّابٌ جو اسمِ پاک ہے۔ اس کے معنی خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں:
 هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ
 عِبَادِهِ (شوریٰ)
 قبول فرماتا ہے۔

غَافِرِ الذَّنْبِ قَابِلُ التَّوْبِ -
 (مومن ص ۱)
 "وہ گناہوں کا ڈھانک دینے والا، اور
 توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔"

جب ہم توبہ کی حقیقت بتلا چکے کہ بُری حالت کا ترک کرنا۔ گزشتہ برندامت کا اظہار۔
 کرنا۔ آئندہ بُرے فعل کے نہ کرنے پر پختہ عزم کرنا۔ تدارکِ مافات کرنا ہے تو پھر ایسی توبہ کی
 قبولیت سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جس کے پہلو میں درد مند دل اور رحم آمیز دل نہیں ہے
 توبہ کا مسئلہ عین فطرتِ انسانی کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کا تَوَّاب ہونا اس کا
 عرفانِ صحیح ہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ توبہ کرنا ہر شخص پر فرض ہے وَ تَوَّابٌ اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ اس توبہ کا
 نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان بہترین اعمال میں ترقی کرے گا۔ محاسنِ اخلاق میں برابر بڑھتا رہے گا۔
 اس کا مستقبل اس کے ماضی سے زیادہ شان دار ہوگا۔ وہ تدارکِ مافات کے اصول پر چھوڑی عمر
 میں اعمالِ خیر کا ذخیرہ وافر جمع کر لیگا۔ یہ جملہ یرکاتِ توبہ سے حاصل ہوں گی۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنا فرض ہے ۔
 بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش
 عذر بد رگاہ خدا آورد
 کس نتواند کہ بجا آورد
 در نہ سزاوار خداوندیش

۴۲۷ الْعَفْوُ جِلِّ شَانَهُ

معا عفو اسے ہے جس کے معنی ترک کرنا چھوڑنا ہے ۔ وَاعْفُوا لِلْحَيِّ : وارٹھی کو بڑھنے کے لئے چھوڑ دو ۔

عَفَوْتُ الرَّجِيمَ الدَّارَ : ہونا نے نشانات مٹا دیئے ۔

عَفْوٌ - قصور کرنے والے کو پاداش نہ دینا ۔ چھوڑ دینا

عَفْوٌ - بہت چھوڑ دینے والا ۔ بہت معاف کرنے والا ۔

قرآن مجید نے معافی کی تعلیم ایک دلچسپ پیرایہ میں دی ہے ۔ سوال یہ کیا گیا ہے :

«الَّذِينَ آمَنُوا أَن يُعْفُوا لِلَّهِ لَوْ كُنُوا
 ”کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہارے
 گناہوں کو معاف کر دے“

اس کا جواب مسلمہ طور پر یہی ہو سکتا ہے کہ سب لوگ کہیں گے کہ ہاں لہذا یہ تعلیم دی گئی

فَلْيُعْفُوا أَوْ لِيُصْفَحُوا

”تب تم کو بھی لازم ہے کہ لوگوں کو معاف کیا
 کرو اور ان سے درگزر کیا کرو“

انسان کو لازم ہے کہ انسان کی تقصیرات کو معاف کر دیا کرے ۔ کیونکہ انسان خود ہی چاہتا ہے

کہ اللہ پاک اسے معاف کر دیا کرے یعنی اگر معافی کا اصول صحیح ہے اور انسان کا اللہ پاک سے

عفو کی درخواست کرنا ۔ معافی کی دعا کرنا ۔ امید کرنا صحیح ہے تو اسی اصول کا بڑا ٹاٹا ہے اپنے کمزور

ضعیف لوگوں پر بھی کرنا ضروری ہے

اگر یہ اصول صحیح ہے کہ کسی تقصیر والے کو پاداش سے نہ بچایا جائے ۔ قصور کے مطابق سزا ضرور

دی جائے تو خود انسان کو اللہ پاک سے بھی کچھ توقع امید رہا ۔ آرزو نہیں رکھنی چاہیئے ۔

قرآن مجید میں اسم عفو یا پانچ مقامات پر آیا ہے۔ چار جگہ اسم غفور کے ساتھ اور ایک جگہ اسم قدیر کے ساتھ آیا ہے۔

غفور کیساتھ عفو کا ہونا غفرانِ ذنب کی مکمل صورت کو پیش نظر کر دیتا ہے اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ غفران و عفو کی صفات اس ذاتِ پاک میں ذاتی و منفی ہیں۔ تصنع کو اس میں دخل نہیں۔

اسم قدیر کا ساتھ ہونا بتاتا ہے کہ صفت عفو اسی کی جانب سے زیبا ہے جو اخذ اور پاداش پر بھی قدرت رکھتا ہو۔

عفو وہی غیبی جو قدرت والے کی طرف سے ہو۔ ورنہ اس کا نام تو عجز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ عفو ہے اور ہر ایک با ایمان کو معافی دینے کا حکم فرماتا ہے۔

خَذِ الْعَفْوَ وَأَمْرٌ بِالْعُرْفِ وَأَنْتَ رَحِيمٌ ” معافی کو اپنی عادت بناؤ۔ نیک کام کرنے

عَنِ الْجَاهِلِينَ (اعراف ۲۴) کی ہدایت کیا کرو۔ جاہلوں سے منہ پھیر لیا کرو۔

الحمد للہ کہ اسلام دنیا میں معافی، رحمت، درگزر، محبت اور تعاونِ صادق کی تعلیم لے کر آیا ہے

کینہ، عداوت، تعصب، نفرت سے اسلام بیزار ہے۔

نزدی نے عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے اور روایت کو صحیح بنلایا ہے کہ میں نے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر مجھے شب قدر مل جائے تو اس وقت کیا دعا کروں۔ تب حضور نے یہ

دعا سکھائی :

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ عَفُوٌّ مُّجِيبُ الْعَفْوَ ” یا اللہ تو عفو ہے۔ معافی دینا تجھے بہت

فَاعْفُ عَنِّي (ترمذی) پیارا ہے لہذا تجھے معاف فرما دے

۶۵
الرَّوْفُ حَاشَانِہ

رَافٌ - رَافِقٌ - رَدُوْفٌ - رَافِقَةٌ ورِیفٌ رَافِقًا) سے ہے۔

رافق - وہ مہربانی جس کا مقصد ازالہِ ضرر اور دفعِ کمزریات ہو۔

بعض نے رافت کو اشد رحمت کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے رحمت کو عام اور

رافت کو خاص بتلایا ہے کیونکہ رحمت کے معنی میں دفع ضرر کے علاوہ افضال و انعام بھی شامل ہیں۔
 قرآن مجید میں اسمِ ردوف ۹ مقامات میں آیا ہے۔ دو مقامات میں ردوف بالعباد انفرادی حالت
 میں اور ۷ مقامات میں ردوف الرحیم مرکب حالت میں لہذا ردوف الرحیم بھی دخلون الرحیم کے
 معنی میں برابر ہو جاتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ دخلون الرحیم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کہہ سکتے۔
 مگر ان ہر دو اسماء کا اطلاق مؤمنین کے تعلق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی فرمایا گیا ہے۔
 بیشک اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک کی بڑی عظمت آشکار ہے۔
 اللہ تعالیٰ ردوف رحیمِ عفوت کیساتھ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ردوف رحیمِ خصوصیت
 کے ساتھ ہیں۔

ہاں اللہ تعالیٰ ردوف ہے۔ اس کی شفقت اس کا احسان تمام مخلوق پر بلا کسی سبب اور بلا کسی
 استحقاق اور بلا کسی درخواست کے عام ہے۔ ان حالات کے ساتھ احسان و نوازش انعام و پرورش
 فرمانا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

۶۶ الْجَامِع

جَمَعَ کے معنی بعض شے کو بعض سے قریب تر کر دینے کو کہتے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اجزاء مادہ کو جمعیت دی۔
 اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اربع عناصر کو باوجود مختلف امزجہ ہونے کے جمع فرمایا :
 اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے نباتات و معدنیات میں مختلف اقسام کی تاثیریں جمع فرمادیں۔
 اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین پر لاکھوں کروڑوں اقسام کے نباتات و حیوانات کو جمع فرمادیا۔
 اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سطحِ فلک پر کروڑوں اجرامِ سماوی کو ان کی باہمی کششِ اتصال سے
 جمع فرمادیا۔

رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ الدِّينِ اِسْ لِيَوْمٍ
 لَا رَيْبَ فِيْهِ (آل عمران)

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُتَّقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ

”اے ہمارے رب تو سب انسانوں کو اس دن میں
 جمع کرنے والا ہے جس میں ذرا بھی شبہ نہیں“
 ”اللہ تعالیٰ سب منافقوں سب کافروں کو جہنم میں

فِي جَمَعَتِهِ جَمِيعًا (النساء ۲۰) جمع کرنے والا ہے۔

اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَالْأَلْبَاءِ الْمَصِيرِ (سورۃ) ”مخالفین کو ملا دینے والا۔ متفرقین کو اکٹھا کرنے
یَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ (مائدہ ۱۱) والا وہ دن جب کہ اللہ سب رسولوں کو جمع کرے گا
إِذَا نَادَى لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ”جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو تو اللہ کے ذکر
فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ (سورہ جمعہ) کی طرف دوڑے چلے آؤ“

اللہ تعالیٰ جامع ہے اور اسی نے جمعہ کو اپنے بندوں کے جمع ہونے کا دن بنایا ہے۔
اللہ تعالیٰ جامع ہے اور وہی جمعہ کے دن سب سے بڑا اجتماع اولین و آخرین مسلمان و منکرین
کا میدان قیامت میں منعقد فرمائے گا۔

اسم ہذا سے تخلیق کرنے والوں کو نسب سے پہلے جمعیت خاطر حاصل کرنی چاہیئے اور پھر کمالات کی
طرف متوجہ ہو کر جامعیت کی شان پیدا کرنی چاہیئے۔

۶۶ الْغَنَىٰ بِلَٰثَانَا

غَنَىٰ غِنَاءً غَنِيًّا — کثرت مال و اسباب کی وجہ سے جو کسی کا دست نگر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ
کا نام غنی اس لئے ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی شخص سے کسی شے کا محتاج نہیں۔ غنی مطلق وہی
ہے : فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ

”اللہ تو جملہ عوالم سے مستغنی ہے“

قرآن مجید پر غور کرو۔ یہ اسم پاک اسم حمید۔ کریم۔ حلیم کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔
اللہ تعالیٰ غنی ہے اور جملہ نعمت و محامد و جلال و کمال کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ اسے مخلوق سے کوئی احتیاج نہیں بلکہ وہ اپنے جود و کرم اور فضل و
افضال سے سب کو سب کچھ دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے اور بایں ہمہ ساتوں کے سوال اور گدازوں کی درخواستوں کو وہ سُنَّتا
ہے، پورا کرتا ہے۔ سب کی برداشت کرتا ہے۔

وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ”اللہ غنی ہے اور سب فقیر و حاجت مند ہیں“

اہل دنیا کی عادت ہے کہ کسی شخص کے پاس چار پیسہ دیکھ اور اسے غنی کہنے لگے۔ حالانکہ اگر چشمِ بعیرت سے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے۔

انہی غنی ترند محتاج ترند

بھنگی۔ ماشکی۔ دھوبی۔ نائی۔ درزی۔ لوہار۔ ترکھان۔ معمار۔ مزدور کی کس کو احتیاج نہیں ؟ ان کے بغیر دنیا کا کوئی ٹیڑے سے بڑا بادشاہ بھی ایک دن بسر نہیں کر سکتا۔

اس سے آگے بڑھو تو بدن کو غذا کی ضرورت ہے۔ غذا کو باریک شریالوں میں پہنچانے کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ آفتاب کی حرارت اور روشنی کو معتدل پیمانہ میں ہم تک پہنچنے کے لئے ایسٹریکٹ کی ضرورت ہے۔

آبِ نوحی کے لئے بارش کی ضرورت ہے۔ انجڑ پیدا ہونے کے لئے سمندر کی ضرورت ہے۔ انجڑ کو پانی بنانے کے لئے زہری کی ضرورت ہے۔ پانی کو ہزاروں کوس تک پہنچانے کے لئے بادلوں اور ہوا کی ضرورت ہے۔

﴿الغرض ہر ایک انسان کو اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے دنیا کے ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ کی ضرورت ہے۔ جو وجود اس قدر احتیاج مند ہو۔ وہ قیصر نہ کہلائے گا تو اس کا نام کیا ہوگا۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہی غنی ہے اور سب کے سب اس کے محتاج ہیں : اَعْنِيَا : ہم غنی ہیں۔ کانغرہ انہوں نے لگایا۔ جو معرفت سے بے بہرہ تھے۔ مگر جنہوں نے غنی مطلق کی آستان پر سر رکھا اور خود کو دنیا سے مستغنی جانا۔ وہ سب کی نگاہوں میں غنی نظر آئے، يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُونَ اَعْنِيَا مِنَ التَّعَفُّفِ نَعْرِفُهُمْ بِسَيِّئَاتِهِمُ الْاِيْتِ

اس اسم سے تخلیق کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو غنی مطلق کے دروازہ کا فقیر سمجھے۔ دروازہ گری کے لئے دل و زبان کو مالک رفہ عام کے سامنے کھول دے۔

اہل دنیا کو محتاج و گداز سمجھ کر خیر و شر کا کسی کے ہاتھ میں ہونا کبھی یقین نہ کرے۔ ہاں پروں و گداز عالم کے سامنے گر گڑانے۔ مانگنے۔ سوال کرنے کا عادی ہو جانا چاہیے۔

سب اپنے اپنے حال میں ہیں احتیاج مند	دل میں کسی کو جان کے حاجت روا نہ مانگ
مانگ اور مانگ مانگ سدا مانگ حق مانگ	مت مانگ کچھ نہ مانگ بشر سے فراز مانگ
خالق سے مانگ سمجھی ہو خواہش کا !	سلک گہر اور شرور یا عطا نہ مانگ
ہے دینہ والا سب کو غنی الحَمْدُ لِلّٰہِ	خلقت سے دے کے واسطہ کبر یا نہ مانگ

لاؤ غم کا زخم ہے دشمن سے تیز تر مرہم برائے زخم - مرض کی دوا نہ مانگ
 بے جائے گی اڑا کے تجھے خود نسیم صبح اے کاہناتواں کشتش کمر بانہ مانگ
 محنت میں گنجائے خدا داد میں نہاں اکسیر کی تلاش نہ کر کیمیا نہ مانگ
 اپنے ہی دست و بازو کی ہمت سے بے مدد تخت شہی کے شوق میں نفل ہما نہ مانگ
 سلمان ایک بات تجھے راز کی کہوں !
 توحق سے حق کو مانگ کبھی ماسوا نہ مانگ

۶۸ التَّوْرَةُ جِلِّ ثَانِیْ

اول لفظ تَوْرہ کا استعمال قرآن مجید و احادیث پاک میں دیکھو :
 ۱- هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً " اللہ وہ ہے جس نے سورج کو ضیا اور قمر کو
 وَالْقَمَرَ نُورًا۔
 اس آیت میں ضیاء کا درجہ نور سے برتر رکھا ہے اور تَوْرہ کا لفظ محسوس شے کے لئے مستعمل
 ہوا ہے۔

۲- جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ (انعام ع ۱) " اللہ نے تاریکی اور روشنی کو بنایا۔
 یہاں بھی محسوس چیزوں کا ذکر ہے۔
 ۳- يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ " تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے"
 (بقرہ ۷۶ ع)
 یہاں کفر و شرک کو تاریکی و توحید و ایمان کو نور فرمایا ہے۔ ان چیزوں کا تعلق بصارت سے نہیں،
 بلکہ بصیرت سے ہے۔

۴- يَهْدِي اللَّهُ لِلنُّورِ مَنْ يَشَاءُ " اللہ اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا
 ہے۔ (نور - ع ۴)

یہاں دین حق کو نور فرمایا ہے :
 ۵- وَاتَّبِعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ (انعام ع ۱۱)
 " اس نور کی پیروی کرو جو نبی کیساتھ اتارا گیا ہے

یہاں قرآن مجید کو نور فرمایا گیا ہے۔ اس کی دلائل و ہدایات خرد افزو ہیں۔ اس کی تعلیم رُوح کو روشن قلب کو مزین کرنے والی ہے۔

۷۔ قَدْ جَاءَ كَحَمْرٍ مِّنَ النَّوْرِ وَكِتَابٌ "تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور، اور مبین" (سورہ مائدہ - ع) روشن کتاب آئی ہے"

اس آیت میں وجودِ باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بتلایا گیا ہے۔

۸۔ اَوَمَنْ كَانَ مِثْلًا فَاَحْيَيْنَاهُ وَ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا يَنْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ "وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اسے نور دیا کہ لوگوں میں اس نور کیساتھ چلتا پھرتا ہے"

حالتِ کفر کو مردہ سے تشبیہ دی۔ داخلہ اسلام کو زندگی بتایا اور اس درجہ تکمیل کو جو اسلام میں ملتا ہے نور بتلایا۔

آیت خواہ عرف رُوح کی شان میں ہے یا کسی دوسرے کی۔ بہر حال مومن کی شانِ ایسا نبیہ کو نور ظاہر کرتی ہے۔

۸۔ يَسْعَى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ (حدید) "مومنوں کا نور قیامت کے دن اُن کے اگے اور دستِ راست پر چلے گا"

یہاں نورِ اعمالِ صداقت کو نورِ سرِ مایا:

۹۔ رَبَّنَا اَنْتُمْ لَنَا نُوْرًا (تحریم - ع ۱۱) "مومنوں کی دعا ہے کہ اے رب ہمارے نور کو مکمل فرما دے"

یہاں جوازِ اعمال اور افضالِ الہی کو نور بتلایا ہے۔

۱۰۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے" اسی آیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا نام "النور" مروی ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تہجد سے ہے:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا۔ وَ عَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَ عَنْ يَسٰرِيْ نُوْرًا وَ فَوْقِيْ نُوْرًا وَ تَحْتِيْ نُوْرًا۔ وَ

"یا اللہ میرے دل میں نور ڈال دے اور میری بینائی میں نور۔ میری شنوائی میں نور۔ میرے دائیں نور۔ میرے بائیں نور۔ میرے اوپر نور۔ میرے نیچے نور۔ میرے اگے نور۔ میرے پیچھے

أَمَّا نِي نُورًا وَخَلَعْنِي نُورًا وَاجْعَلْ
لِي نُورًا وَفِي لِسَانِي نُورًا وَفِي شِعْرِي
نُورًا وَفِي بَشَرِي نُورًا اللَّهُمَّ اعْطِنِي نُورًا
وَأَعْظِمْنِي نُورًا - اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي نُورًا -
نور اور نور کو میرا بنادے۔ میری زبان میں نور۔
میرے بالوں میں نور۔ میرے چہرہ پر نور۔ الہی
مجھے نور عطا کر۔ الہی میرے نور کو بڑھادے
یا اللہ مجھے نور ہی بنا دے۔

دعائے والسی از طائف کا ایک فقرہ ہے :

أَعُوذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الْكَدِّي
أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ
عَلَيْهِ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
صحیحین کی حدیث میں ابن عباس سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تہجد میں تھا :
وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَ
الْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ -
"میں اس ذات پاک کے نور کے ساتھ چہنہ
پکھڑتا ہوں جس نے ظلمات کو چمکا دیا اور اس
سے دنیا و آخرت کے کام اصلاح پذیر ہوئے"

کا نور ہے ؟

حدیث وضو میں آتا ہے۔ جسے رزین نے عبد اللہ بن زیدؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے وضو کیا۔ ہر ایک عضو کو دو۔ دو بار دھویا اور اُسے نور علی نور فرمایا۔ صحیح مسلم کی حدیث من ابی مالک
الاشعری میں ہے : الصَّلَاةُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ -

نورِ قلب۔ نورِ عقل۔ نورِ ایمان کے الفاظ بھی ایسے ہیں۔ جن کا استعمال مرویات میں موجود ہے۔

مسلم کی حدیث من ابی موسیٰ میں ہے : حجابہ نور
ان تمام مواقع استعمال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے اسم پاک "النور" کے معنی متعین کرنے چاہئیں۔

صاحب معالم التنزیل نے اللہ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی تفسیر میں مندرجہ ذیل اقوال درج کئے ہیں۔
ابن عباس رضی اللہ عنہ اللہ ھادی اھل السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

ضحاک مَنُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

ابی بن کعب وحسن والوالعالیہ مُزَيِّنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

مجاہد مَدَبِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کی تائید خود قرآن پاک سے ہوتی ہے کیونکہ اسی آیت کے بعد آتا
ہے : يَهْدِي اللَّهُ لِنُورٍ مِّنْ نَّشَاءِ

"اللہ تعالیٰ نور ہے اور اسی کے نور سے ہدایت ملتی ہے"

وہی مومن کے دل میں نور ڈالتا اور اسے ظلمات کفر سے نکال کر نورِ نوحیہ میں لاتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس کی کتاب بھی نور ہے۔
 اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے اپنے رسول کو نور بنا کر بھیجا ہے۔
 اللہ تعالیٰ نور ہے اور آسمانوں۔ زمینوں اور یہاں کی جملہ مخلوقات اسی کے نور سے فطرت کے صحیح اصول کو اپنی اور اپنی اپنی استعدادِ جبلی کے موافق ترقی کرتی ہے۔
 اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس کے بتائے ہوئے اعمال بھی مومن کے لئے نور ہیں۔ ہر ایک نور کو ضیا و روشنی اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اسی کی ذات تمام انوار کو صادر کر نیوالی ہے مزید فہم معافی کے لئے آیت کے پیوستہ فقرہ پر غور کرو۔
 مَثَلُ نُورٍ كَمِثْلُ شَوْكِ فِيهَا مَصْبَاحٌ - اس جگہ مشکوٰۃ کو نور کا مشبہ بنایا ہے۔
 مشکوٰۃ کی حقیقت معلوم ہے وہ نورِ حقیقی سے کیونکہ درجہ میں افضل ہو سکتا ہے (تشبیہ کا مسلمہ قاعدہ یہی ہے)،
 لہذا مثل نور کا نورِ مشکوٰۃ تسلیم کرنا ہوگا تا کہ نور کی مثال نور کے ساتھ درست ہو جاوے اور پھر مثل نور کا کو مثل نور ہر اہل بیت تعبیر کرنا زیادہ صحیح ٹھہرے گا۔
 ہر ایک یا ایمان کا ایمان ہے لیس کب مشلہ شتیٰ عدا۔ لہذا مشکوٰۃ یا نورِ مشکوٰۃ اصلی نور سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔
 اللہ تعالیٰ نور ہے اور ہر ایک شے کو اس کے مصالح کے لئے حاوی اور ہر ایک زندہ کو اس کے منافع کا رہنما ہے۔
 وہی ہے جس نے ہر ایک شے کو بنایا، اور مقتضیاتِ فطرت کا راستہ دکھلایا۔ اللہ تعالیٰ نور ہے۔ وہی رب الانوار ہے۔ انوار الالبصار۔ انوار البصائر کا پروردگار وہی ہے۔

۶۹
جَلَّ شَانَهُ
الْمَهَادِي

هَدَاةٌ - يَهْدِيهِ - هُدًى - وَهْدِيًا وَهْدَايَةً وَهْدِيَةً مَعْنَى ارشده - و
 ضد اَنْتَلَّه - بدایت کے معنی ہیں۔ دلالت بطعن

اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے چار مراتب ہیں :

(۱) وہ ہدایت جو ہر ایک مخلوق جمادات، نباتات و حیوانات کو حاصل ہے اور جس سے ہر ایک شے اپنی مقتضیات فطرت کو پورا کرتی اور ترقیات جبلی کو پورا کرتی ہے۔ اس ہدایت کا ذکر اس آیت میں ہے : رَبَّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ حَلْقًا فَتَمِّمْ هَذَا۔

(۲) وہ ہدایت جس کی تبلیغ انبیاء علیہم السلام نے کی اور جس کی طرف مکلفین کو دعوت دی گئی اس کا ذکر اس آیت میں ہے ۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ إِمَّةً لِّدِينٍ وَإِنَّا بِأَمْرِنَا۔ (المسبحہ ۳۷)

(۳) وہ ہدایت جس کے معنی توفیق ہیں جس سے بعض عباد کو خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا ذکر ان آیات میں ہے ۔

(الف) وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى

(ب) وَمَنْ يُؤْمَرْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ

(ج) إِنَّ الدِّينَ أَمْرٌ أَوْ عَمَلٌ الصَّالِحِينَ يَهْدِي اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بَيْنَ أَيْمَانِهِمْ

(د) وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

(هـ) وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں جس جس مقام پر ظالمین، کافرین کو ہدایت دے کر دے گا ذکر کیا ہے ان مقامات پر اسی ہدایت قسم سوم کی نفی مراد ہے۔ یعنی نفی توفیق۔ مثلاً

(الف) إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔

(ب) كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ (آل عمران ۹۷)

اس میں صراحت کے بعد ناظرین کو آیات ذیل کا توافقی بھی معلوم ہو جائے گا۔

(الف) إِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

(ب) إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ

آیت اول کا تعلق ہدایت ۱ سے ہے اور آیت دوم کا تعلق ہدایت ۲ سے ہے ۔

نبی اللہ کا کام تبلیغ و دعوت فرمانا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کام توفیق عطا فرمانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہادی

(۴) وہ ہدایت ہے جو آخرت میں اہل ایمان کو حاصل ہوگی۔ اپنے رب کو پہچانیں گے۔ راہ جنت سے

واقف ہوں گے۔ ملاک اور اہل بیت جنت کی شناخت کریں گے۔ اس ہدایت کا ذکر، اِنْ

آیات میں ہے :

الرَّحْمٰنُ سَيِّدُهُمْ وَيُصْلِحُ بِالْهَمِّ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ

اللہ تعالیٰ ہادی ہے۔ وہی بندوں کو اصلاح امور معاش کی ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہادی ہے اور وہی انبیاء کو حقائقِ اصلیہ اور حقِ محبت کی حقیقت سے آگاہ فرماتا ہے

اللہ تعالیٰ ہادی ہے اور وہی کشف و الہام سے مخلصین کی ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہادی ہے۔ عقل و حکمت سے ارباب دانش کو ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہادی ہے اور وہی توفیقِ خیر سے اہل طاعت کے قلوب کو معرفت کی ہدایت

فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہادی ہے اور وہی استعدادِ فطرت کی عطا و دہش سے ہر مخلوق کی ہدایت فرماتا ہے

اللہ تعالیٰ ہادی ہے اور وہی مشکلات و معائب میں جب کہ عقل و ہوش مارے جاتے

ہیں اپنی طرف رجوع کرنے والوں کی ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہادی ہے اور رشتہ و رضوان کی جانب مومنین کو ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہادی ہے مگر فاسق۔ کاذب۔ کفار۔ خائن۔ مسرف اس کی ہدایت سے محروم

رہ جاتے ہیں۔

اسے اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اول ان عیوب کو ترک کریں جو ہدایت

کی روک ہیں اور پھر چشم و گوش اور عقل و ہوش کو احکامِ الہی پر لگا دیں۔ ہدایت اُسے رستہ بتا دے

گی۔ ہدایت اس کی رفیق راہ بن کر اسے منزل تک پہنچائے گی۔ یہی ہے وہ ہدایت جس کا سوال ہر

ایک نمازی رب العالمین سے کیا کرتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ)

اَلْبَدِيعُ جَلَّ

بَدَعَ بَدْعًا۔ کسی شے کا بنانا۔ کسی سابقہ نمونہ اور مثال کے بغیر بنانا۔

بدعت کو شرعی معنی میں اسی لیے بدعت کہتے ہیں کہ اس نئے کام کی کوئی وجہ شریعت میں

بروئے حکم الہی یا حکم رسول موجود نہیں ہوتی۔

بابت کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے ہیں :

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ
”جو کوئی شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نکالتا ہے جو ہمارے (مہذبہ نبوی)

دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ میں نہایت کثرت کے ساتھ یہ فرما کر تے تھے :
كُلُّ بَدْعٍ مِثْلَ مَلَأَةٍ وَكُلِّ
”ہر ایک نئی بات جو کوئی شخص دین میں نکالے وہ گمراہی ہے اور ہر ایک گمراہی جہنم میں ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا نام بَدِيع سورہ بقرہ و سورہ انعام میں آیا ہے اور باضافت مستعمل ہوا ہے یعنی بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ وہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا جبکہ پہلے سے ان کا کوئی نمونہ یا مثال موجود نہ تھی۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بَدِيع فاعل اور مفعول ہر دو معانی آتا ہے اور ہر دو معنی اسماء حسنیٰ میں داخل ہیں۔

جل شانہ
ب

در اصل یہ مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں مستعمل۔ ربوبیت کے مفہوم میں داخل ہے۔ ایک چیز یا شخص کو درجہ بدرجہ ترقی دیتے اور پرورش کرتے ہوئے اسے درجہ تمام و کمال تک پہنچا دینا ؟

یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کہ وہ ہر ایک مخلوق کو پیدا کرتا، اور اسے احکام طبعیت و فطرت کے مطابق بڑھاتا۔ پالتا اور شرف نوعی میں درجہ بدرجہ بلند کرتا، اور انتہائے کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ جمادات و نباتات و حیوانات۔ تا سوت و جبروت و لاہوت کے عوالم میں کروڑ در کروڑ ایسی ایسی مخلوق موجود ہے۔ جس کی پرورش کی ضروریات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔

بلکہ ایک ہی درخت کے اندر چھ درجہ تسمہ چھلکا۔ گودا۔ پھول۔ پھل۔ شاخ۔ پات کے اندر رنگ و بو و عطر۔ چمک دمک۔ تاثیر و مزہ۔ شکل و صورت کے لحاظ سے ہزاروں ایسی ضروریات ہیں۔

جو کمال علم بھی اللہ تعالیٰ کے ہوا۔ اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ وہی ہے جو ان سب کی تربیت کرتا ہے۔ سب کو قائم رکھتا ہے۔ بڑھاتا ہے۔

عالمِ ناسوت میں تو ایک ایک کی طبیعت و دماغ اور قلب اور روح کے احوال و مواجہد ایسے ہیں جن کا نہ حصہ ہے نہ شمار۔ لفظ بہ لفظ نئی دنیا، نئی بستی جلوہ گر ہے۔ ان سب کی تربیت وہی رب العالمین فرماتے والا ہے۔ انسان کی معرفت کا آغاز مغفرت ربوبیت سے ہوتا ہے۔ پھر اسے فرماں روا کے مالک کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس کے بعد عرفان الوہیت کے دروازے اس پر کھلتے ہیں قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْاَشْيَاءِ - مَالِكِ الْاَشْيَاءِ - اِلَهِ الْاَشْيَاءِ - میں بھی مراتبِ ثلث بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہی وہ اسم پاک ہے جو دعا و خطاب میں اکثر مستعمل ہوتا ہے۔ تمام ایسی اوجہ جن میں نعمت و رحمت اور غفران و مرحمت کے سوال ہیں۔ اکثر اسی اسم رب سے شروع ہوتی ہیں۔ قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم رب - ربی - ربی - ربنا - ربک ربکم و نیزہ کی شکل میں ۸۰۶ دفعہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اضافت کے وقت کہیں مضاف کی عزت افزائی مقصود ہوتی ہے اور کہیں اس کی خصوصیات پر جلوہ افرونی فرمائی جاتی ہے۔

رَبِّ هَذَا الْبَيْتِ - رَبِّ هَذَا الْمَلِكِ - رَبِّ الْفَلَقِ - رَبِّ الشَّعَرِی -
رَبِّ الْاَشْيَاءِ - رَبِّ الْعَرْشِ - رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ - رَبِّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ
رَبِّ الْمَشْرِقِیْنَ وَ رَبِّ الْمَغْرِبِیْنَ - رَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ -
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ - رَبِّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْاِنۡسِیْنَ وَ مَا بَیۡنَهُمَا -
رَبِّکُمْ وَ رَبِّ اَبَیۡکُمْ کی ترکیبوں کو دیکھو۔ ہر ایک اضافت کن کن خصائص و صفات کی رہنمائی کرتی ہے۔

اس سے آگے بڑھو گے تو تربیت کے مختلف اسالیب ان الفاظ میں ملیں گے۔

صراط رب - آیات رب - کلمۃ رب - رُسل رب - سُبُل رب - عطا رب
کتاب رب - عذاب رب - رحمت رب - امور رب - رستاق رب - خراج رب
حمد رب - نعمت رب - اَلَامِ رب - برکات رب - جنود رب -
بطش رب -

یہ الفاظ کیا ہیں۔ ہر ایک کی تحت میں پرورش و نگہداشت کے مجر و فروع و جوش زن ہیں۔
مربوب کی استحقاق و استعداد و قابلیت ذاتی و اضافی و طبعی کے مطابق ربوبیت کا فیضان

جاری ہے۔

دعوت و ہدایت۔ رجوع و رغبت اور استقرار و انتہا کے وہ مدارج ہیں۔ جو جو درجہ ربوبیت سے پل رہے۔ بڑھ رہے، پھل رہے ہیں۔

ربوبیت ہی ہے جو ایک ہی وقت میں ایک ہی انسان کے معدہ و جگر اور قلب و دماغ۔ اعضاء و احشا۔ اعصاب و عظام کو جداگانہ کیفیات سے پال رہی ہے۔ روح کو الوہیت سے قلب کو ربوبیت سے غذا پہنچا رہی ہے۔ مادی اور غیر مادی قوی روحی و حسی طاقتیں مختلف تاثیرات سے مختلف احوال و مواجہہ کو آغوش تربیت میں لئے ہوئے ہیں۔ مربوط بے خبر مستلذ بھی ہے اور کام گری بھی۔ چاشنی چیش اور ذوق گیر بھی۔ مگر ایسا غافل کہ اس سلسلہ اور سلسلہ کے مالک سے بے خبر اور دُور۔ تَبَّارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ہر انسان کو اور ہر ایمان کو اس اسم سے خلق پیدا کرنا چاہیئے۔ اس مولا کو جانے جو اس کے والد و والدہ کا بھروسہ ہے جو ارتقا کا پیدا کرنے والا۔ جو اگانے والی زمین۔ برسانے والے آسمان کو تربیت کرنے والا ہے۔ غل و نور کا خالق ہے۔ جو روح و مادہ کا خالق ہے اور جس کی صفت و ثناء میں صرف اتنا ہی کہنا جا سکتا ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔ لیکن اس لفظ عالمین میں کون کون عوالم داخل ہیں اور العالمین کے احاطہ میں کون سے ایسے جہاں آگئے ہیں۔ ان کو کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ہماری معرفت کی انتہا صرف یہاں ختم ہو جاتی ہے کہ وَهَاتِلَكُمْ مَجْنُودٌ رَبِّكَ لَا أَهْوَىٰ۔

۷۲ مَبِینٌ جَلَّ شَانُهُ

بَانَ بَيْنًا جہاں پایست ہوا (از لغات افنداد)

بَانَ بَيْنًا۔ پیدا و آشکار ہوا۔ مبین اسی سے ہے اور لازم و متعدی بہر دو معنی مستقبل ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے۔ اس کی کُنہ ذات تک رسائی محال ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور اس سے پیوستگی و تقرب کی راہیں کھلی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور مصنوعات کی ہر چیز اور ہر چیز کے اجزا اس کی قدرت و خالقیت کے

منظر ہیں۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور جملہ مبینات کا ظہور اسی کی تبیین سے ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور آیات بینات کو ظہور میں لانے والا ہے۔
 اللہ تعالیٰ مبین ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو بیت نبوت کر
 اسی نے دنیا میں بھیجا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ
 الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ
 حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُولٌ
 مِنْ اللَّهِ - (بَيِّنَةُ)

”کتاب والے اور مشرک جو کافر ہیں باز آنے
 والے نہیں تھے اس وقت تک کہ ایک
 کھلی دلیل ان کے پاس نہ آجائے یعنی اللہ
 کا رسول“

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور کتاب مبین کو اسی نے نازل فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اسی نے انسان کو بیان سکھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے مگر عقل و فہم مخلوق کو ادراک ذات تک بون بیون حاصل ہے۔
 لَمْ يَزَلِ الظُّهُورُ لَيْلًا وَنَهَارًا
 لَوْ لَكَ فَوْقَ النَّظَرِ حُسْنُكَ فَوْقَ السَّمَاءِ

اس اسم پاک سے تخلیق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ دیدہ و گوش عقل و ہوش کو واکریں بینات
 الہیہ کو دیکھیں۔ رسول پاک کے نور میں پر نگاہ ڈالیں حق و باطل کے بون بعبیدہ کا اندازہ کریں۔ کتاب
 مبین کو سرمد چشم البیان بنائیں۔

۷۳ الْقَدِيرُ جَلَّ شَانُهُ

قَدْر سے ہے۔ قدر کے معنی اندازہ اور طاقت و قدرت کے ہیں۔

اس مادہ سے چند اسماء حسنہ آتے ہیں۔ الْقَادِرُ - الْمُقْتَدِرُ - الْقَدِيرُ اور ہر ایک اسم
 اپنی وضع میں ایک خاص معنی پر اشارہ رکھتا ہے۔ گو ہر ایک مشترک المعنی بھی ہے۔ الْقَادِرُ - الْمُقْتَدِرُ
 کا شرح پہلے لکھی جا چکی ہے۔

قَدِير وہ ہے جو باقتضائے حکمت خود ہر ایک فعل کا فاعل ہے۔ اس طرح ہر کہ اس فعل سے
 بطور کذا افزونی معصم ہے اور نہ کمی۔

تَقْدِير بھی اسی مادہ سے ہے اور تقدیر الہی کی بھی دو صورتیں ہیں۔

اول۔ عطاء قدرت۔ یعنی بندہ کو کسی فعل کے سرانجام دینے کی قدرت و طاقت کا عطیہ
محاورہ ہے: قَدْ رَزَقَ اللّٰهُ عَلٰی كَدِّكَ۔ اللہ نے مجھے اس کام کے سرانجام دینے کی توفیق دی۔
دوم: وہ مقدار مخصوص اور طریق مخصوص جو باقتضائے حکمت ربانیہ صحیح و درست ہو مثلاً دانہ گندم
سے گندم اور دانہ جو سے جو کا پیدا ہونا اور زمین میں کاشت کے بعد سرسبز ہونا۔
راسمے اسم پاک سے تخلیق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرتوں پر یقین
کامل رکھیں اور مقتدرات الہیہ کو عین حکمت ربانیہ سمجھ کر تسلیم و رضا کو مسلک خود قرار دیں۔

۷۴ الْحَافِظُ

حفظ سے ہے۔ حفظ کے معنی حمیت نفس میں۔ حفظ کے معنی ان امور و ہیئات و معانی
کی نگہداشت ہیں جو نفس انسانی میں ایک حواس کے ذریعہ سے ممکن حاصل کرتی ہیں۔
حفظ کے معنی ہر ایک شے کے تلف و تعدد و رعایت و نگہداشت ہیں۔ تاکہ اُسے خرابی و تباهی سے
بچایا جائے۔ تاکہ اسے قائم و بحال رکھا جائے۔

جملہ اشیاء عالم کا قیام اسی حفاظت الہی پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے اور ہم ہر ایک اپنے محبوب و پیارے کو جب کہ وہ ہماری نگہداشت و
و تعہد سے دور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی حفاظت میں دیکھتے ہیں اور قال اللہ مَخْبُورٌ حَافِظًا پڑھا
کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے۔ جس نے قرآن پاک کی نسبت وَرَأَتْ لَهَا لِحَافِظُونَ فرمایا۔ اور
کل دنیا دیکھ رہی ہے۔ کہ اس کی حفاظت نے آج تک کیا کچھ کیا۔

مصفیٰ اپنی نکت میں خود لکھتے ہیں اور اپنی اپنی فہم و ہمت کے موافق اس کی حفاظت و احسان
کے وسائل و اسباب مہیا کرتے ہیں۔ پھر بھی ہزار ہا تصنیفات ایسی ہیں جو دنیا سے ناہید ہو چکی ہیں
مسیحیوں اور سینکڑوں بادشاہ ہوئے۔ جنہوں نے انہیں تو انہیں کو کتوں کی شکل میں مدوّن کیا۔
بلکہ میں پھیلایا۔ صدیوں تک لاکھوں بندگانِ خدا میں وہی دستور العمل رہا۔ لیکن آج نہ ان بادشاہوں
کے نام باقی ہیں اور نہ ان کے قوانین کا نام و نشان موجود۔

وہ تورہ ایل غانی جو بولا کہ اور چنگیز کا دستور العمل تھا جس پر شامانی مذہب کا دار و مدار تھا۔ آج کہاں ہے وہ زند کہاں ہے جو خسران کیانی کی قوم و سلطنت کا ضیا بخش تھا۔

وہ پازند کہاں ہے جو دودمان کے لہر اسپ کا نور دیدہ تھا۔

وہ دساتیر کہاں ہے جو اردشیر بابکان کی سلطنت کا فروغ تھا۔

وید کے متعلق کہا جاتا ہے کہ موجود ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ منتر اور برہمن بھاگ کے مجموعہ کا نام وید ہے آریہ کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ کو وید کی پدی (منزلت) حاصل نہیں۔ کیا ان ۳ حصہ کو شامل کرنے والے ٹھیک کہہ رہے ہیں یا ۳ حصہ کو خارج کرنے والے۔

بائبل کے متعلق یہی حال ہے۔ یہود کا وہ فرقہ بھی ہے جو کتاب پیدائش کو الہامی نہیں مانتا۔ وہ فرقہ بھی ہے جو غزل الغزلات کو اوباشانہ راگ کہتا ہے۔ وہ فرقہ بھی ہے جو زبور میں سے صرف ۸ یا ۱۰ کو اصلی بنا کر باقی مختلف شاعروں کی تصنیف بتایا جاتا ہے۔

اناجیل کو بیچے :

انجیل متنی کی بابت اکثر شارحین کی رائے ہے کہ وہ عبرانی میں لکھی گئی۔ جناب متی اور کسی زبان سے اشنا نہ تھے مگر آج عبرانی انجیل ناپید ہے۔ اب اس کے یونانی ترجمہ کو اصل بتانے لگ گئے ہیں۔ مگر یہ اب تک تحقیق نہیں ہوا کہ مترجم کون تھا اور ترجمہ کی صحت کا ذمہ دار کون ہے۔ انجیل یوحنا کو لاہوتی انجیل کہا جاتا ہے مگر جب مصنف کی بابت تحقیق کیا جاتا ہے تو مصنف کا وجود مختلف شہادت کی ظلمات میں پوشیدہ ہے۔

لوقا کو اپنی انجیل کی بابت دعویٰ ہے کہ وہ بالترام صحت لکھی گئی۔ مگر علماریسی اربعہ اناجیل میں سے اسی کو زیادہ ضعیف اور غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔

مرقس نے خود کچھ بھی نہیں دیکھا۔ اس نے جن لوگوں سے سُن کر لکھا۔ اُن کا نام نہیں بتلاتا۔ دُنیا کی تمام آسمانی کُرت بول کا یہی حال ہے۔

اُسکے بڑھو تو معلوم ہو گا کہ قدرت ربانیم نے ان کی حفاظت کو خود چھوڑ دیا ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ جتنی کتابوں کے آسمانی و الہامی ہونے کا دعویٰ کبھی کسی وقت میں اور کسی ملک و قوم میں کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کتابوں کی اصلی زبان اور لغت کو دنیا سے ناپید کر دیا ہے کہ نہ وہ بولی۔ وہ زبان۔ وہ لغت دنیا پر باقی رہے گی اور نہ وہ کتاب عام طور پر پڑھی اور سنی سناٹی جائے گی۔

بالمقابل اس کے قرآن مجید پر حضرت الہیہ کو دیکھو کہ فاتحہ سے میکہ والناس تک اُسکا

ایک ایک لفظ اور ہر ایک لفظ کی ایک ایک کسرہ و فتح و ضمہ و جزم و تشدید تک متواتر ہیں۔ جملہ فرق اسلامیہ میں سیمہ میں متفقہ ہیں۔ عربی زبان زمرت اپنی مستقر و مہبط وحی میں قائم۔ رائج۔ محکم و نافذ ہے بلکہ اُسکے دست راست و دست چپ کے ممالک بھی عربی زبان کا گہوارہ بن گئے ہیں۔ مصرو شام کے باشندوں کی زبان عربی ہے۔

ان ممالک کے رہنے والے خواہ عیسائی ہیں۔ خواہ یہودی۔ خواہ قبطی ہیں۔ خواہ لبنانی و درویشی مگر زبان سب کی عربی ہے۔

یہ وہ قدرت کے محکم انتظامات ہیں جو قدرت بشریہ سے ارفع و اعلیٰ ہیں کہ قرآن مجید میں کی انتہائی مشرق سے لے کر مغرب اقطے کے انتہائی کٹ روں تک ایک ہی طرز تحریر۔ ایک ہی رسم الخط میں حرف بحرف متفق و متحد الفاظ میں پایا جاتا ہے۔

وہی قرآن مجید قطب شمالی سے قطب جنوبی تک حفاظ و علماء کی زبان پر اُسی طرح جاری ہے جیسے خاص مکہ و مدینہ میں۔ یہ جملہ انتظامات اسی مالک کے ہیں جو اِثَالَہٗ لِحَافِظُوْہٖ کا اعلان کرنے والا ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کھنے پڑھنے سے بھی فارغ تھے۔

ہاں اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جو کتاب حفیظ کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جس نے سقف مرفوع کو شیطان مار دیا کی دسترس سے محفوظ بنایا ہے

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جو مومن کی جان و ایمان کی حفاظت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جس نے کُرَامَا کا تبیین کو انسان کے اقوال و اعمال کا محافظ بنا دیا ہے

اِسْمِ سے تخلیق حاصل کرنے والوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے مال و اولاد اور جان و ایمان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے دیں۔ نفس و شیطان سے الگ ہو کر ربانی پناہ میں داخل ہو

جو جائیں اور اس چار سوئے عدم میں جہاں انسان اکیلا آیا اور جہاں سے اکیلا جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو حافظ و محافظ سمجھیں۔ تاکہ جملہ بلیات و آفات ارضی و سماوی۔ مادی و روحی سے محفوظ رہیں

۵۵ الکفیل

کفیل: حصہ - بہرہ، قرآن مجید میں ہے:
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
 وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ
 نُزُلًا (الوریع ۴۷)
 "اے ایمان والو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس
 کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت
 کے دو چند حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے
 لئے نازل مقرر کر دے گا"

کفیل - کسی کی ذمہ داری لینا - تعہد کرنا - قرآن پاک میں ہے، وَكَفَّلَهَا ذَكَرِيَّا -
 یعنی زکریا علیہ السلام کو مریم علیہا السلام کی غور و پرواہت اور تربیت و نگہداشت کا ذمہ دار مقرر کیا
 کفیل وہ ہے جو دوسرے کی ضروریات پورا کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے -
 اللہ تعالیٰ کفیل ہے - وہی ہماری حاجات کو پورا کرتا - وہی ہماری مرادات کو بر لاتا -
 وہی ہماری ضروریات کو مہیا فرماتا - وہی ہمارے مقاصد و مطالب کو مکمل فرماتا - اسی پر ہمارا
 وثوق و اعتماد ہے - وہی ہمارا ملجا و متجا و ماویٰ ہے - ہمارے رزق - ہماری عمر اسی کی کفالت
 میں ہیں - ہمارے جان و ایمان کا وہی کفیل ہے

اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے بڑھ کر اور کس کی ضمانت ہو سکتی ہے !
 اللہ تعالیٰ کی کفالت سے بڑھ کر اور کس کی کفالت ہو سکتی ہے !
 مبارک ہیں وہ لوگ جو زخارف و نبوی اور مال و دنی کی کفالت کو بیچ سمجھتے ہیں بلکہ ہر کام میں
 اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ ہی کو کار ساز و کار فرما اور کفیل سمجھتے ہیں -

۵۶ الشاکر

شکر کے معنی وضع نفث میں اس فزہی اور تیاری کو کہتے ہیں جو حیوان کے جسم پر عمدہ

عمدہ فداؤں کے استعمال سے نماز ہو جاتی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: حَتَّى رَأَتْ
الدَّوَابَّ تَشْكُرُ مِنْ لَحْوْمِهِمْ

شکر کے معنی قبولیت و رضامندی ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کے فعل کو یا خدمت کو
قبول کرتا، اور اس پر رضامند ہو جاتا ہے تو اسے فقط شکر کے استعمال سے ظاہر کیا جاتا ہے
وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا۔ تمہاری کوششوں کو منظور کر لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ اپنے بندوں کی خدمات و طاعات کو قبول فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمالِ حسنہ سے رضامند ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ بندوں کی شکر گزاری کو پشرف اجابت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ بندوں کی شکر گزاری پر نعمتِ مزید اور عزتِ جاوید عطا

فرماتا ہے۔

شُكْرُ

جب بندہ یکطرف سے ہو۔ تب وہ ارکانِ خمسہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۔ شکر گزار کا صاحبِ نعمت کے سامنے اظہارِ خضوع و خشوع۔

۲۔ شکر گزار کا صاحبِ نعمت سے محبت رکھنا۔

۳۔ اعترافِ نعمت کرنا۔

۴۔ نعمت کے بعد مصروفِ شمار ہونا۔

۵۔ نعمت کا استعمال صاحبِ نعمت کی مرضی کے خلاف نہ کرنا۔

بزرگانِ دین کے اقوال بھی شکر کے متعلق شنیدنی ہیں :

داؤد علیہ السلام نے عرض کیا : اَللّٰہِیْ مِیْ تِیْرَ شَکْرِ کِیُوْنِکَ کَرَسَکُنَا ہُوْی۔ شکر کی طاقت بھی تو ہی
عطا فرماتا ہے اور یہ نعمتِ مزید ہے اور شکرِ مزید کی خواہاں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اِنِّ ابْ تُوْ شَکْرِ کَرَا مَحْطَا۔

ابو عثمان کا قول ہے۔ شکرِ نعمت یہ ہے کہ تم کو شکرِ نعمت کے ادا نہ کر سکنے کا عجز معلوم ہو جائے

جنید بغدادی کا قول ہے : شکرِ نعمت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو اس نعمت کے قابل نہ سمجھ۔

شبلی فرماتے ہیں۔ شکرِ نعمت یہ ہے کہ نعمت دہندہ کو دیکھو اور نعمت کو نہ دیکھو۔ حدیث

صحیح میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ مجھے تم سے محبت ہے لہذا تم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا مستحب ہو لے۔

اللَّهُمَّ اَعِزِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحَسِّنْ عِبَادَتَكَ ط
ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ اَعِزِّيْ وَلَا تَعْنِ عَلَيَّ
وَاَنْصُرْنِيْ وَلَا تَضُرْ عَلَيَّ -
وامْكُرْنِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ - وَاَهْدِنِيْ
وَكَيْسِرِ الْهَدْيِ لِيْ - وَاَنْصُرْنِيْ
عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ - رَبِّ اجْعَلْنِيْ
لَكَ شَكَارًا اَلَاكَ - ذَكَرًا
لَكَ - رَاهِبًا لَكَ مَطَاوِعًا لَكَ
مُحِبَّتًا لِيْكَ اَوْ اَهَامُنِيْبًا -
رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ - وَاغْسِلْ
حَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ - وَ
ثَبِّتْ حُجَّتِيْ وَاَهْدِ قَلْبِيْ وَ
سَدِّدْ لِسَانِيْ وَاَسْلُكْ سَبِيْلَ الْيَقِيْمَةِ
مَدْرَتِيْ -

"اے اللہ میری مدد فرما اور نہ مدد کر میرے خلاف
اور نصرت فرما میری اور نہ نصرت کر میرے
خلاف اور تدبیر فرما میرے لئے اور نہ تدبیر
کر میرے خلاف اور مجھے سیدھی راہ چلا اور
ہدایت میرے لئے میسر فرما اور میری مدد فرما
اس شخص پر جو مجھ پر بغاوت کرے۔ اے
رب میرے مجھے اپنا شکر گزار بنا۔ اپنا ذکر
کرنے والا بنا اور اپنے سے ڈرنے والا
بنا اور اپنا تابعدار بنا اور اپنی طرف رجوع کرنے
والا بنا اور میرے خوف سے ایسے بھرنے والا
رجوع کرنے والا بنا۔ اے میرے رب میری
توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھو ڈال اور میری دعا
قبول فرما اور حجت ثابت فرما میرے دل کو سیدھی راہ
دکھا۔ میری زبان درست کر اور میرے سینے سے

تمام گناہیں مٹا دے

الْاَكْرَمُ جَلَّ شَأْنُهُ

کرم وہ شرف اور بزرگی ہے جو کسی شے کو اپنی جنس میں حاصل ہو سکتی ہے۔
دیکھو نباتات کے لئے وَ اَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ
مکانات کے لئے وَ زَوَّجْنَا مِنْهَا كَرِيْمٍ

گفتگو کے لئے وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا
 قرآن مجید کے لئے اِنَّهُ لَقَوْلٌ اِنْ كَرِيم
 اجر کے لئے - قَبَسَتْهُ بِمَنْفَعَةٍ وَاَجْرًا كَرِيمًا
 فرشتوں کے لئے كِرَامًا كَاتِبِينَ
 حاملانِ وحی کے لئے بِاَيِّدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ
 اس سے معلوم ہوا کہ اَکْرَمُ کے معنی رب العالمین کی ذات میں وہ علو اور عظمت ہے جو
 اسی کی شان کے شایان ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور تمام عالم اسی کے جود و کرم کا بزلہ خوار ہے۔
 اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور ہر ایک شے کو شرف و نجات اسی کی بارگاہ سے عطا ہوئی ہے۔
 اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی نے رسولِ کریم کو شرفِ جاہ و کرمِ نفس سے ممتاز فرمایا ہے۔
 اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی کے جود و نوال سے انسان کو صورتِ زیبا، سیرتِ رضیہ حاصل
 ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی کا غنا و کرم سب کو ناز و نعم عطا فرماتا ہے
 یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم تھا۔ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا میں مکرم و معظم
 ہونے کا منصب عطا فرمایا۔
 یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے۔ جس نے ہم لوگوں کے لئے کتابِ کریم نازل فرمائی ہے۔
 اس صرحِ اسم سے تحقق پیدا کرنے کے لئے لازم ہے کہ خود کو اس کریم کے در کا گدا بنائے۔ عزت
 ہر اکرامِ جاہ و احتشام اسی میں سمجھے کہ وہ ادنیٰ فقیر اس۔ استاذ کا ہے۔

اَلْاَعْلٰی جَبَلَانِ

اسم پاک اَلْعَلٰی کے تحت میں بحث ہو چکی ہے۔ یہ اسمِ علو سے ہے۔
 اَعْلٰی وہ ہے کہ مدارِ اعلیٰ بھی جس کی خشیت سے لرزاں و ترساں ہیں۔ اَعْلٰی وہ ہے۔ کہ
 ہر ایک شریک سے برتر ہے۔ وہ اسی فعل کو قبول فرماتا ہے جو خالصتہً اسی کی ابتداء و وجہ کے لئے

کیا جاوے۔ اسی عبادت کو منظور فرماتا ہے جو اسی کی رضوان کے لئے ادا کی جائے۔ اس کی شان اس سے برتر و اعلیٰ ہے کہ اس کی قدرت یا حکم یا ربوبیت میں کسی کو ذرا بھی سا جھا حاصل ہو۔

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ - اللہ جو سچا بادشاہ ہے وہ نہایت بلند نہایت اعلیٰ ہے اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے لئے مثال بھی بلند سے بلند ہونی چاہیے۔ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَى

اللہ تبارک اسمہ ہی وہ اعلیٰ ہے جو اہل ایمان کو برتری بخشتا اور امن و اطمینان عطا فرماتا ہے وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ -

اللہ تبارک اسمہ ہی وہ اعلیٰ ہے جو علوفساد کو بندوں میں پسند نہیں فرماتا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنْبُحَانَ رَبِّیْ الْأَعْلَى کو تسبیح سجدہ قرار دیا ہے۔ غور سے دیکھنا چاہیے کہ جس وقت مومن کا سر۔ چہرہ اور ناک زمین سے لگے ہوتے ہیں اس وقت اور اس حالت سے بڑھ کر اور کوئی شکل ذلت و عاجزی کی نہیں ہوتی۔ لہذا اس تسبیح کے معنی یہ ہوئے بندہ ادنیٰ کو رب اعلیٰ کے حضور میں ذلیل سے ذلیل شکل میں پیش ہونا چاہیے۔ یہی صورت ہماری بلندی درجات کی موجب ہے اور یہی ذلت ظاہری فی الواقع ارتقاء روح کی موانع ہے۔

اللہ کے بندے سینکڑوں ایسے ہیں جو سجدہ میں زمین پر گر جانے کے بعد ایسی ذلت، ایسی کیفیت حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کی کسی نعمت کسی شے میں اس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں۔

سر زمین درت بردن و برداشتن
نے بطریقیت درست نے بحقیقت را

۷۹ التَّحْلَاقُ - جانشانی

باب اول میں الخالق۔ پر شرح لکھی جا چکی ہے۔ خلاق خلوتی سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ قرآن پاک میں یہ اسم دو جگہ آیا ہے۔

سُورہ حجر ۹ میں ہے، إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ
سُورہ یس ۷۲ میں ہے : وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ

ہر دو مقامات پر خلاق کو اسم علیم کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ خلوتے کی صفت

میں کمال نام اسی ذات کو حاصل ہو سکتا ہے جو علم نام کا بھی مالک ہو۔

اللہ تعالیٰ خلّاق ہے۔ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ اُمَّهَاتِكُمْ خَلَقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ (زمر ع ۱) "تم کو تمہاری ماؤں کے شکموں میں بناتا ہے؛ ایک بناوٹ کے بعد دوسری اور تیسری۔ اس جگہ جہاں تین تین تاریکیاں ریپٹ۔ رحم اور شیمہ کی، ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ خلّاق ہے۔ پیدائش انسان کو اس نے آیت ذیل میں ظاہر فرمایا ہے :-

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سَلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْنًا ثُمَّ اَنشَأْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ. فَتَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

"ہم نے پہلے انسان کو صاف مٹی سے بنایا پھر انسان کی خلقت کو پانی سے بنایا جو رحم میں چھڑے پھر نطفہ کو جو تک جیسا بنایا۔ پھر اسے لوتھڑا گوشت کا کر دیا۔ پھر اس میں ہڈیاں پیدا کر دیں۔ پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت کا لباس پہنا دیا۔ پھر پیدائش کے اگلے درجہ تک ہم نے اسے بڑھایا۔ بے شک بڑی برکتی کا دینے والا وہ جو تمام صورت گروں سے بہتر اور پاکیزہ تر مخلوق پیدا کرتا ہے"

(ہومونو سے ۱ ع)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفْوُتٍ (سورة الملک ۱ ع)

"آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا اللہ کی ہمتی ہوئی کسی شے میں نہ کوئی تفاوت نہیں پاؤ گے"

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ جَمِیْعًا (سورة بقرہ ۳ ع)

"اللہ وہ ہے جس نے زمین سب کی سب چیزوں کو (اپنے انسانوں کے نفع اور فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ وَاجْعَلْهَا مِمَّا تُثْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (یس ع ۳)

پاک ہے وہ ذات جس نے ان سب چیزوں کو بھی جوڑا جوڑا بنایا۔ جن کو زمین اُگاتی ہے اور انسانوں کو بھی جوڑا جوڑا بنایا اور ان چیزوں کو بھی جن کو اب تک یہ لوگ نہیں جانتے۔

خلقت و پیدائش کی جن انواع و اقسام کا ان آیات میں ذکر ہے اس کی صحیح کیفیت مختلف علوم پر عبور کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن ایک ہر سہری نگاہ سے دیکھنے والا انسان بھی اگر مختلف مخلوقات کا ذرا سا تصور کرے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خلاق کا محفوظ و بہت عرفان ہو سکتا ہے۔

لا تعداد مخلوق وہ ہے جسے نور سے بنایا۔

لا تعداد مخلوق وہ ہے جسے نار سے بنایا۔

لا تعداد مخلوق وہ ہے جسے خاک سے بنایا۔

لا تعداد مخلوق وہ ہے جو ہوا میں اڑنے والی ہے۔

لا تعداد مخلوق وہ ہے جو پانی کے اندر چھینے والی ہے۔

لا تعداد مخلوق وہ ہے جو سطح ارض پر رہتی ہے۔

لا تعداد مخلوق زمین کے اندر اپنے گھر بناتی ہے۔

لا تعداد مخلوق چار پائے کے نام سے مشہور ہے۔

لا تعداد مخلوق صرف دو پاؤں پر چلتی ہے۔

پھر ہر ایک کے تحت میں سینکڑوں اصناف و اقسام ہیں۔

ہر ایک کی طبائع و خواص الگ۔ ہر ایک کی غذا الگ۔ ہر ایک کا مقصد زندگی جدا۔ علم و ادراک میں۔ نشو و نما میں۔ تولد و تناسل میں۔ حیات و ممات میں سب کے طبقات جدا جدا ہیں۔

اس ادنیٰ تصور کے بعد معلوم ہو جائیگا کہ وہ مالک کتنا بڑا خلاق ہے اور ہر ایک مخلوق کیسے کتنے اس کا علم کتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو ایسے خالق کا بندہ ہے جو ایسے مالک کا فرمانبردار ہے۔

اس اسم کے متعلق یہ دعا یاد رکھنی چاہیے :

اللَّهُمَّ إِنَّكَ خَلَّاقٌ عَظِيمٌ۔ "یا اللہ تو بہت بڑا خلاق ہے تو سمیع ہے

إِنَّكَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ إِنَّكَ عَفُورٌ عَظِيمٌ۔ عظیم ہے۔ غفور ہے۔ رحیم ہے۔ عرش

رَحِيمٌ۔ إِنَّكَ رَبُّ الْعَرْشِ عَظِيمِ۔ اللہمَّ إِنَّكَ الْبَرُّ

الْعَظِيمُ۔ الْجَوَادُ الْكَرِيمُ اغْفِرْ لِي۔ مجھے معاف کر دے۔ مجھ پر

رحم کر۔ مجھے عافیت دے۔ مجھے رزق دے

وَالْحَسَنِيُّ وَعَافِيٌّ وَأَرْذَقْنِي
وَأَسْتُرْنِي وَاجْبُرْنِي وَارْقِنِي
وَاهْدِنِي وَلَا تُضِلَّنِي وَأَدْخِلْنِي
الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ

”میری پردہ پوشی کر۔ میری دل شکستی کو
دور کر دے مجھے بندی عطا فرما۔ مجھے
راہنمائی فرما۔ مجھے گمراہ نہ کر۔ مجھے جنت میں
داخل کر۔ اے سب سے بڑھ کر رحم
کرنیوالے۔ اپنی رحمت سے رحم فرما“

الْمَوْلَى جُشَاءً

وَلَا سے ہے۔ وَلَا کے معنی وہ تعلق ہے جو دو چیزوں کے درمیان ہو۔ اس لفظ کا استعمال
مکان یا نسب یا دین کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

انسانوں میں لفظ مَوْلَى کا اطلاق ابنِ اعم۔ حلیف۔ آزاد شدہ غلام۔ آزاد کنندہ مسلمان۔
اور عسایہ پر کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر ایک وہ شخص جو ایک دوسرے کے کام کاج میں مدد دے ایک
دوسرے کا مَوْلَى ہے۔

ابنِ اعم کے معنی میں ہے۔

وَرَأَيْتُ خِفْتُ الْمَوْلَى إِلَى : ”میں اپنے چچے بھائیوں سے ڈرتا ہوں“

آزاد شدہ غلاموں کے متعلق :

فَاخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ : ”وہ تمہارے دینی بھائی اور مولے ہیں“

اہل نسب کے متعلق :

وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوْلَىٰ إِلَىٰ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (نساء ۱۵۷)

”ہم نے ہر ایک کے نسب والے مقرر کر دیئے ہیں“

اللہ تعالیٰ کا بندوں سے تعلق بذریعہ وَلَا سے جسکے معنی محبت و نصرت اور صداقت ہیں

قرآن مجید نے لفظ وَلَا کا استعمال ہر دو جانب کیا ہے ، بندوں کو اللہ تعالیٰ کی وَلَا حاصل

ہے اور اللہ تعالیٰ کو بندوں سے وَلَا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ لَا يَخَوْفُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَخْزَنُونَ

”اللہ کے اولیاء کو نہ خوف ہوگا نہ حزن ہوگا“

اللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ۔ "اللہ مومنوں کا ولی ہے" مگر لفظ مولیٰ اس معنی میں زیادہ خاص ہے۔ یعنی مومن کو ولی کا خطاب تو ملا۔ مگر مولیٰ کا خطاب نہیں یعنی قرآن مجید میں یہ نہیں آتا کہ مومن اللہ کے مولیٰ بھی ہیں۔ بلکہ قرآن پاک میں اِنَّ اللّٰهَ مُوَلّٰی الْوَاقِعِ ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کا بھی مولیٰ ہے اور مومنین کا بھی مولیٰ ہے۔ اس مثال سے معنی زیادہ صاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور وہی سچے صحیح معنی میں ہمارا آقا ہے۔ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور تمام مخلوق کو اس کے غلام ہونے کی عزت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور ایک دن اُنے والا ہے جب هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ۔ سچی ولایت اسی کی اس روز ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور اسی کی بہترین اعانت و نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ وَنَعْبُدُ الْمَوْلٰی وَنَعْمَدُ التَّصْوِيْرَ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور اس نے کفار و مومنین کے درمیان عدم موالات کا حکم دیا ہے۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران ص ۳) کمال ایمان یہی ہے کہ خود کو اللہ تعالیٰ کی تولیت میں سپرد کر دے۔ موالات و عدم موالات کا حصر مالک کی خوشنودی و رضوان پر رکھے۔

النَّصِيْبُ جَلَّتَانِ

نَصْر و نصرت بمعنی عون و مدد ہے۔ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت اور اللہ کی جانب سے بندہ کی نصرت۔ لفظ کا اطلاق بہر دو جانب ہوا ہے۔ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت۔

اِنَّ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ كُمْ كُونُوا اَنْصَارَ اللّٰهِ
تم اللہ کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت کرے گا اے لوگو اللہ کے اَنْصَار

بن جاؤ

اب یاد رکھنا چاہئے کہ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ والے بندوں میں باہمی نصرت و امداد قائم ہو جائے۔ ایک دوسرے کا کام بنانے میں باہمی امداد کریں اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت حد و الہی کی رعایت۔ پابندی احکام اور نفرت از خواہی یہ سب نصرت کے معنی میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بندہ کو نصرت کے معنی تو صاف اور واضح ہیں۔
 اَلَا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ
 رَاٰ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
 ثَاقِفِ اثْنَيْنِ رَاٰهُمَا فِي الْغَارِ
 نے اُسے نکال دیا تھا اور اس وقت رسول
 دو میں سے دوسرا تھا اور وہ دونوں غار
 کے اندر رہتے تھے۔

یہ نصرت الہیہ کا نمونہ تھا کہ نبی و صدیق دونوں غار کے اندر ہیں۔ کفار سر پر اُگئے ہیں۔ جسے کہ صدیق و رسول ان سب کو دیکھ رہے ہیں۔ متحیران دونوں کو دیکھنے سے سب کی آنکھیں کھلیں۔
 دیکھ ہزار فٹ کی بلندی کے پہاڑ پر تو سب چڑھ آئے ہیں۔ مگر دس فٹ کی گہرائی کے غار کو کوئی بھی تاک جھانک کر نہیں دیکھتا۔ عنکبوت کا دامن غار پر جال اتار دینا خواہ روایت کیسا ہی ضعیف ہو مگر قدرت الہیہ کا خود ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دینا تو بالکل صحیح ہے اور یہ معجزہ کی اعلیٰ قسم ہے۔ اوٹ کی چیز کا نظریہ آنا معمولی بات ہے۔ مگر اوٹ نہ ہو اور صحیح و تندرست آنکھ سامنے کی چیز کو نہ دیکھ سکے۔ نصرت الہی کی واضح مثال ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ
 وَرَاٰیْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ
 فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔
 ”جب اللہ کی نصرت اور فتح پہنچی اور
 آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں سب
 ہی اقسام کے لوگ فوج در فوج داخل

(نصی)

ہو رہے ہیں۔“

اہل دنیا کی فتح حاصل کرنے کا نتیجہ کسی ملک کا قبضہ میں آجانا۔ چند نفوس کا داخل رعایا ہو جانا
 قفل زدہ قلوب کا کھل جانا۔ دین الہی کا دلوں پر قابض ہو جانا ہے۔ وہ نصرت الہی اور فتح ربانی کا
 جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ الناس
 یعنی نوع بشر کی مختلف اصناف میں دین الہی داخل ہو گیا تھا۔

یہود کو دیکھو کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ - امام یہود کے علاوہ مندرجہ ذیل سرداران یہود بھی غاشیہ برقرار اسلام ہیں -

شمعون بن یزید - عبد الرحمن بن زبیر - کعب بن سلیم - مازن بن غضویہ - عطیہ رضی اللہ عنہم -
نصارائی کو دیکھو کہ عدی بن حاتم - عروہ بن مسعود بن اوس - عمر بن ابیج بن کعب - قیس بن جدر -
بلب الطائی - ابو مریم نذیر غسانی وغیرہ -

ابنہاد فارس میں فیروز دلمی - باذان - سمان پاری
قرنجان حبش بلال بن ریاح - نابل حبشی - ابوالمن وغیرہ - اممہ شاہ حبش
ابل روم صہیب رومی - باقوم افریقی -

ابل قبط جبر بن عبد اللہ
ابل مک بشیر بن جابر
ابل نمیر قرہ بن عمرو - نمر بن تولب العکلی
ابل حضرموت عبد الرحمن بن عائش - مخزوم بن شرح
ابل نجد میں اثام بن اثال

بہت بہت لوگ ہیں کہ نصرت الہیہ نے ان کو دربار محمدی میں حاضر کر دیا تھا، اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وہ کام کرتی ہے جو زور و مال - قوت و بازو - فکر و تدبیر سے ہرگز ہرگز پورے نہیں ہو سکتے۔

یہ نصرت الہیہ تھی - جس نے شب تار میں اہل پرتب کے چند نفوس کو اقتباس انوار کا موقع عطا فرمایا اور وہ آئندہ کے نئے انصار اور ان کا شہر مدینۃ الرسول کے نام سے مشہور ہوا اللہ تعالیٰ نصیر ہے اور اس کی نصرت کا ظہور بشکل ہدایت ہوتا ہے و کفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیًّا وَ نَصِیْرًا -

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے اور اس کی نصرت بشکل ولایت دستگیر عباد ہوتی ہے -
اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے - ظالم و مشرک - نافرمان و سرکش اس نصرت سے محروم رہتے ہیں -

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے - اس کی نصرت سینہ کھول دیتی ہے - قلب میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے - اطمینان و سکون کا نزول ہوتا ہے - سکینہ کا تمکُن ہوتا ہے - مصائب دنیا نگاہ میں خفیف

ہو جاتی ہیں۔ اہمیت دو وثوق فرشتے بنکر اہل ایمان میں ثبات قدم اور قراہ دل پیدا کرتے ہیں فتح مسبین
نصرہ نیر اہل ایمان کے یمن و یسارہ کو گھیر لیتے ہیں اور اس وقت کمزور سے کمزور بندہ ایسے ایسے نمایاں
کام کر گزرتا ہے جس کے سرانجام دینے سے بڑے بڑے شاہ و حکمران عاجز ہوتے ہیں۔

اسی اسم پاک سے مخلوق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی نصرت و
رعایت کا منتہی رہے کثرت کا راسی کے ہاتھ میں سمجھے۔ یہ دعایاد کر لینی چاہیئے۔

اللَّهُمَّ اَنْعَمْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَ
عَلَّمْتَنِي مَا يَنْفَعُنِي وَ زِدْنِي عِلْمًا
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَ
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ الشَّارِ
اللَّهُمَّ بَعْلِيكَ الْغَيْبِ وَ قَدْرَتِكَ
عَلَى الْخَلْقِ اَحْبَبْنِي مَا عَلِمْتَ
الْحَيٰوَةَ خَيْرًا لِّيْ وَ تَوَفَّنِيْ اِذَا
عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِّيْ۔

"یا اللہ جو کچھ تو نے مجھے علم دیا ہے اس
سے نفع بھی عطا کر اور جو چیز میرے نفع کی ہے
اس کا علم عطا کر اور مجھے علم میں ترقی دیا کر
ہر حالت میں اللہ کا شکر ہے اور ہمنیوں
کے حال سے اللہ کی پناہ ہے یا اللہ اپنے
علم غیب اور قدرت کی طفیل مجھے زندہ
رکھ۔ جب تک زندگی میرے لئے بہتر
ہو۔ مجھے وفات دے جب تیرے علم
میں وفات میرے لئے بہتر ہو۔

۸۲ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنِيْ

اللہ تعالیٰ کا اسم جلالت اللہ ہے لیکن اللہ بھی اسی کا ذاتی نام ہے۔ بعض نے تو لفظ
اللہ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس پر الف و لام تعریف داخل شدہ ہے گو اب
کثرت استعمال سے وہ خود بنفس کلمہ بن گیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ "اللہ" ہمارے مالک کا ذاتی اسم ہے
کلمہ طیب ہیں اور دیگر اکثر مقامات پر اس اسم کا استعمال بحالت نفی ہوا ہے۔ غور کرو
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے"

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ "اللہ کے ساتھ کسی اور کو اللہ نہ ٹھہراؤ۔
الہ۔ اللہ لاکر اللہ الاھو (آئینہ)

"نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے"

لیکن بحالت اثبات بھی اس اسم پاک کا استعمال قرآن مجید میں بکثرت ہوا ہے اور اسی لئے ضروری ہے کہ اسماء مجھے کے ذیل میں اس کا جداگانہ شمار رکھا جائے۔

وَالْمُكْمَرُ لِلَّهِ وَاحِدٌ (بقرہ ۱۷۰- ابراہیم غل) "تمہارا تو وہی واحد اللہ ہے
وَهُوَ الْمَدَنِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ وَفِي
الْأَرْضِ إِلَهُ" (زخرف ۹)
زمین میں اللہ ہے۔

لَا إِلَهَ أَنْتَ سُبْحَانَكَ -
نَعْبُدُ الْمَلَائِكَةَ وَاللَّهُ أَبَايَكَ (بقرہ ۱۲۰)
"اللہ تو ہے تیرے سوا اور کوئی راہ نہیں۔"
"تیرے اللہ کی اور تیرے آبا و اجداد کے
الہ کی ہم عبادت کیا کریں گے۔"

اسے اسم کے خصائص میں سے ہے کہ عبادت - دعوت - وحدت کو اس سے خاص تعلق ہے۔ جہاں کہیں یہ اسم ہوگا۔ صفات بالائیں سے کسی نہ کسی صفت کا ظہور اس جگہ ضرور ہوگا۔ اس اسم سے تعلق پیدا نہیں ہو سکتا۔ الیتہ تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ تعلق پیدا کرنے کے لئے اول اعتقاد وحدت ضروری ہے۔ پھر دعوت ہو تو اسی نام کی ہو۔ عبادت ہو تو اسی نام کی۔ یہ اسم پاک تفرید وتوحید میں ایک خاص شان رکھتا ہے۔ شرک جلی تو کیا شرک خفی بھی اس کی بارگاہ میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ توحید اور وہ بھی نہایت خالص تفرید، اور وہ بھی نہایت صادق۔ جب بندہ کو حاصل ہو جائے۔ تب اس پاک اسم کے انوار متجلی ہوتے ہیں۔ بندہ کی امانیت گم ہو جاتی ہے۔ اور عبودیت و فطرت نام کے ساتھ نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد عرفان صحیح اور حقین تمام کا فیضان شروع ہو جاتا ہے اور اپنی دوشہ پروں کے ساتھ بندہ کو ترقی پر ترقی۔ عروج پر عروج ملتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ عبد کامل امام الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا تاج اسے پہنا دیا جاتا اور وَاجْعَلْنَا لِمُسْتَقِيمِينَ اِمَامًا کے تحت پر متمکن کر دیا جاتا ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ ایسا فائز المرام فرمائے۔

الْعَلَامِ

قرآن مجید میں تین جگہ (مائدہ - توبہ - سبا) میں آیا ہے اور ہر جگہ باضافت

عَلَامُ الْغُيُوبِ فرمایا گیا ہے۔ باب اول میں اسمِ العلیمؑ کی شرح موجود ہے۔ عَلَامُ علم سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور علیم صفت مشبہ کا۔

اب یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صفت مشبہ یہ ہے جس کا تعلق مطلقاً ذات و وصف سے ہوتا ہے اور اس میں زمان و مکان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لئے صفت مشبہ میں استقرار و دوام ہوتا ہے۔

فَعِيل صفت مشبہ کے اوزان میں سے ہے۔ مبالغہ میں موصوف کا اس صفت سے بکثرت موصوف ہونا مراد ہوتا ہے۔ فَعَال اوزان مبالغہ میں سے ہے اور عَلَام جو اس کے وزن پر ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ صفتِ علم کا رب العالمین کی ذاتِ پاک کے ساتھ بکثرت ارتباط ہے۔

لِهَذَا عَلِيمٌ اور عَلَامٌ بالاستقلال دو اسم ہوئے۔

اسم عَلَام کا یتوب کی طرف مضاف ہونا دراصل محض علم کا وضوح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم نہ محتاج مادہ ہے اور نہ معتبر معلوم ہے اہل منطق علم کی تقسیم تصور و تصدیق پر کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا علم تو نہ حدوث کیفیت پر ہے اور نہ اثر معلوم کے حصول پر۔ اس کے علم پر اتحاد معلوم لازم نہیں آتا وہ شائبہ الکتاب سے پاک تر ہے اور اس لئے ماضی و حال و استقبال پر اس کا علم یکساں ہے۔ انسان کا عالم اشیا موجودہ و غائبہ کے ساتھ حیدرگانہ نسبت رکھتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا علم ایسی تفریق و تجذید سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان لانا لازم ہے۔

سُبْحَنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کی تلاوت انسان پر فائدہ معلوم بھی کرتی ہے۔ اور اس حیرت و فہمالت سے بھی رہائی دلاتی ہے۔ جو علم کی بحث میں منطقیوں اور فلاسفوں وغیرہ کو لاحق ہوتی ہے۔

اس سے اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اپنے باطن کو عَلَامُ الْغُيُوبِ کے لئے

سے صفت مشبہ عموماً ابواب ثلاثی مجرّد سے آتی ہے۔ ہاں اگر دلالت فعل کسی رنگ یا عیب یا حلیہ پر ہو تب صفت مشبہ کا وزن افضل ہونا ضروری ہوتا ہے۔ دیکھو اسود۔ اعرج۔ ارنج

کم از کم اتنا درست تو بنالیں جتنا اپنے ظاہر کو ہم جنسوں کی نظر ظاہرین کے سامنے درست بنالیا کرتے ہیں۔

۸۴۔ الْقَاهِرُ جَلَّ جَلَالُهُ

قہر کے معنی غلبہ و چیرگی ہیں اور قاهر پہاڑ کی بند ترین چوٹی کو بھی کسہ دیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ قاہر ہے کیونکہ اسے تمام مخلوق پر غلبہ تام حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ قاہر ہے کیونکہ بندگی ذات اور برتری صفات میں کوئی مخلوق اس کے برابر کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قاہر ہے کیونکہ اس کے حکم کے سامنے سب کے سب سرفکندہ و عاجز ہیں۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وہ اپنے سب بندوں پر غالب ہے۔ اسے اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو غلبہ و طاقت کے وقت ضعف و پر رحم کرنا چاہیے۔ ابودرداء صحابی کہتے ہیں کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ عقب سے بنی صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔ فرمایا تیرا رب تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تجھ کو اپنے غلام پر ہے۔ یہ سنکر وہ زمین پر گر گئے۔ غلام سے کہا کہ اپنا پاؤں میرے جوتا کے میرے رخسار پر رکھ دے۔ تب جاہلیت کی بو میرے دماغ سے نکلے گی۔

القہار کی شرح باب اول میں پڑھو۔

۸۵۔ الْغَافِرُ جَلَّ جَلَالُهُ

غفر کے لغوی معنی چھپانا۔ ڈھانپنا ہے۔ محاورہ ہے۔ اِغْفِرْ ثَوْبَكَ فِي الْوَعَاءِ۔ کپڑے کو صندوق میں رکھ دو۔ اَصْبَحْ ثَوْبَكَ فَإِنَّهُ مَغْفِرٌ۔ کپڑا رنگ لو۔ وہ تیل کو چھپالیتا ہے۔ مغفر: خود آمنی جو سر کو ڈھانپ لے۔

غفارا: وہ رومال جو عورتیں سر پر ڈال لیتی ہیں کہ اوڑھنی چھپنی نہ ہونے پائے۔

غفر ذنوب: اللہ تعالیٰ کا گناہوں پر پردہ ڈال دینا۔ ستاری فرمانا۔ معاف کر دینا۔ اعمال نامہ سے دور کر دینا۔

قرآن مجید میں غافر الذَّنْبُ باضافت صرف ایک مقام پر آیا ہے۔ دیگر مقامات پر غفور۔ و غفار کا استعمال ہوا ہے۔ جن کی شرح باب اول میں ہے۔ ہر اسم کا فرق بھی اسی جگہ تحریر ہے مغفرت و غفران اللہ تعالیٰ کی صفت خاص ہے۔ دنیا میں اقبالِ جرم کے بعد پولیس عدالت مجرم کو مانو ذکر کرتی۔ سزا دیتی ہے۔ رب العالمین بندہ کو جب کہ وہ اعترافِ گناہ کرے معاف فرما دیتا ہے۔

وَمَنْ يَغْفِرِ الذَّنْبَ إِلَّا اللَّهُ "اللہ کے سوا گناہوں کو اور کون معاف کر سکتا ہے"

۸۶

الْفَاطِرُ جَلَّ شَانُهُ

فطر۔ ابداع۔ پیدائش اولین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میرے پاس دو بدوی آئے وہ ایک دہنہ چاہ کی ملکیت کے دعویٰ دار تھے۔ ان میں ایک بولا۔ اَنَا فَطَرْتُ نَفْسًا میں نے اُسکا پاڑ کھودا تھا۔

فطرة الله التي فطر الناس عليها "وہ معرفت صحیحہ جو انسان کی بناوٹ میں ہے فاطر السموات والارض" وہ مالک ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر بنادیا۔

اللہ تعالیٰ فاطر ہے۔ وہی خالقِ فطرت ہے۔ وہی قانونِ خیر کا بنانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فاطر ہے اور اس کی پیدائش میں ذرا سا بھی فطور نہیں دیکھا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ فاطر ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، اور اُسی کے حکم سے ان میں انفطار پیدا ہوگا۔ اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ "جب آسمان میں شکاف پڑ جاوے گا" اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا۔ وہی مٹانے والا ہے۔

مخلوق میں سے نہ تو کسی میں آسمان جیسی شے پیدا کرنے کی طاقت ہے اور نہ کسی میں ایسی شے کے مٹانے کی قوت۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ۔ ”میرے مالک کا ہر ایک کام پہلا اور پچھلا۔“ اس کی کمال و جلال پر دال ہے۔

الْمَلِكُ جَلَّ شَانُهُ

مَلِك سے ہے۔

مالک اور ملک اور ملوک اور ملوکاتین الفاظ میں جو متقارب المعنی ہیں۔ مالک مالک ملک اور ملک دونوں سے آتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے مالک بلا اضافت نہیں آیا۔ مَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ آیا ہے اور اس کے معنی بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیئے ہیں :

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ
شخص کے ذرا سا بھی کام نہ اُس کا اور اُس روز

ساری حکومت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی

آیا ہے اور اس کی معنی بھی فرقان حمید میں بتلا دئے گئے ہیں :-

تَوَكَّلْ عَلَى الْمَلِكِ. مَنْ تَشَاءُ وَتَنْتَرْعُ
جسے چاہتا ہے۔ ملک عطا کرتا ہے اور
جس سے چاہتا ہے۔ ملک لے لیتا ہے۔

مالک بلا اضافت دار و درجہ جہنم کا نام بتلایا گیا ہے وَكَأَيُّ مَالِكٍ رَزَقَتْ

مَلِكِ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے آیا، اور دوسروں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ السَّلَامِ (حشر- جمعہ- ظہر)

بشر کے لئے قَالَ الْمَلِكُ اِيتُونِي بِهِ۔ بادشاہ نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا۔ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا دیا ہے۔
مَلِيكَ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے مستعمل نہیں ہوا۔

مالک فاعل ہے۔ مَلِكِ فعل ہے جو اوزان مبالغہ میں سے ہے اور مَلِيكَ فَعِيل ہے

فَعِيل میں بمقابلہ فاعل و فعل یہ مزید خوبی ہے کہ اس صفت کا لزوم خود ذاتِ موصوف سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے کیونکہ اس کی ملک داری میں کسی دوسرے کو شرکت حاصل نہیں —
وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ۔

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے کیونکہ ہر شے کی ملکوت (جان) اُسی کے قبضہ میں ہے۔
بِیَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ (یس)

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے اور جسے چاہتا ہے چند روزہ حکومت عطا فرما دیتا ہے۔ وَاللَّهُ
يُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے اور وہی اپنے بندوں کو نَجِیم، صقیر اور ملک کبیر عطا فرمائے گا۔
اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے۔ ملائکہ اور ملوک اسی کی ملک میں ہیں۔
ملک اور ملکوت اسی کے امر کی تحت میں ہیں۔

اس اسم پاک سے تعلق نوکیلا — ہاں تعلق ہو سکتا ہے۔ خود کو ادنیٰ ملک یحییٰ سمجھو۔ ادنیٰ
غلام سمجھو، ہر شے کا مالک حقیقی۔ ہر شخص کا مالک حقیقی اسی کو سمجھو۔ جس کی سلطنت ازل وابد پر حاوی
ہے جو ملک کو تاج پہناتا ہے اور تخت نشینوں کو دم بھر میں خاکِ مذلت پر بٹھا دیتا ہے۔ فَتَعَالَى
اللَّهُ عُلُوًّا كَبِيرًا۔

حَلَّ شَانَهُ
الْحَفِيَّ

حَفَافٌ حَفَّاءٌ حَفَوُكًا وَحَفَاوَةً وَحَفَافِيَّةٌ سے ہے۔ کمال مہربانی۔ نوازش فرمائی
خوب پریش حال کی۔ فرحت و سرور کا اظہار گئی۔

حفی بروزن غنی ہے۔ اس کے معنی عالم بسیار بھی ہیں اور مہربان بسیار بھی
حفی بد و لطیف کا ہم معنی ہے۔

اللہ تعالیٰ حفی ہے وہ اپنے بندوں پر کمال مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ حنفی ہے وہ اپنے بندوں کی پرکشش احوال فرماتا ہے۔ وہ خود ہر صبح کو سائلیں کو بلاتا۔ درخواست کرنے والوں کو عرض و معروض کا موقع دیتا اور دعاؤں کو شرفِ اجابت بخشتا ہے اللہ تعالیٰ حنفی ہے اس کے علم نے سب کو گھیر رکھا ہے۔ اُس کے لطف و احسان نے سب کو زیرِ بار کر دیا ہے۔ وہی بندوں کو افعالِ خیر پر آمادگی بخشتا ہے اور وہی نافرمان بندہ کے تائب ہونے پر اظہارِ فرحت و سرور فرماتا ہے۔

قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ اس اسم کا اطلاق خلیل الرحمن سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ اِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا (سورہ مریم - ۵)

مگر اسرارِ حسنی میں اسکا شمار شیخ الاسلام حافظ احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن احمد بن حجر المکتنی النسب - العسقلانی الاصل المصری - المولد جنت اللہ علیہ رحمۃ واسعہ نے فتح الباری میں کتب اور اس کے ساتھ ہی قل من نذر علی ذلک جز ۲۶ ص ۸۲ بھی لکھ دیا ہے یعنی بہت کم لوگ ہیں جن کو اس اسم کی آگاہی ملی۔

میں نے اس فہرست میں حافظ ممدوح کی اس تدقیق و تلاش سے استفادہ کیا اور اس پاک کو یہاں درج کر دیا۔

۸۹

السَّحِيْطُ

حَوُطْتُ : حزم و ہوشیاری

اِحَاطَہ : اس کا استعمال اجسام کے لئے بھی ہے مثلاً اَحَطْتُ بِمَا كَانَ كَذَا - فلاں جگہ کو گھیر لیا۔ دیوار کو اسی لئے سَاطِط بولتے ہیں۔

پھر اسکا استعمال حفاظت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ - یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت جمیع جہات سے کر رکھی ہے۔ اس کا استعمال علم کے لئے بھی ہوتا ہے۔ فرمایا : اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا - فرمایا : اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيطٌ -

ہاں احاطت بالعلم کے معنی یہ ہیں کہ اُس شے کے وجود و جنس اور کیفیت و غرض اور مقصود ایجاد اور نتیجہ و اثر کی کامل واقفیت ہو۔ بیظاہر ہے کہ مخلوقات کے متعلق علم کی یہ وسعت، یہ فراوانی، صرف

رب العالمین کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی اگر ایسا ادعا کرتا ہے تو وہ جھوٹا کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **بَلْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَيُحِيطُوا بِعِلْمِهِ**۔
 اللہ تعالیٰ محیط ہے۔ کیونکہ وہ اپنی تمام مخلوق کی ہر حفاظت فرماتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ محیط ہے۔ وہ تمام مخلوق پر اقتدار رکھتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ محیط ہے اور وہ ہر شے کی پیدائش۔ غرض پیدائش۔ انجام پیدائش۔ فناء پیدائش سے آگاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے۔ احاطہ مکانی و احاطہ زمانی سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ محیط ہے اور اس کی قدرت کا طائرانہ امور کو سہرا انجام فرماتی ہے۔ جن پر انسان کو قدرت نہیں وَاٰخِرَىٰ لَمْ نَقْضِرْ رُؤَاغِيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا۔ مسلمانوں کو ایسی ایسی فتوحات ملیں گی جن کے حصول کی ان کو قدرت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار میں سب کچھ ہے۔
 اس سے اسم سے خلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اجسام و ارواح اور اعمال پر اللہ تعالیٰ ہی کو محیط سمجھیں۔

لازم ہے کہ احاطت بہ خطیئۃ کی بدترین حالت سے خود کو بچائیں۔ یہ کیفیت اُس وقت طاری ہوتی ہے جب انسان ارتکاب گناہ میں دلیر ہو جاتا ہے۔ گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے اور دل پر ظلمت بالائے ظلمت بڑھتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ خطیئۃ ہی اسے ہر چار اطراف سے گھیر لیتے ہیں۔ اب اس کا جگہنا۔ سونا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا سب کچھ گتہ کی فضا میں ہو جاتا ہے متجاوز اللہ صفا
 ”الہی مجھے بخش دے میری ان خطاؤں کو بخشتے
 جو پہلے کیں اور پیچھے کیں۔ کھلی کیں یا چھپی کیں تو
 سب کچھ جانتا ہے تو ہی پہلے تھا اور تو ہی آخر
 رہیگا نیزے سوا کوئی بھی لائق عبارت نہیں۔“
 اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدْ صَدَّ عَنْهُ
 اَخْرَجْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ
 وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ
 مَعِيَ اَنْتَ الْمَقْدَمُ وَاَنْتَ الْمَوْخِرُ
 لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

۞

۹۰۔ الْمُسْتَعَانُ

عَوْن سے ہے جس کے معنی مدد و حمایت ہیں۔

استعانت۔ مدد مانگنا

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ "خاص تیری ہی عبادت ہم کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد ہم چاہتے ہیں" (سورہ فاتحہ)

استعانت اور معاونت میں فرق ہے۔ معاونت میں وہ امور داخل ہیں کہ مُعِين و مُعَان دونوں ایک دوسرے کی اعانت کی احتیاج رکھتے ہوں۔ درزی کو مچھی کی ضرورت ہے۔ مچھی کو درزی کی۔ کاشتکار کو بنار کی ضرورت ہے۔ بنار کو کاشتکار کی۔ یعنی سلسلہ احتیاج بہر دو جانب موجود ہے۔ زید خالد کا کام بنانا ہے اور خالد زید کا۔ یہ سلسلہ عالم مادی پر ختم ہو جاتا ہے۔

استعانت ان امور میں ہے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں اور ان کا تعلق صرف قدرتِ الہیہ سے ہوتا ہے مصائب کا دور کرنا۔ نواب کا بٹنا، عطیہ انعامات و سعادات۔ مرادوں کا پورا کرنا، آرزوئی کا بر لانا، گناہان و تقصیرات ماضیہ سے درگزر۔ مستقبل کی اصلاح و فلاح آخرت کی بہبودی۔ دنیا کی سلامتی۔ حیات و ممات۔ عطیہ مال و اولاد۔ کشت کش رزق۔ افزائش عمر وغیرہ وغیرہ کی استعانت خاص رب العالمین ہی کا خاصہ ہے۔ اسی کی تعلیم سورہ فاتحہ میں دی گئی ہے اور اسی کو بار بار یاد دلانے اور پیش نظر رکھنے کے لئے فاتحہ کو ہر ایک نماز میں اور ہر ایک رکعت میں پڑھنا ضروری و لازمی قرار دیا گیا ہے۔

جَبِ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اللہ تعالیٰ کے خاص حقوق میں سے ہوا تو ضروری ٹھہرا کہ مُسْتَعَانُ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا نام ہو۔

یعقوب علیہ السلام کے پاس جب ان کے فرزند یوسف علیہ السلام کا خون آلودہ کرتے گئے اور ظاہر کیا کہ یوسف کو بھڑایا گیا۔ تب انہوں نے زبان سے بھی کہا تھا۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔

اس اسم پاک اور استعانت باللہ کا اثر یہی ہوا کہ بالاخر یوسف و یعقوب علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ

نے ملایا اور یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے اقبال و کامرانی نبوت و عمرانی کا جلوہ دکھلایا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کفار عرب کے مقابلہ میں یہ دعا پڑھی تھی۔ وَرَبُّنَا
الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کامیابی عطا فرمائی۔ جو کسی نبی کو نہ ملی تھی۔ ذرا الفاظ قرآنی پر غور کرو۔ کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں دعا نے یعقوب سے بڑھ کر کس قدر قوت ہے۔ کامیابی میں
بھی یہی تفاوت جلوہ افگن ہے۔ وہاں ایک یوسف ملا تھا۔ یہاں قوم کے ہزاروں گم شدہ لوگ اسلام
میں داخل ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قُرَّة العین بن گئے تھے۔

اس اسم پاک کو میں نے قرآن پاک سے حاصل کیا اور پھر میری خوشی کی حد نہ رہی جب مجھے
فتح الباری میں یہ لکھا ہوا ملا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اس اسم کو اسما حسنیٰ میں شمار
کیا ہے۔

اس اسم سے تعلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ جملہ امور دنیوی و دینی مادی و روحی میں اللہ
تعالیٰ ہی کی جناب سے استعانت حاصل کریں۔ غیر اللہ کی مدد و استعانت شرک جلی ہے اور اگر شریک
شرک میں اس لئے اکوڑہ ہیں کہ وہ رَايَاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کے معنی نہیں سمجھتے اور سمجھنے
پر مائل نہیں ہوتے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق بندہ پر دو ہیں۔ عبادت اور استعانت۔ جو کوئی شخص
اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو کم کرے گا۔ دوسرے کو دے گا۔ دوسرے کو ایسے حق کا اصلی یا حقیقی
یا عارضی یا مجازی مالک سمجھے گا وہ شرک کے گہرے گڑھے میں گر جائے گا۔ اَعَاذَنَا اللہ مِنْهَا
ترا کہ از و گران است استعانت عمر زبان کذب بَايَاكَ نَسْتَعِينُ کشائے
استعانت غیر کا خیال عموماً مصیبت۔ بے چارگی۔ غمزدگی میں ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
ہم کو بتلادیا ہے کہ ایسے اوقات و احوال میں استعانت من اللہ کا طریق کیا ہے ؟ فرمایا :

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ "صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو"

مصیبت کے وقت انسان کو لازم ہے کہ قلب کی حفاظت کرے اور ان نعمتوں کو یاد کرے جو
اس مصیبت کے مقابلہ میں بہت زیادہ اس بندہ کو حاصل ہیں۔ زبان کی حفاظت کرے اور کوئی ایسا کلمہ
یا قول زبان سے نہ نکلے جسے جو پروردگار کی ناپسندیدگی کا موجب ہو اور جب بہت ہی گھبراہٹ پیدا
ہو تو نماز نافکہ کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے اور پورے خضوع و خشوع سے قیام و قعود اور رکوع و

بجود کو ادا کرے۔ امید ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کی حالت میں نمایاں تبدیلی ہو چکی ہوگی
اضطراب۔ بے قراری و دور ہوگی۔ وقار و سکینہ اور اطمینان زبان پر قابو یافتہ ہوں گے۔

رَأَى اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ - کا جلوہ نظر آجائے گا اور محبت الہی خود بخود جملہ امور کا انصراف
و اہتمام بے قدرت سے لے گی اور حالت قَبَسْرُ الصَّابِرِينَ سے مبدل شدہ ہوگی۔

حدیث صحیح میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔
اے معاذ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو ہر ایک نماز کے بعد اس دعا کا پڑھنا نہ بھولا کر
اللَّهُمَّ اَعِزِّيْ عَلَيَّ ذِكْرَكَ وَشُكْرَكَ وَحَسِّنْ عِبَادَتَكَ

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَالْيَقِيْنُ الْمُشْتَكِي وَبِكَ الْمُسْتَغَاثُ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (حزب اعظم)

۹۱ الرَّفِيعُ جَلَّتْ

رفعت سے ہے۔ رَفِيعٌ بروزنِ فعیل ہے۔ یہ وزن فاعل اور مفعول دونوں کیلئے
آتا ہے۔ رفیع کے معنی بلندی والا۔ بلندی کا مالک بھی ہیں اور بلندی کا دینے والا بھی۔

قرآن پاک میں اللہ پاک کا نام رفیع الدرجات ہے یعنی وہ جو درجات میں سب سے بالا تر ہے۔
نیز قرآن پاک میں ہے: يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ (مجادلہ-۲) اللہ تعالیٰ
اہل ایمان کو بلند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رفیع ہے۔ اُسی نے آسمانوں کو ہمارے سر پر بلند کر دیا ہے۔ اللہ الَّذِي
رَفَعَ السَّمَوَاتِ - (رعد)

اللہ تعالیٰ رفیع ہے اور وہ اپنے بندوں کو درجات میں بعض بندوں پر رفعت عطا
فرماتا ہے۔ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ (انعام)
اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے ادنیٰ کو مکانِ علیا پر رفعت عطا کی۔

اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے عیسیٰ کو خود اپنی جانب بلند فرما لیا۔
 اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و محامد کو رفعت و برتری
 عطا کی کہ ہر ایک اذان و تکبیر میں صبح و صبح حضور کا ذکر بھی کیا جاتا ہے جب کہ کلمہ توحید کا ذکر ہوتا ہے
 وَدَفَعْتَ لَكَ ذِكْرَكَ (الشرح)

اسم پاک کے مقابلہ میں مومن کو احکام الہیہ کی تعمیل بطیب خاطر و انشراح قلب کرنا
 چاہیئے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو بنی اسرائیل سے اس وقت تعمیل کا اقرار لے لیا تھا۔ جب کہ طور اُن
 پر بلند تھا اور یہ دیکھ رہے تھے کہ اب اُن پر گراما اب گرا

۹۲

الْكَافِيُ جُلُودًا

کفایت کے معنی کمی کا پورا کر دینا حسب مراد کام بن جانا ہے۔
 اسم کافی آیت اَلَيْسَ اَلْكُفْيُ بِالْكَافِ عَبْدُكَ (ذمر-۱۳) سے بنایا گیا ہے۔ کاف
 خود بھی فاعل ہے اور اس نے چند اسم نے اسم کاف اور چند نے اسم کافی تحریر کیا ہے۔
 اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اُسی نے اَنَا كَفَيْتُكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ کا وعدہ پورا فرما کر نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم کی کفایت کا جلوہ نمودار کیا۔
 مکرمین مشرکین نے ایک لمبی مقرر کر رکھی تھی۔ جس کا کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک
 کا استہزاء کرنا تھا۔

حضور کو دیکھ کر کوئی منہ بنانے لگتا۔ کوئی بے ہودہ حرکات سے غصہ دلانا چاہتا۔ کوئی مکیچہ
 پھینکتا۔ کوئی گمراہ غبار اڑاتا۔ کوئی پھبتیاں سناتا۔ کوئی جھوٹی باتیں بنا کر حضور کے برخلاف بیہودہ
 افسانے پھیلاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب سے خود پنٹ لینے کا وعدہ فرمایا تھا اور اپنی کفایت
 کا اعتماد دلایا تھا۔ نتیجہ وہی ہوا کہ استہزاء کرنے والے سب ذلیل و خوار اور تباہ و ہلاک ہوئے
 وہی ہوا جو اللہ عز و جل نے فرمایا تھا۔ اسی تعلیم نے اشاعت پائی جو سرور کائنات کی تھی۔ اللہ تعالیٰ
 کافی ہے اور وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ کا نمونہ بھی اسی کی کفایت نے دکھلایا ہے
 اہل ایمان عمرہ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اب آئے ہوئے تھے۔ کوہ تنعیم

کے دامن میں مصروف نماز تھے کہ ہشتاد کس دشمنوں نے حملہ کر دیا۔ وہ سب کے سب گرفتار کر لئے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ازراہ احسان و الطاف رہا فرما دیا۔ انکی جان بخشی ان کے قبائل میں تحریک اسلام بن گئی۔ نہ جنگ ہوا نہ لڑائی اور دین الہی نے ترقی بھی حاصل کر لی۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی کفایت کا نتیجہ تھا۔

اسی موقع پر اہل قریش نے جنگ و قتال کا ارادہ کر لیا۔ مسلمان نہ جنگ کے لئے آئے تھے نہ مسلح ہی تھے۔ آخر سفارتانہ مذاہیر میں اتنی کامیابی ہوئی کہ جنگ رک گئی۔ قریش کے ساتھ مساویانہ حقوق پر معاہدہ ہو گیا۔ اب پہلا موقع تھا کہ قریش نے مسلمانوں کو بحیثیت ایک جماعت و قوم کے تسلیم کیا تھا۔ اس کامیابی کا سبب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی کفایت تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کو کَفَىٰ يَا لِلّٰہِ بَيْنِنَا وَ بَيْنَكُمْ شَہِیداً فرما دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خود اعدا کے دلوں میں محبت ڈال دیتا۔ دل ہی دل میں بڑھاتا ہے۔ اور وہ بالآخر وہی اعدا حضور کے فدائی و شہیدائی بن کر حاضر دربار پر انوار سوجاتے ہیں۔

نہاں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ تمام مخلوق اولین و آخرین کا حساب الگ الگ ہر شخص اور پھر ایک ہی وقت کے اندر ایسی آسانی سے لے لے گا جیسا کہ ہر شخص کو اپنی حکمت سے الگ الگ ہر ایک کو ایک ہی وقت کے اندر رزق بھی پہنچاتا رہا ہے وَ کَفَىٰ یَسْأَلُ حَاسِبِینَ فرمانا اسی کو شایاں ہے۔

اہل توحید اللہ تعالیٰ کی ولایت کو سب کی محبت و ولایت سے زیادہ کافی سمجھا کرتے ہیں۔ اہل توکل اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا وکیل بنانا جملہ مذاہیر سے کفایت کنندہ سمجھتے ہیں۔ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے علم و نصیر اور اطلاع و نجر کو اعمال صالحہ کی بجا آوری کے لئے یا افعالی قبیح سے پہلو تہی کے لئے کافی وافی سمجھ کر دنیا کی جھوٹی رازداری یا ریاکاری سے بچے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کافی ہے اس نے ہماری ہدایت کے لئے ازراہ رحمت و مرحمت وہ کتاب نازل فرمادی ہے جو جملہ معجزات مادی اور عجوبات حسی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

جو جملہ علوم سے مستغنی کرنے والی اور انسان کی عقل و دماغ اور قلب و روح کی مقننات کے لئے کفایت کرنے والی ہے۔ اس کتاب پر تدبیر کرنے والے نہ کسی معجزہ کے طالب رہ سکتے ہیں اور نہ دلیل و برہان خارجی کے سائل بن سکتے ہیں۔ رب کافی کی ہی کتاب اہل خبرت کے لئے کافی ہے اَوَلَمْ یَكْفِہُمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ یُتْلٰی عَلَیْہُمْ (مکتوبات)

اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اسی کی کفایت مومن کو اس وقت میں تسلی دینے والی ہے جب مسلمان تعداد میں کم۔ زر و مال میں کم۔ تدبیر و طاقت میں کم ہوں اور دشمن اپنی تدابیر میں لگا ہوا بھی ہو۔ تب رحمت الہی بڑھتی ہے اور فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ کا مژدہ سناتی ہے۔

يَا اللَّهُ يَا ارْتَمَنْ يَا رَحِيمُ ہم کو اپنی کفایت اور حمایت میں لے لے۔ ہمارے دنیا و آخرت کے کام اپنی ہی کفایت و ولایت سے پورے فرما دے۔ ہمارے عقد ہائے لایسخل اپنی ہی کفایت و نصرت سے کھول دے۔

ترمذی میں روایت ہے کہ ایک مرکاتب سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور زرقہ میں امداد کا خواہاں ہوا۔ فرمایا: میں تجھے چند کلمات سکھلا دیتا ہوں۔ جو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے۔ اگر تجھ پر فلاں پہاڑ زمین کے کوہ صبر کا نام لیا، کے برابر بھی قرض ہوگا تو اتر جائے گا۔ وہ یہ ہیں:

اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ
عَمَّنْ سِوَاكَ ط

۹۳

غالب ہے

اصل لغت میں غلبہ گردن پکڑ لینے کو کہتے ہیں۔ اسی معنی کے لحاظ سے رَجُلٌ أَغْلَبَ اور امْرَأَةٌ غَلِبَتْ اور دراز گردن مرد یا دراز گردن عورت بولا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ گردن پکڑ لینے والا ضرور دوسرے پر قابو یافتہ اور مستولی ہوگا اور جس کی گردن پکڑ لی گئی ہے وہ مزور و بازو زدہ اور مقہور ہوگا۔ لہذا قوت و طاقت اور استیلا کے معنی میں لفظ غلبہ کا استعمال ہو گیا۔

”رومی مغلوب ہو گئے ہیں اس ملک میں جو
فلسطین کے قریب رہے کافر مغلوب
کئے جائیں گے اور جہنم میں دھکیلے جائیں گے“

غَلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ
سَتَغْلِبُونَ وَتَحْشُرُونَ رَا لے
جہنم۔

اللہ تعالیٰ کا اسم غالب اس آیت سے لیا گیا ہے۔

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ (یوسف)

برادرانِ سنگ دل نے معصوم یوسف علیہ السلام کو کتے پر پیر سے جدا کیا اور چپاہ عیسٰی میں دھکیل دیا مٹھا اور بزمِ خود اُن کی زلیست کا خاتمہ کر دیا مٹھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حردِ جن کو اُن کے لئے گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنے کا سبب بنایا۔ چار سو مصر میں خرید و فروخت کو عزتِ بیہش کے گھر میں بر عزت و آرام رہنے کا سبب بنایا۔

صعمت و پیکارِ مزی پر استقامت کا نتیجہ بظاہر زندانِ نظر آتا تھا۔ وہ زندان بھی چاہ کتھان بنا علمِ تعبیر کا استفادہ ساتی نے اٹھایا۔ اسی کے ذریعہ سے بادشاہ کی تعبیر کرنے کا صدیق علیہ السلام کو موقع ملا۔ وہی تعبیر غالبان کے فرمان فرمائی و حکمرانی کا سبب ٹھہری۔

کچا یوسف اور کچا مصر۔ کہاں ان کی بکریاں چرانے والے بھائی اور کہاں جلوس فرمائی تخت یوسف۔ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ کی شان ایسے مناظر میں نظر آیا کرتی ہے۔

عمر فاروق کی جب خلافت راشدہ نہایت عروج پر تھی تو اک روز وادیِ مکہ میں سے گزر رہے تھے۔ فرمایا۔ میں طرکین میں یہاں خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ وہ ایک درشت خُ انسان تھا۔ بات بات میں سختی کیا کرتا۔ مجھے اس کی خفگی کا ڈر رہتا۔ آج اسلام کی برکت سے عمر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے اور فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (مائدہ) اللہ کا فرمودہ بالکل سچ ہے۔ اللہ کی فوجیں ہی غالب رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور لَا غَلْبَ لَنَا أَنَا وَرُسُلُنَا اس کا کلام صادق کہ — ”میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔“

صداقت کا معارضہ کرنے والے ایمان باللہ سے عداوت رکھنے والے اپنے سازو سامان اور ظاہری شوکت و شان پر بھروسہ کر کے بڑے غرور اور تنجر کے ہجم میں کہا کرتے ہیں لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ۔ آج تم سے اوپر والا کوئی نہیں۔ مگر قدسی آواز سے فوراً جواب ملتا ہے : إِنَّ مَجْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (صافات) کہ اللہ ہی کی فوجیں غالب پاک رہیں گی۔

افسوس ہے کہ مسلمان ”حزبِ اللہ“ کے معنی بھول گئے۔ افسوس ہے کہ اسم غالب کے تحت میں انہوں نے غلبہ و برتری کے حصول کی تمنا کو بھی ترک کر دیا۔ ورز مسلمان دنیا میں کبھی ایسے

خوار و زبون نہ ہوتے۔

جب تک انسان خود اپنے نفس کو احکام الہیہ کے سامنے مغلوب نہیں بنالیتا۔ جب تک انسان رب غالب کے غلبہ کے تحت میں اپنی گردن کو اسلام کے سامنے نہیں جھکا دیتا۔ اس وقت تک یہ تصور۔ یہ تمنا۔ یہ آرزو کہ وہ بھی دنیا میں گردن افرازہ سکنا، اور سرفرازین سکنا ہے۔ مرنے و ہم و خیال ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اسم ہذا سے متعلق و متعلق پیدا کرنے کی ہمت و توفیق عطا کرے۔

۹۴ الْمَنَانُ

مَنَنْتَ سے ہے جس کے معنی احسان ہیں (مجمع البحار) یا مَنَنْتَ سے ہے (المفرد) منت کی دو اقسام ہیں :

فعلی و قولی۔ منت فعلی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں پر ہے۔ یعنی جود و عطا اور فضل و احسان گوناگوں۔

اور منت قولی وہ ہے جو بکے۔ اوچھے لوگ جتایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان اعراب کا ذکر فرمایا ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم مومن ہیں، اور اس قول سے ان کی عرض یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قدر و منزلت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

يَمْتَنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا
قُلْ لَا تَمْتَنُوا عَلَيَّ إِلَّا مَعَكُمْ
”یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ تجھ پر اپنے اسلام کا کچھ احسان نہ جتاؤ۔“

فرعون نے بھی موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تو ہمارے ہاں پلا ہے۔ یہیں پرورش پائی ہے اور آج تو ہم پر اپنی فوقیت جتاتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا :

بَلَلِكْ نِعْمَةً تَنْتَهُمَا عَلَىٰ أَنْ عَبَّدَتْ " یہ کیا احسان ہے جو توجہ تارہا ہے جبکہ تو نے
بنی اسرائیل - میری قوم کو غلام بنا رکھا ہے "

اس آیت میں بنی علیہ السلام نے ایک راز کا انکشاف کیا ہے۔ بعض لوگ ذاتی فوائد پر
قومی اغراض کو قربان کر دیتے ہیں لیکن ایسے شخص اصول تمدن اور روح تہذیب سے بالکل بے بہرہ
ہوتے ہیں۔ ذلت قوی کے ساتھ عزت شخصی کی کچھ بھی قدر و قیمت نہیں۔ صرف اپنے حلوے منڈے
سے غرض رکھنا اور قومی اغراض و فوائد کو زیر نظر نہ رکھنا بدترین حیوانات سگ و خنزیر کے خواص
میں سے ہے۔

منت کے معنی بھی لغت میں احسان عظیم ہیں۔

لہذا مَنَّاں وہ ہے جس کے احسانات عظیم مخلوق پر ہیں۔

مَنَّاں وہ ہے کہ اس کے احسانات کے بارگش سے تمام مخلوق دبی ہوئی ہے۔

مَنَّاں وہ ہے جو اپنے من و کرم سے مخلوق کو اسلام کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

مَنَّاں وہ ہے جس نے مسیحا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا (اٰل عمران ع)

ہمَّانے وہ ہے جس نے مسلمانوں کو اسیران جنگ کے ساتھ بھی احسان اور سلوک کرنے کا

حکم دیا، اور یہ قرار دیا کہ اسیران جنگ کو یا تو آزادہ احسان و عطا چھوڑ دیا جائے یا ذریعے یا ذریعے کر ان کو

رہا کر دیا جائے۔ جب اس حکم کے مقابل میں آپ وید اور ژند اور یا مثیل کے احکام کو دیکھیں گے جن

میں دشمنوں کو ایک قلم فنا کر دینے۔ جلاؤ لے کر تاکید ہے تو بخوبی اندازہ ہو سکے گا کہ اسلام کا یہ

مَنَّاں کس قدر فضل و رحم و احسان والا ہے۔

یہ حکم سورہ محمد میں موجود ہے۔ اِنَّمَا مَنَّا بَعْدُ وَاِنَّمَا وَدَاوُ

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت ہے کہ بعض نے اس آیت کو منسوخ بتلایا ہے مگر

اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ آیت محکم ہے اور اسی کو ثوری و شافعی احمد و اسحق نیز حسن و عطا

و ابن عباس کا مذہب بتلایا ہے اور طحاوی کے حوالہ سے امام ابو حنیفہ کا مذہب بھی یہی لکھا ہے

کہ قرآن سے مطلب قیدیوں کا قیدیوں سے تبادلہ کر لینا ہے۔

(غرض اس حکم کی موجودگی اللہ تعالیٰ کے مَنَّاں ہونے پر دلیل قوی ہے۔ بندہ کو لازم

ہے کہ منت و سپاس کو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مقدس کا خاصہ سمجھے اور اس شعر کا مطلب۔ بخوبی

مَنْتِ مَنْهْ كِه خِدْمَتِ سُلْطَانِ بِمِے كَنَمْ
مَنْتِ اَزْوَشْنِاسِ كِه بِخِدْمَتِ گَزِشْتِ

٩٥
الْمَجْلِيلُ جَنَّاتُ

بعض علما نے بتلایا ہے کہ :

اسم کبیر کمال ذاتی پر

اسم جلیل کمال صفاتی پر وال ہے۔

اور اسم عظیم ہر دو معانی کا جامع ہے۔

روایت ابن ماجہ میں اللہ تعالیٰ کا اسم جمیل بھی آیا ہے۔ اس وقت جلیل کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ صفات قہر پر کا مظہر ہے اور جمیل کے معنی کہ وہ صفات لطیف کا ظہور فرماتا ہے۔

امام ابن القیمؒ نے ذوالجلال والا کرام کے معنی میں لکھا ہے کہ جلال ہم کو ادب سکھاتا ہے اور اکرام ہم پر ابواب محبت کشادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے کہ اسکی جلالت بھی ہر وقت پیش نظر رکھی جائے اور اس کی محبت بھی ہر وقت دل میں قائم رہے۔

جو شخص اسم جلیل سے تعلق پیدا کرنا چاہے۔ اسے لازم ہے کہ جلال الہی کے تصور میں خود کو مستہلک و مضمل سمجھے۔ رب العالمین کے نام اور ذات کی عزت کرنے کا خوگر بنائے

اور اپنے اقوال و افعال میں تمکین و وقار سے رہے۔ ادنیٰ لوگوں سے شفقت اور پیار کا معاملہ کرے۔

۹۶ الْمَحْيَىٰ جلالہ

حیاء سے ہے جس کے معنی زندگی وادن ہیں۔
 اللہ تعالیٰ ہی محیی ہے جس نے حیات کو پیدا کیا۔ جس نے روح کو پیدا کیا۔ جس نے
 روح کو اجسام کے ساتھ پونڈ کیا۔ ارواح مجردہ نفوس ناطقہ۔ قولے نامیہ۔ اجسام متوالدہ میں
 جو زندگی ہے وہ اسی کی بخشی ہوئی ہے۔

وہی ہے جو قلوب کو حیات بخشتا ہے۔ وہی ہے جو نسیم سے نسیم کو نکالتا ہے۔
 وہی ہے جو حیات علمی۔ حیات ایمانی۔ حیات عرفانی عطا فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے :-

(۱) هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ "حیات بخشنے والا اور موت دینے والا
 (مومن) وہی ہے"

(۲) كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا "دیکھو زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد
 (روم) کیسی زندگی دی"

کہر کے موسم میں جب زمین سے نباتات گم ہو جاتی ہیں جب نشوونما کی طاقتیں
 حیات رہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے۔ پھر مردہ میں زندگی ڈال دیتا ہے۔
 اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ (انعام ۱۳)

ایک شخص جب بحالت کفر ہوتا ہے تو وہ مردہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں
 ایمان ڈال دیتا ہے تو زندہ ہو جاتا ہے۔ آثار حیات پدیدار ہو جاتی ہیں۔ ثمرات حیات سے متمتع
 ہونے لگتا ہے۔ ہاں

اللہ تعالیٰ محیی ہے اُسی نے سب کو حیات سے بہرہ ور بنایا۔

اللہ تعالیٰ محیی ہے اُسی نے عدم کو وجود بخشا۔

اللہ تعالیٰ محیی ہے وہی مردہ زمین میں پھر نشوونما کی طاقتیں پیدا کرتا ہے۔ وہی قلوب مردہ

کو زندگی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ محبی ہے اور اسی نے بیج کو درخت اور بقیہ کو پرند اور نطفہ کو حیوان بنایا
اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا ہے کہ حیات علمی۔ حیات ایمانی۔ حیات عرفانی سے اپنے عباد و
مخلصین کو حصہ وافر عطا کرتا ہے۔

اسی اسم سے مخلوق حاصل کرنے والوں کو حیات و موت کے نمونوں پر غور کرنا اور اس
سے سبق عبرت لینا چاہیے۔

۹۷

الْبِمِيتِ

موت سے ہے۔

موت بچہ معانی ہے۔

(۱) وہ حالت عدم جو قبل از پیدائش تھی۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ كُنْتُمْ
اَمْْوَاتًا فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ
يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ

"تم مردہ تھے پھر تم کو زندہ کیا۔ پھر ماریگا
پھر زندہ کرے گا۔ ایسے مالک سے
کفر کیونکر کرتے ہو؟"

(۲) وہ حالت عدم جو حیات کے بعد زندوں پر طاری ہوتی ہے۔

فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ

دب، قَامَاتُهُ اللّٰهُ مَا كَا عَامٍ - خدا نے اُسے سو سال تک مردہ رکھا۔

(۳) ہلاکت رساں حالت :

وَيَا أَيُّهَا الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ "اُسے ہر طرف سے موت اُٹے گی مگر

وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ (ابراہیم ۲) مرے گا نہیں؟

دہ، کبھی موت کو نیند سے تشبیہ دی جاتی ہے اور وجہ تشبیہ زوال حرکت اور زوال عقل ہوتا ہے

حدیث میں ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاْنَا بَعْدَ اَمَاتِنَا - اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو زندہ کیا

بعد اس کے کہ ہم کو موت دی جاتی ہے۔
 اللہ تعالیٰ ممیت ہے کیونکہ وہی حیات و موت کا مالک ہے۔
 اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور موت اس کی مخلوق ہے۔
 اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور ملک الموت اسی کے احکام کی تعمیل کرنے والا ہے۔
 اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور موت و حیات پر اسی کا قادرانہ حکم نافذ ہوتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور موت کو اس کے دامنِ جلال تک پہنچنے کا یارا نہیں۔
 اس سے اسم سے تعلق والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو عجیب و ممیت سے سمجھیں۔ اسی کو
 حیات و موت کا مالک سمجھیں۔ اسی کو مالک سمجھنے کے معنی یہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل
 کی زبان سے بیان فرمائے ہیں۔

إِنِّ صَلَوْتِي وَنُسُكِي وَخُحْيَايَ وَ
 مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ
 بِذَلِكَ أُمِرْتُ
 ”میری قربانی۔ میرا ضیاء۔ میرا نماز اللہ کیلئے
 ہے جو رب العالمین ہے اور مجھے اسی بات
 کا حکم ملا ہے۔“
 اللہ کے لئے جینا۔ مرنا ان لوگوں کا ہے جو اتباع ہوا نہیں کرتے جو بندہ و رہم و دینار
 نہیں بن جاتے جو اعلیٰ مکتبہ اللہ کے لئے جیتے ہیں جو یاد الہی میں مرجاتے ہیں۔

۹۸

الْوَارِثُ حَلِشَانُ

وَرِثَ يَرِثُ وَرَثًا وَارِثًا - وَارِثَةً - وَرِثَةً وَرِثَةً وَرِثَانًا
 وراثت کسی ایک کے پاس دوسرے کی چیز کا اس کی موت کے بعد منتقل ہونا ہے۔
 اللہ تعالیٰ کے لئے وارث کا اطلاق اس لئے ہے کہ ہر ایک سلطنت کا قاعدہ یہ ہے کہ
 جب کسی لاوارث کو کوئی جائیداد رہ جاتی ہے تو اس کی ملکیت سلطنت کی طرف منتقل ہوتی ہے۔
 ایسے حالات میں جبکہ کوئی قوم ساری کی ساری تباہ کر دی گئی ہو تو اس کی وراثت سلطنت
 الہیہ کی طرف منتقل ہوگی اور جب کل عالم کے ماضی مالک اپنی اپنی ملکیتوں کو چھوڑ کر خاک و فتن میں
 سو رہے ہوں گے تو ظاہر ہے کہ رب العالمین کبھی ان کی وراثت حاصل ہوگی۔

لفظ کا اطلاق عرف عام میں ہے ورنہ رب العالمین ہی خود مالک الملک ہے جو لوگ ملکیوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ درحقیقت یہ وہ غلام ہیں جو آقائے حقیقی کے ٹکٹ سے انتفاع عارضی کی بہاریں ٹوٹ رہے ہیں۔

سورہ قصص ع ۶ میں ہے کہ بہت ایسی متکبر قومیں گزری ہیں جن کو اللہ پاک نے تباہ کر دیا۔

وَكُنَّا مَحْنُ الْوَارِثُونَ "اور ہم ہی ان کے وارث بنے"

سورہ حجر میں ہے :

وَاِنَّا لَنَحْنُ فِيْهِ وَاَنۢبِئْتُ وَاَنۢبِئْتُ وَنَحْنُ "ہم ہی زندہ کرتے ہیں۔ ہم ہی مائتے الٰہی"

ہیں اور ہم ہی وارث الملک ہیں"

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قصص و حجر میں دو ہی مقام پر اپنی ذات کے متعلق یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے اور دونوں ہی مقام پر نَحْنُ الْوَارِثُونَ بصیغہ جمع فرمایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ شہنشاہی زبان میں تکلم فرمایا گیا ہے۔ الوہیت و احدیت و صمدیت کی زبان میں واحد صیغہ کا اور شہنشاہی زبان میں صیغہ جمع کا استعمال ہوا کرتا ہے۔

لفظ وراثت میں مال و اسباب مردہ کی سنبھال بھی داخل ہے اور علم المیراث کے حصص کی تقسیم جو ۱/۲ یا ۱/۴ یا ۱/۸ پر رکھی گئی ہے وہ اسی وراثت کے متعلق ہے۔

لفظ وراثت میں منصب روحانی کی جانشینی بھی داخل ہے۔

قرآن مجید میں ہے : وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوُدَ۔ یعنی داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام ہوا۔ بائبل سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ۴۳ پسران و دختران کے والد تھے۔ ان میں سے ۳۵ کو وارث نہ بنانا اور صرف ایک کا نام بطور وارث لیا جانا بتلاتا ہے کہ یہاں وراثت کے منصب روحانی یعنی نبوت ہے۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے نبوت صرف سلیمان علیہ السلام ہی کو ملی تھی۔

تذکرہ باعلیہ السلام کی دعاء عطا ئے فرزند بھی قرآن پاک میں موجود ہے :

يَرْزُقْنِيْ وَيُوْثِقُ رِجْلِيْ "الہی ایسا بیٹا دے جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو"

یہ ظاہر ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی آل کے لوگ اس وقت لاکھوں کی تعداد میں موجود تھے

زکریا علیہ السلام کا بیٹا واحد وارث ان لاکھوں اشخاص کی املاک کا زبن سکتا تھا۔ اور ان لاکھوں کی نسلی اولاد کو محروم الارث نہ کر سکتا تھا۔ لہذا یہاں بھی نبوت ہی کی درخواست کی گئی۔ جو آل یعقوب کا سربراہ خاص تھا۔ یعقوب علیہ السلام نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر میں یہی فرمایا تھا: وَيَبْتَغِي نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَتْهَا عَلَىٰ أَبِيكَ مِنْ تَلِيقِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقَ۔

یہ نعمت نبوت ہی تھی جو صرف یوسف علیہ السلام کو ہی ملی۔ باقی گپ رہ فرزند اس سے محروم رہے۔

اس کے اسم سے تخیل پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ مال و زمین جو حقوق مستحقین کے ہیں ان کو ادا کرتا رہے۔ مال کو اللہ ہی کا سمجھے۔ دیا ہوا بھی اسی کا ہے اور آخرین سمجھنا بھی اسی نے ہے

۹۹ الْحِكْمَةُ الْجَلِيلَةُ

بَعَثَ کے معنی اٹھانا۔ جگانا۔ کسی کو کسی جگہ بھیجنا۔ آمادہ کرنا۔ زندہ کرنا ہیں۔ اللہ تعالیٰ باعث ہے۔

اسی نے عدم محض سے نفوس کو اٹھایا۔

وہی ہے جو غافلین کو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔

وہی ہے جو انسانوں میں حوصلہ محبت اور بلندی عزم پیدا کرتا ہے۔

وہی ہے جو انبیاء و مرسلین کو مخلوق کی طرف بھیجتا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ کا خاتمہ سیدنا و

مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا۔

وہی ہے کہ انصاف کے دن اجساد کو زمین سے اٹھائے گا۔

۱) قابل و ذلیل کے قصہ میں ہے: فَبَعَثَ اللَّهُ صَفْرًا بَا۔ اللہ تعالیٰ نے قابیل کے سکھانے

کو ایک غراب بھیجا جس نے ایک مردہ کو اس کے لئے اپنی چوچ اور پنجہ سے زمین کھودی۔

لاش کو اندر گرا کر اس پر مٹی ڈال دی۔

ایک قاتل۔ ایک سنگدل۔ ایک بزدل۔ ایک سیاہ باطن کے لئے عجیب تنبیہ اور

نزہل ملحق کر کے کو اسکا استاد بنایا گیا جو سیاہی کا پتلا اور حرص و طمع کا پیکر اور بے وفائے مجسم ہوتا ہے۔

- (۲) اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ
مَلِكًا (بقرہ- ۲۵)
”اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ بنا دیا ہے“
- (۳) فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيَّ مَبْسُورِيْنَ
(بقرہ- ۲۲)
”ایسے نبیوں کو اللہ نے بھیجا جو لوگوں کو بشارت سناتے تھے“
- (۴) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمَمِ
رُسُلًا (جمع)
”اللہ وہ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں عظیم الشان رسول بھیجا“
- (۵) اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبُعْثِ
”اگر تم کو قیامت کے دن پھر حیرت اٹھنے کا شک ہو“
- (۶) اِنَّكُمْ مَّبْعُوثُوْنَ فِيْهِ
الْمَوْتِ (ہود)
”تم موت کے بعد ضرور اٹھائے اور زندہ کئے جاؤ گے“
- (۷) وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِيْ
الْقُبُوْرِ (حج- ۱)
”اللہ ضرور زندہ کرے گا ان کو جو قبروں میں ہیں“
- (۸) عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا
مَّمْنُوْدًا (اسراہیل- ۸)
”اللہ تعالیٰ ضرور تجھے کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا“

اب یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ باعث ہے کہ صفات بلا اسی کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔ اسم الیٰبعث بطور اسم قرآن مجید میں نہیں بلکہ یہ اسم ان افعال سے بنایا گیا ہے۔ اس اسم سے تخلیق کرنے والوں کو لازم ہے کہ تسلیغ کو اپنا شیوہ بنائیں اور احکام الہی مخلوق کو پہنچائیں تاکہ ان کا ایمان رسول اور قیامت پر قائم ہو جائے۔

۱۰۰ الْبَاقِيَّةُ جَلَّ جَلَالُهَا

بقی - بَیْقَى - بَقَاءًا

بقا - کسی شے کا حالت اولین ہی پر پایا جانا۔ فنا اس کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فانی کے معنی یہی نہیں ہیں کہ یہ اشیاء اپنے غایت و انجام کے لحاظ سے فانی ہیں۔ بلکہ فانی کے معنی یہ ہیں کہ جملہ مخلوق اپنے یوم وجود سے فنا کی طرف جا رہی ہے۔ فنا ہر ایک جسم میں ہر وقت اپنا کام کر رہی ہے۔ بچ پیدا ہوتا ہے بڑھتا ہے۔ جوان ہوتا ہے۔ گھٹنے لگتا ہے۔ بوڑھا ہو جاتا ہے۔ فنا ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ اپنا کام کئے جاتی ہے۔

بقا یعنی حالت اولین پر دوام و قیام صرف رب العالمین ہی کو حاصل ہے۔ قرآن مجید میں الْبَاقِیَ بطور اسم نہیں آیا۔ بلکہ بَیْقَى وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ آیا ہے اور یہ اسم فعل سے مشتق کر لیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں مومنین کے اعمال صالحہ کو باقیات صالحات فرمایا گیا ہے۔

(کہف ۵۰ - مریم ۸)

قرآن مجید میں ہے وَجَعَلْنَاهَا کَلِمَةً بَاقِيَةً (زخرف ع ۲) ہم نے ابراہیم کے وعظِ توحید کو باقی رکھا۔

اللہ تعالیٰ باقی ہے اور دوامِ ابدی اسی کی ذات کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ باقی ہے۔ کیونکہ وہ موت کا خالق ہے اور کوئی مخلوق اپنے خالق پر غالب نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ باقی ہے اور ہر ایک شے ہالک ہے۔ اللہ تعالیٰ باقی ہے اور جو اعمالِ صالحہ و افعالِ خیر بندہ کرتا ہے وہ اُن کو بقا بخشتا ہے۔

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (نحل ع ۱۰)

اللہ تعالیٰ باقی ہے یعنی دائم الوجود۔ واجب الوجود۔ قائم البقا
 اللہ تعالیٰ باقی ہے کیونکہ جو اشیاء ہم کو نظر آتی ہیں۔ ان کی بقاء عارضی بھی اسی کی
 داد ہے۔

واضح ہو :

کہ اہل تصوف فنا و بقا پر بہت کلام کیا کرتے ہیں۔ ہم مختصراً ذکر کریں گے کہ
 ان الفاظ سے اس فن کے ائمہ کی مراد کیا ہے

باب دوم

اب تک جو ۹۹ نام باب اول میں تحریر کئے جا چکے ہیں۔ وہ سب جملہ روایات سے چن کر لکھے گئے۔ التزام یہ تھا کہ سب نام مفرد ہوں اور قرآن مجید میں بطور اسم آئے ہوں۔ یہ التزام پورا نہیں ہو سکا۔ اس لئے چند نام ایسے شامل کرنے ضروری ہوئے جن کو اکثر ائمہ نے مستخرج از قرآن مجید تحریر فرمایا ہے۔

اب باب ہذا میں جملہ روایات کے بقیہ ۵۲ نام تحریر کئے جاتے ہیں۔ یہ سب اسماء حسنیٰ ہیں۔ ہم نے بعض کی تفسیر اور بعض کا صرف ترجمہ لکھ دیا ہے۔ ان کا نقشہ اول درج کیا جاتا ہے :

نقشہ اسماء حسنیٰ مندرجہ باب دوم

نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک	نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک
۱	ترمذی	الْقَابِضُ	۱۰	ترمذی	الْمُبْدِئُ
۲		الْبَاسِطُ	۱۱		الْمُعِيدُ
۳		الْخَافِضُ	۱۲		الْوَاجِدُ
۴		الرَّافِعُ	۱۳		الْبَاجِدُ
۵		الْمُعِزُّ	۱۴		الْمُقَدِّمُ
۶		الْمُذِلُّ	۱۵		الْمُؤَخِّرُ
۷		الْحَكَمُ	۱۶		الْمُنْتَقِمُ
۸		الْعَدْلُ	۱۷		الْمُقْسِطُ
۹		الْمُحْصِي	۱۸		الْبَغِي

نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک	نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک
۱۹	ترمذی	الْمَارْفَعُ	۳۶	۱۳	عَالِمُ
۲۰		الضَّارُّ	۳۷	۱۴	أَبَدُ
۲۱		الْثَّافِعُ	۳۸	۱۵	وِشْرُ
۲۲		الرَّشِيدُ	۳۹	۱۶	نَاطِرُ
۲۳		الضُّبُورُ	۴۰	حاکم از فتح الباری	حَنَانُ
۲۴	ابن ماجہ	رَازِقُ	۴۱	۲	فَاتِحُ
۲۵	۲	صَادِقُ	۴۲	۳	مُثِيبُ
۲۶	۳۰	جَمِيلُ	۴۳	۴	مُذَرِّبُ
۲۷	۴	بِرُّهَانُ	۴۴	۵	قَرْدُ
۲۸	۵	شَدِيدُ	۴۵		الْعَادِلُ
۲۹	۶	قَائِمُ	۴۶	الزید از فتح الباری	قَائِلُ
۳۰	۷	وَاقِفُ	۴۷	امام جعفر صادق	سَرِيعُ
۳۱	۸	الْمُنِيرُ	۴۸		مُنْقِصِلُ
۳۲	۹	الْقَدِيمُ	۴۹		مُعِينُ
۳۳	۱۰	سَامِعُ	۵۰		مُنْعِمُ
۳۴	۱۱	مُعْطَى	۵۱	حافظ ابن حجر	حَاكِمُ
۳۵	۱۲	شَامُ	۵۲	مؤلف	السَّائِقُ

۲-۱

الْقَابِضُ الْبَاسِطُ

جلہ شانہ

قبض تنگی نمودن و بسط فراخی کردن

یہ ہر دو اسم قرآن مجید میں بطور اسم استعمال نہیں ہوئے۔ البتہ آیت قرآنیہ سے ان کا استخراج ہو سکتا ہے: وَاللّٰهُ يَمْتَصِفُ وَيَبْسُطُ۔

اشیاء عالم پر نگاہ کرو قبض و بسط کے نظارے بہت نظر آئیں گے۔ تنگ دلی۔ فراخ حوصلگی۔ تنگی رزق و فراخی معیشت۔ تنگی غیچہ و کشودگی گل۔ قبض و بسط ارحام۔ قبض ضوابط و بسط عطا۔ قبض و بسط ادراج۔ قبض و بسط قلوب۔ قبض و بسط باران وغیرہ ایسے امور ہیں جن میں خود یہ قدرت ہی کار فرما ہوتا ہے۔ اہل دنیا بلکہ ماسوی کا اس میں کوئی تعلق کوئی تصرف نہیں ہوتا۔ بہتر ہے کہ ہر دو اسم پاک کا تعلق ساتھ ساتھ کیا جائے تاکہ ہر ایک کا مفہوم یا ملحق بل آئینہ میں زیادہ نمایاں نظر آنے لگے۔

ان سے اسم سے تخلیق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ نہ فراخ دستی میں اسراف کریں، اور نہ تنگ دستی میں دلی تنگ ہوں۔ افراد کی تنگی و فراخی ایک مصلحت کلیہ کے تحت میں ہے اور صلاح خاصہ کی حکمت بھی اس بارہ میں کار فرما ہے۔ ہر دو حالت موجب صبر و شکر ہیں اور صبر و شکر ہی وہ دوشہ پر ہیں جو طائر ایمان کو عرش رب العلیٰ تنگ لے جاتے ہیں۔

۲-۳

الْخَافِضُ الرَّافِعُ

جلہ شانہ

خَفَضُ پست نمودن۔ رَفَعَ بلند فرمودن۔

ہر دو اسماء بھی بطور اسماء قرآن مجید میں نہیں آتے۔ رفع کے متعلق بہت آیات سے تمسک ہوتا ہے۔

الف۔ رفع جسمانی کی آیات یہ ہیں :

- (۱) وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ دَافِعًا "ماں باپ کو تخت کی بلندی پر بٹھایا"
 - (۲) وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ (نساء ۱۵) "ہم نے ان کے سروں پر کوہ طور کو بلند کر دیا"
 - (۳) بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهَا (نساء ۱۶) "اللہ نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا"
 - (۴) وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا (رحمن ۱) "آسمان کو دیکھو جسے بلند کر دیا ہے"
- ب۔ درجات و مناصب کے متعلق :

- (۱) وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ "ہم نے بعض کو بعض پر بلندی دی" (زخرف ۴۰)

(۲) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (انشراح) "ہم نے تیرے ذکر کو بلندی عطا کی گئے۔"

ماں الرَّافِعُ کے معنی میں رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ اللہ تعالیٰ کا نام آیا ہے۔ سورہ نمہ میں ہے : رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ

اب الراح کی صفت تب ہی مکمل ہو سکتی ہے جب کہ الْخَافِضُ کی صفت بھی نور افکن ہو۔ ایک ظالم تخت سے اتارا جاتا ہے۔ ایک عادل کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے۔ ایک جاہل ہمیشہ پستی میں گرتا ہے۔ ایک عالم بلند نصیب ہوتا ہے۔ ممکنات کو دیکھو جو پستی حوادث میں گرے ہوئے ہیں۔

اہل ایمان کو دیکھو جو بلندی مراتب پر فائز ہوتے ہیں۔

وہ بھی ہیں کہ اسفل فلیین ان کا مقدر ہے۔

وہ بھی ہیں کہ اعلیٰ علیین پر ان کا نور حبودہ گر ہے۔

الْخَافِضُ الرَّافِعُ کی مثال قرآن مجید میں بلعم بن باعور سے ملتی ہے۔

رب العالمین نے اُسے علم صحیح سے بہرہ ور کیا۔ اس نے اس نعمت کو زرو مال اور خوشنودی زن و عیال پر قربان کر دیا۔ رائدہ درگاہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَسْأَ الْاِنْبِيَا۟
اٰیٰتِنَا فَاتَّبَعُوْهُ اَلَمْ يَكُنْ
فَاَتَّبَعُوْهُ ۝ وَلَوْ سِئْسَا
لِرَفْعَتِهٖ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلٰى
الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هُوَا۟هٗ -

"ان لوگوں کو اس شخص کی خبر سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں۔ وہ ان سے علیحدہ ہو گیا تب شیطان اس کے پیچھے لگا۔ اور گمراہوں میں سے بن گیا۔ ہم اگر چاہتے تو اسے ان آیات سے بلندی عطا کرتے مگر اس نے پستی ہی کی طرف میلان کیا"

(اعراف ع ۲۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَالَّذِيْنَ اٰدُوْا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ -

"یعنی اللہ تعالیٰ مومنین اور علمدار کے درجے بلند کرتا ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ ایمان اور علم باعث رفعت ہیں۔ پس اس کی اعتداد کفر و جہل ضرور سبب خفص ہیں۔

ان اسماء سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ انقلاب اور حوادثِ دہر سے نگہ راستے برحالت میں اسی مالک کی جانب متوجہ رہے جو بلندی بخشے اور پست کر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

۶-۵

الْمُعِزُّ الْمُبِذُّ

جل جلالہ

یہ ہر دو اسماء قرآن مجید میں بطور اسماء نہیں آئے۔ بلکہ قرآن مجید کی اس آیت سے

مستخرج ہیں :

تَعِزُّ مَنِ شَاءَ وَتُبِذُّ مَنِ شَاءَ رَبُّكَ الْخَبِيرُ (آل عمران ع ۶)

عزت و ذلت کا مفہوم بھی حکومت اور فقدانِ حکومت ہوتا ہے چنانچہ آیت بالا سے پیشتر بھی تَوَفَّى الْمُلْكَ مَنِ شَاءَ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ شَاءَ موجود ہے۔ اور کبھی اس عزت و ذلت کا مفہوم پسندیدگی و رخصت ہوتی ہے۔ سورہ منافقون میں دیکھو۔ کہ

میں امت فقین ابن ابی بن رسول مال و زر کو عزت و ذلت کا معیار قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ
ایسا ان کو وسیلہ عزت قرار دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ الْعَزِيزُ وَلِ رَسُوْلِهِ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلِ الْكَفَّارِيْنَ
لَا يَخْلَعُوْنَ (منافقون)

”عزت کا مالک اللہ ہے۔ عزت تو رسول
کے لئے ہے۔ عزت تو مومنوں کو ہے
مگر منافقوں کو ان رموز کا علم ہی نہیں“
دعاے قنوت میں (جس دعا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کو سکھایا تھا) ہے
لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعْزُّ مَنْ عَادَيْتَ

الْحَكْمُ مُجَلِّ شَانَهُ

حُكْم سے الْحَكْم ہے۔ حکم کے معنی فرمان اور حُكْم کے معنی فرمان دہندہ
ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے یہ اسم سورہ انعام ۱۲ میں آیا ہے۔
اَفَتَعْبِرُ اللّٰهَ اَبْتٰخٰی حَكَمًا

اور لفظ حکم قرآن مجید کے چند مقامات پر آیا ہے :
فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ (مومن ۷) انعام و قصص۔ نون و طہ میں بھی اس
لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے ہوا ہے۔
سورہ ہود و تین میں اللہ تعالیٰ کا اسم اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ اور سورہ اعراف و یونس
و یوسف میں خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ بھی وارد ہوا ہے۔

حاکمین کی ذیل میں حکومت و نبوی والے بھی شامل ہیں اور حکومت روحانی والے بھی۔
اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا ذکر فرما کر پھر فرمایا ہے :
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالتَّوْبَةَ (انعام ع ۱۱)
بیشک مالک وہی ہے جو سب پر حکمران ہے۔ وہی مالک ہے۔ جس کا حکم سب سے بہتر
اور اعلیٰ ہے۔

یہ اسم قرآن مجید میں بطور اسم نہیں آیا۔

اسے اسم سے تخلیق کرنے والوں کو لازم ہے کہ معاملات باہمی میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر عمل کریں۔ معاملات قلبی میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فیصلہ پر رخصت مند رہیں۔

الْعَدْلُ جَلِ شَانُهُ

عَدْلُ مصدر رہے اور فاعل کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ان معنی میں مذکور و مؤنث واحد جمع یکساں ہیں۔

عَدْلُ کے لغوی معنی برابر کر دینا ہے۔ عادل وہ ہے جو متخاصمین کے حقوق میں برابری کر دیتا ہے جس کا جتنا حق ہے اس کو مل جاتا ہے۔ اس معنی میں یہ لفظ بطور اسم باری تعالیٰ قرآن مجید میں مستعمل نہیں ہوا۔

ہاں اللہ تعالیٰ اس لئے عَدْلُ ہے کہ اس نے عدل و داد کا حکم دیا ہے :

إِنَّ اللَّهَ يُأْمُرُ بِالْعَدْلِ (نحلہ ۹)

اللہ تعالیٰ اس لئے عدل ہے کہ اس کے احکام صدق و عدل پر مبنی ہیں : وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا (العام - ۱۷)

اللہ تعالیٰ عدل ہے۔ کیونکہ وہی اعتدال امزجہ کا خالق ہے۔

اللہ تعالیٰ عدل ہے کیونکہ اس کے احکام میں تبتیں و تسویہ موجود ہے۔ بے شک وہ عدل ہے اور اسی لئے اس نے حکم دیا ہے۔

وَلَا يَجْزِيكُمْ شَتَائِ قَوْمٍ عَلَى

أَنْ لَا تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا هُوَ

أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ

(مائتہ ۲۶)

اللہ تعالیٰ عدل ہے اس لئے کہ وہ صفت ظلم سے میرزا و پیک ہے فرمایا :

وَمَا آتَا بِظُلْمٍ لِّلْعَبِيدِ (ق ۲۶)

”میں عاجز بندوں پر ظلم نہیں کرتا“

فرمایا : وَمَا ظَلَمُونَا وَلَكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (نہجہ ۶۷) ہم نے نبی اسرائیل پر

ظلم نہیں کیا۔ وہ خود اپنی جانوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔
ظلم کے معنی غیر عدل میں کسی شے کے رکھنے کے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ جو عدل ہے اس کے جملہ احکام و افعال استقامت و اعتدال پر ہیں۔

کو تاہم اللہ تعالیٰ کے احکام پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنی نادانی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔
اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ ظلم و بیداد سے الگ رہے معاملات اور کاروبار میں اعتدال ملحوظ رکھے۔ عدل کی ضرورت فقط جھگڑوں اور مناقشات ہی میں نہیں بلکہ عدل کی ضرورت تو کھانے پینے۔ سونے۔ بولنے۔ چپ رہنے۔ یاد اللہ کرنے یا آرام لینے وغیرہ وغیرہ جملہ امور میں ہے۔ جو شخص عدل و اعتدال کا مسند محمول جاتا ہے بالآخر وہ خود ہی مذموم و مول بنتا ہے۔

۹ المَحْصَىٰ وَ جِلْ شَانِہ

مادہ اس کا حصو ہے اور اَحْصَاۃً اِحْصَاءُ کے معنی شمار کرنا۔ دریافت کرنا نگہداشت کرنا ہیں۔ قرآن مجید میں یہ نام بطور اسم استعمال نہیں ہوا، بلکہ مشتق از فعل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

- ۱۔ وَ اَحْصُوا الْجِدَّةَ (طلاق - ۱)
 - ۲۔ اَحْصَاۃً اللّٰہُ وَ کَسُوۃً (مجادلہ ۱)
 - ۳۔ مَا لِهٰذَا الْکِتَابِ لَا یُخَادِرُ صَغِیْرًا وَ لَا کَبِیْرًا اِلَّا اَحْصَاہَا
 - ۴۔ وَ اَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ بِعَدَدٍّ دَاجِنٍ
- ”عدت کے دن گن لیا کرو“
”اللہ نے ان کے عملوں کو شمار کر رکھا ہے“
اور لوگ خود بھی بھول گئے ہیں“
”یہ کیسا اعلیٰ نام ہے جس میں ہر ایک چھوٹی بڑی بات موجود ہے“
”اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا شمار کر رکھا ہے“

اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ ہر شے کا عدد و شمار اس کے علم میں ہے۔ آسمان کے تارے۔ زمین

کے ذرے پسند کے قطرے۔ درختوں کے پتے۔ نفوس اور نفوس کے انفاس۔ اشخاص کے افعال و حرکات و سکنات غرض کہ ہر ایک چیز جو شمار میں آنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو گن لینے والا۔ شمار کرنے والا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اعداد و شمار کے متعلق مُحَصَّی کا وہی تعلق ہے جو معلومات سے عظیم کا ہے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو بھی اپنے افعال و اعمال کا حساب رکھنا چاہیے۔ اور یوم الحساب میں اعلان نامے کے پیش ہونے کا ڈر رکھنا چاہیے۔

الْبَدْءُ

اس کا مادہ بَدَأَ ہے۔ بَدَأَ اِدَبَ وہاں سے شروع کیا: اَبْدَأَ اللّٰهُ الْخَلْقَ اِبْدَءَ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو سابقہ نمونہ کے بغیر پیدا کیا۔

یہ اسم قرآن مجید میں نہیں مشتق از افعال ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

(۱) فَانْظُرْ وَاَكَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ۔ (عنکبوت) «نور کر و اللہ تعالیٰ نے خلقت کا آغاز فرمایا»

(۲) وَبَدَأَ الْخَلْقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِينٍ (سجده) «انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے فرمائی»

اللہ تعالیٰ مُبْدِئ ہے۔ اسی نے ممکنات کا احداث فرمایا۔ اسی نے جملہ امور کا ابداع کیا۔ کوئی شے بالذات یا بالزمان تقدم حقیقی نہیں رکھتی۔ بلکہ سب کی سب اسی کی آفریدہ اور بظہور آوریدہ ہیں۔

الْمُعِيدُ

عَادَ عَوْدَةً سے ہے جس کے معنی بازگشت کرنا۔ بازگردانید ہیں۔ مُعِيد وہ ہے جو جسمِ اشیا کو فنا کے بعد میدانِ قیامت میں پھر لوٹائے گا۔ اُس میں لوٹانے کی طاقت موجود ہے۔ یہ نام بھی بطور اسمِ قرآن مجید میں موجود نہیں بلکہ مشتق از فعل ہے۔ قرآن مجید میں ہے

۱۔ کَمَا بَدَأْنَا أََوَّلَ خَلْقٍ نَّعِيدُهُ (پیش-۱)
”جس طرح ہم نے خلقت کی ابتدا فرمائی۔ اسی طرح ان کی بازگردانید بھی کریں گے۔“

۲۔ قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ (انبیاء-۱۱)
”کہہ دے کہ اللہ ہی ہے جس سے خلقت کا آغاز ہوا۔ وہی ان کو دوبارہ لوٹائے گا۔“

اسی مضمون کی آیات سورہ روم و نمل میں بھی ہیں :

۳۔ رَاقَةَ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ (بروج)
”وہی ہر شے کا آغاز فرماتا ہے اور وہی عدم سے لے لوٹاتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کو مبدع و معید ماننا ضروری ہے۔ مبدی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مادہ کا محتاج نہیں اس کو نمونہ اور مثال کی ضرورت نہیں اور معید سے ثابت ہے کہ اس کا علم اور قدرت کمالِ زبردست ہے۔

کفار و کوبنی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی جن تعیم سے تعجب و انکار تھا وہ تعیم یہی تھی۔

وَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا إِنْآ
لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ
یعنی گوشت کے گل سڑ جانے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد ہم کیونکر پیدائشِ جدید حاصل کریں گے۔“

لہذا مومن کو واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو المبدع و المعید تسلیم کرے۔ حشرِ اجداد پر ایمان رکھے اور سمجھے کہ اس بارہ میں ہر مفکر شکوک و اعتراضات ہیں۔ وہ سب علم و قدرتِ انسانی پر وارد

ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور قدرت تام ایسے اوتراضات کا عمل نہیں ہو سکتا۔
اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ حیات موجودہ کی قدر کرے اور حیاتِ آخرت
کے لئے سرمایہ جمع کرے۔

۱۲ الْوَّاجِدُ

وَجَدَ وَجْدًا - وَجِدَةً - وَجْدًا - وَجْدًا اِنَّا کے معنی دریافت میں مگر اللہ تعالیٰ
کا نام اس معنی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں اس مصدر کے افعال اُسے ہیں۔ وہاں
انسان فاعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں۔ صاحبِ قانوس کہتا ہے وَجَدَ اللہ تعالیٰ کتنا درست
نہیں۔ اِن اَوَّجَدَ اللہ کہہ سکتے ہیں۔

اب یہ اسم وجود سے بن سکتا ہے۔ وجود کے معنی ہستی ہیں۔ اس معنی میں بھی یہ اسم
قرآن مجید میں نہیں آیا اور نہ لفظ وجود کا استعمال قرآن پاک میں ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس لئے واجب ہے کہ وجود حقیقی اور ہستی مطلق اسی کو حاصل و زیبا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس لئے واجب ہے کہ جملہ موجودات پر اسے احاطت حاصل ہے۔

وہ واجب ہے اور جملہ مطلوبات و کمالات ذاتیہ کا وجود اسے ہمیشہ سے حاصل ہے۔

اِن اسم الواجد - وَجَدَ بضم سے بھی بن سکتا ہے۔ وَجَدَ کے معنی تو نگرانی و غف

ہیں اور اَلْوَّاجِدُ کے معنی ذُو الْوُجْدِ ہونے یعنی وہ جو مالکِ غنا و تو نگرانی ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اسم اس حدیث ترمذی کے سوا اور کسی حدیث میں بھی نہیں آیا

واضح ہو :

کہ وجود کے متعلق فلاسفہ و اتحادیہ نے بھی تسلیم کیا ہے جو اَبَعَدَ عَنِ الصَّوَابِ ہے

اُن کے مباحث خالی الفاظ کے ہوتے ہیں۔

لہ اَوَّجَدَ اللہ : اللہ نے اُسے مقصود پر پہنچایا ۱۲

۱۔ کیا وجود شے عین ماہیت ہے یا غیر ماہیت ہے۔

۲۔ کیا وجود قدیم نفس ماہیت ہے۔

۳۔ کیا وجود حادث لازمًا از ماہیت ہے۔

یہ سب فضول بحثیں ہیں اور عنفانیت و عرفان کا ان میں کوئی حصہ نہیں

صوفیہ کلام

نے بھی وجود پر بہت کچھ تکلم کیا ہے مگر ان کی مباحث کا ان فلاسفہ کی مباحث سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کی بحثوں کا تعلق ان آیات سے ہوتا ہے۔

يَحْيٰى اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (نساء۔۱۹) "وہ اللہ کو غفور رحیم پائے گا"
لَوْ جَدُّ وَاللّٰهُ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (نساء۔۴۰) "تم اللہ کو تواب رحیم پاؤ گے"
وَجَدَ اللّٰهُ عِنْدَ كَافُوْرٍ حَسْبًا ۙ (نور۔۴) "اللہ کو اپنے قریب پایا اس نے بندہ کا حساب پورا کر دیا"

برسر آیات میں بندہ کا وجدان بتایا گیا ہے۔

پہلی اور دوسری آیت میں گنہگار مومن کا ذکر ہے جو گتہ کے بعد پچھتا پھر استغفار کرتا، اور اللہ تعالیٰ اس سے رحم و عطوفت کا معاملہ فرماتا ہے۔ تیسری آیت میں اس کا ذکر ہے۔ جو اعمال سے خالی ہاتھ مالک کے سامنے جاتا ہے۔ اس آیت میں اس کی مثال اس تشدد شخص سے دی گئی ہے جو سراب کو پانی سمجھتا ہے اور جب سراب پر پہنچ جلتا ہے تو محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا وہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے جاتا ہے تو وہ اس کا حساب پورا فرما دیتا ہے۔ اہل تصوف، وجدان کے لحاظ سے طالب کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔

سالک۔ واسل۔ واجد

ابن القيم نے اس پر ایک مثال بیان کی ہے۔ چند شخصوں کو معلوم ہوا کہ فلاں میدان میں فلاں درخت کے نیچے خزانہ دیا ہوا ہے۔ ایک شخص چل پڑا۔ چل رہا ہے مگر وہاں تک نہیں پہنچا۔ دوسرا شخص وہاں پہنچ گیا۔ مگر ابھی اسے خزانہ ہاتھ نہیں لگا ہے۔ تیسرا شخص وہاں پہنچا، اور اسے خزانہ مل بھی گیا۔ اس تیسرے شخص کے واردات کے لحاظ سے حالات کو تواجدا۔ وجد اور وجود کے نام سے موسوم کیا کرتے ہیں۔ اگر ان الفاظ کی صراحت کی جائے تو اصل موضوع

بہت دور جاتے ہوگا۔ لہذا اسی اختصار پر جو الواجد کی مناسبت سے لکھا گیا۔ اکتف کی جاتی ہے۔

۱۳ لَمَّا جَدُّ

مجد سے ہے۔ مجید بھی مجد سے ہے۔ مجید میں مبالغہ ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک نام بوجہ علمیت خود کمال تام ربانی پر دلالت کرتا ہے۔ اقتضائے لفظی اس کیساتھ شامل ہو یا نہ ہو لہذا الداجد اللہ تعالیٰ کی بزرگی و عظمت پر دلالت قوی رکھتا ہے۔ یہ تین صفات ہے کہ کبھی فاعل کی شکل میں اور کبھی فاعل کی شکل میں جلوہ آرائی ہوتی ہے اور ہر شکل میں دلربائی کی شان الگ الگ نظر آتی ہے۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ يَا أَعْلَى الْعَرْشِ يَا حَكِيمَ الْوَسْطَى يَا مُنِيبَ الْوَسْطَى
رَبِّهِ وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ يَا أَعْلَى الْعَرْشِ يَا حَكِيمَ الْوَسْطَى يَا مُنِيبَ الْوَسْطَى
ذِي الْفَضْلِ وَالنَّعَمِ سُبْحَانَكَ يَا حَكِيمَ الْوَسْطَى
وَالْكَرَمِ سُبْحَانَكَ يَا حَكِيمَ الْوَسْطَى
(نزدیکی میں اپنے پاس سے) دلی ہے پاک ہے وہ ذات جو بزرگی کا پھنا اور اسی کیساتھ کریم
واضح ہو کہ یہ اسم قرآن مجید میں نہیں آتا۔ باقی تفصیل المجید میں دیکھنی چاہیے۔

۱۴-۱۵ لَمَّا جَدُّ

یہ ہر دو نام قرآن مجید میں نہیں ہیں لیکن صحیحین میں یہ ہر دو نام دعا ذیل میں آتے ہیں:
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَسْكَرْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ

مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ أَنْتَ الْمَوْجِّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ -

اللہ تعالیٰ مقدم ہے کہ اس نے علل کو معلومات پر اور مبدی و مقدمات کو مقاصد و مطالب پر مقدم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مقدم و مؤخر ہے، وہی اہل صدق کو آگے بڑھاتا، اور اہل باطل کو پیچھے پٹاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ مقدم ہے اور قَدْ مَنَّا عَلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ (فرقان - ۳) کی شان اسی کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ مقدم و مؤخر ہے اور يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ بِمَا قَدَّمَ وَآخَرَ۔
اللہ تعالیٰ مقدم ہے اور تَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ (دین) سے اس کی شان نمایاں ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤخر ہے۔ اشیاء و افعال کے عواقب اور خواتیم کو اسی نے قدرت کاملہ اور حکمت شامہ سے مؤخر کر دیا ہے۔ اسی نے معلومات کو علل سے مؤخر بن دیا ہے۔
اس کے حضور میں كُوفُوا وَآخِرُ نَبِيِّنَا کی التماس اہل حسرت کریں گے۔

۱۶ الْمُنْتَقِمِ

نقم سے ہے۔ جس کے معنی ناپسندیدگی ہے۔ کسی بڑے فعل کو دیکھ کر اُس پر انکار کرنا، خواہ زبان سے ہو یا عقوبت سے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا ذکر فرمایا۔ جو اہل ایمان کو جنتی آگ میں ڈالتے اور خود کشتارہ پر بھیجے کر جہنم والوں کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد فرمایا:

(۱) وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ -
"مومنوں کو یہ تکلیف و اذیت انہوں نے
صرف اس لئے دی کہ یہ لوگ اللہ پر ایمان
لے آئے ہیں" (سورہ بروج)

(۲) قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْتَفِعُونَ
مِنَ إِلَّا أَنْ أَمَّا بِاللَّهِ وَمَا
"اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ ہم کو کس بات
پر اذیت دیتے ہو۔ کیا یہی کہ ہم اللہ پر

اَنْزَلَ الْكِتَابَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ - ایمان لے لے آئے اور وحی اللہ پر جو ہوا ہے

(مائدہ ۸۴) لئے آتری اور اس وحی پر جو ہم سے پہلے

آتری ہے

(۳) فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا "اللہ تعالیٰ کا انتقام جرم کے بعد مجرم پر

(روم - ۵) ہوتا ہے

یہ واضح رہے کہ مُنْتَقَمٌ بطور اسم احسن قرآن مجید میں نہیں آیا۔ البتہ آل عمران و مائدہ اور ابراہیم و زمر میں ذوا انتقام آیا ہے اور ہر جہاں مقامات پر اسم عزیز کے ساتھ یہ ظاہر ہے کہ مجرم کو سزا دینے کے لئے غلبہ و طاقت کی ضرورت ہے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو ضوابط انصاف و داد گستری کی پابندی ضروری ہے مجرم کو سزا دینا بھی ایک اصول ہے جیسا کہ پاک صاف و شریف انسان کی حفاظت کرنا ایک اصول ہے۔ جرائم پیشہ لوگوں کو کیفر کر دانا تک پہنچانا بنیاد تمدن کو متزلزل کر دیتا ہے

نزدانست اُنکر رحمت کرد بر مار

کہ این ظلم ست بر سر زند آدم

۱۷ الْقِسْطُ

قسط بفتح - جو رو بیداد - حق قنی - اس کا فاعل قاسط آتا ہے - قرآن مجید میں ہے :
وَاَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا - یعنی ظالم لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے (جن ۲۱)
قسط : بکسر اول - عدل و داد - رزق و بہرہ و ترازو - اس کا فاعل باب افعال سے مُقْسِط آتا ہے۔

قسط کا استعمال قرآن مجید میں بچند اسلوب ہوا ہے :

(۱) وَاَنْ تَقُوْا مَوَالِیْکُمْ بِالْقِسْطِ "پورے پورے انصاف کے ساتھ

یتامی کی تربیت پر قیام کرو" (نساء - ۱۳)

(۲) كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ - ”عدل و انصاف کے نگران اور حامی رہو“ (نساء ۱۳)

(۳) شَهِدَا بِالْقِسْطِ ”عدل کیساتھ شہادت ادا کیا کرو“

(۴) وَ آفُوا بِالْكَيْالِ وَالْمِيزَانِ ”ناب اور وزن کو ناب اور وزن کے

آلات کو عدل و راستی سے پورا پورا رکھو“ (القِسْط دُہود: ۹)

(۵) وَإِنْ حَكَمْتَ فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ (مائده- ۵)

”فیصلہ کرو تو متنازعین کے ساتھ پورے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو“

ان آیات سے واضح ہوا کہ قسط کا تعلق تمدن- تہذیب- اخلاق میں بہت زیادہ ہے اور فقدانِ قسط سے دین و دنیا کی خرابیاں وارد و عامر ہو جاتی ہیں۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اسم پاک المقسط نہیں آیا۔ بلکہ سورہ مائدہ و حجر و متحنہ میں اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ آیا ہے۔

(۱) اِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ۔ ”اللہ وہ ہے کہ خلقت کو پیدا کرتا ہے

پھر اُسے اپنی طرف لوٹاتا ہے تاکہ ایمان اور عمل صالح والوں کو عدل سے

الصلحۃ بِالْقِسْطِ۔ (یونس ع ۱) جزا دے“

(۲) وَقَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ (یونس ع ۵)

”اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے“

”گو ای دُخی اللہ نے کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی اور فرشتوں نے اور اہل علم نے اسی حال

میں کہ وہ قائم ہے ساتھ انصاف کے“

الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران ع ۳)

ان آیات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس لئے مُقْسِط ہے کہ وہ ظالموں مشرکوں کا

فیصلہ بھی بِالْقِسْط فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس لئے مقسط ہے کہ اخبار و اعلان اظہار و تبیان میں قیام بالمقسط

فرمایا ہے۔ سب سے بڑے واقعہ توحید کو سب سے زیادہ تائید و توثیق کے ساتھ

دنیا پر روشن کیا اور اسی واقعہ پر تمام روحانی طاقتوں اور تمام علمی طاقتوں کے متفق علیہ نتائج کو طابان حقیقت کے سامنے منکشف کر دیا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ اس لئے مُقْسِط ہے کہ وہ مقسطين سے محبت رکھتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اس لئے مُقْسِط ہے کہ اس نے دنیا میں اپنے رسولوں کو عدل کا دن۔ تمدن و حقوق (ربانی و عباد) کے قائم کرنے کے لئے بھیجا اور ان کے ساتھ ہی اغراض کی تکمیل کیلئے شریعت اور میزان کو نازل کیا تاکہ ان ذرائع سے لوگ باہمی انصاف و قسط کو قائم کر لیں۔ اس نے تلوار کو بھی نازل کیا۔ جس میں سخت ہیبت بھی ہے اور انسانی منافع بھی ہیں :

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ
لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ - (الحديد ع ۳)

الْبَغْيُ

راخنا غنی نمودن۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل ایمان سے وعدہ فرمایا تھا :

إِنَّ يَكُونُوا الْفُقَرَاءَ يُعْزِزِهِمْ "اہل ایمان اگر اب بے زر بے سامان ہیں تو
اللہ مِّنْ فَضْلِهِ (نور - ۴) اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے غنی

بنادے گا۔"

اس وعدہ کو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا۔ عراق کے ذخیرے۔ روم کے خزانے۔ ایران کے گنجینے
شام کے اندوختے۔ مصر کے سرمائے۔ دولت اور حصول دولت کے وسائل۔ زمین اور زمین کی محدثات
سمندر اور سمندر کے لال و جواہر عہد صدیقی و فاروقی میں مسلمانوں کے تصرف میں کر دیئے۔ عثمان
غنی کی جود و نوال نے عرب کے گھر گھر میں خلعت و لباس اور عنبر و مشک کی تقسیم کر دی۔ یہ سب
کچھ معنی برحق کی داد و کائنات تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا تھا : وَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى "اللہ تعالیٰ

نے تجھے عیال والا دیکھا اور غنی کر دیا۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ فراوانی زرو مال سے غنی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ غلط ہے۔ زرو مال کی کثرت تو جوع البقری پیدا کر دیتی ہے اور کبھی غنٹ حاصل نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے : الغنی غنی النفس۔ غنا تو دل کی غنی کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کس قدر غنا تھی وہ اس واقعہ سے ظاہر ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے پیغام بھیجا کہ اگر آپ چاہیں تو مکہ کے سب پہاڑ سیم و زر کے بنا دیئے جائیں۔ حضور نے عرض کی کہ یہ تو میری ہرگز آرزو نہیں۔ مجھے تو ایک روزہ روٹی مل جائے تاکہ وہ دن میرا شکر کے ساتھ بسر ہو۔ ایک دن بھوکا رہوں تاکہ وہ دن دعا و التجار میں بسر ہوا کرے۔

فرمایا رسولِ حق نے ارشاد
اگر روز ہوا یہ حکمِ حسن
تو چاہیے اگر تو زیرِ خالص
کرد دلِ بطحی کا سب کہست
کی عرض۔ نہیں نہیں الہی
ہے چاہتا بندہ شنا خواں
اک روز میں بھوکے گزاروں
در پر ترے سائل اور گریاں
اک روز بعتِ در قوت کھاؤں
لب شکر کناس و حمد گویاں

ہاں اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے انعام دنیوی سے اہل دنیا مالا مال ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی دولتِ لازوال سے اہل ایمان ہمہ حال خوشحال ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ کسی کو مال دیتا ہے اور مال اس کے کچھ کام نہیں آتا۔ مَا آغْنِي عَنْهُ مَالِي

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو خاص بندوں کے لئے فراخی کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔ يَغْنِي اللَّهُ كُلَّ امْرِئٍ سَعَتِهِ (نساء۔ ۱۳)

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو یَوْمَ لَا يَغْنِي مَوْلٰی عَنْ مَوْلٰی شَيْئًا (دخان۔ ۵)، کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی معنی ہے۔ وہ کاملین کو غنائے قلب عطا فرماتا ہے اور سائلین کو بامراد فرماتا ہے۔ امیر و فقیر سب کی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔

مَانَعُ

مَنْعُ - عطا کی ضد ہے اور رَجُلٌ مَانَعٌ کے معنی مرد بخیل آتے ہیں۔ منع کے معنی حمایت بھی آتے ہیں مَكَانٌ مَنِيعٌ - وہ بلند مکان جو رہنے والوں کی حمایت کر سکیں۔
وَضَلُّوا أَمْثَلَهُمْ مَا نَعَتْهُمْ حَصُونَهُمْ (حشر) "کافروں نے سمجھا کہ ہمارے قلعے ہم کو بچالیں گے؟"

وَنَنْعُكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ - منافقین کا قول اہل کفر سے ہے کہ ہم تم کو اہل ایمان سے بچاتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مَانَعُ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی حمایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مَانَعُ ہے کہ وہ اہل باطل کے ہاتھوں سے اہل حق کو بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُعْطٰی و مَانَعُ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے

اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ

ذَا الْحَبْدُ مِنْكَ الْجِدُّ (صحیح بخاری کتاب الدعوات)

اللہ تعالیٰ مانع ہے اور اس لئے ممنوعاتِ شرعیہ سے اس نے اہل اطاعت کو روک

دیا ہے۔

اِسْمُ اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اہل ہوا و ہوس کی محبت سے پرہیز کریں کہ وہ يَشْتَعُونَ الْمَآخِوُنَ میں داخل ہونے سے خود کو بچائیں۔ لازم ہے کہ اعتماد و وثوق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر قائم کریں!

واضح ہو کہ یہ اسم قرآن پاک میں نہیں۔

۲۱-۲۰

الضَّرَّاءُ الْفَلَحُ

ضرر - نقصان - نفع - فائدہ

یہ ظاہر ہے کہ ضرر و نفع خلقت کو ضرور پہنچتی ہیں اور ضرر و نفع کا وجود مختلف اعتبارات سے ہے۔ دو شخصوں نے ایک سودا کیا۔ ان میں سے ایک تو ضرر کی شکایت کرتا ہے اور دوسرا نفع کمانے پر خوش ہے۔ سودا ایک ہے۔

یہ حالات کس کے حکم کی تحت میں ہیں۔ سورۃ جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اہل عالم سے یہ فرما دیں: قُلْ اِنِّیْ لَا اَمْلِیْطُ لَکُمْ مُضَرًّا وَلَا رَشَدًا۔ کہہ دے کہ میں تمہارے لئے ضرر اور فائدہ کا مالک نہیں ہوں۔ جب سرور کائنات نے بھی یہ فرما دیا تو ظاہر ہے کہ اب ضرر و نفع کا مالک رب العالمین کے سوا اور کون ہو سکتا ہے اور اس لئے یہ ہر دو نام اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ان دونوں کو بحالتِ مزدوج استعمال کرنا چاہیئے۔ ہر دو نام قرآن پاک میں بطور اسمائے حسنیٰ مستعمل نہیں ہوئے۔

۲۲

الرَّشِدُ

رَشَدٌ رُشْدًا وَرَشَادًا - وَرَشِدٌ رُشْدًا بمعنی ہدایت مستعمل ہوتا ہے۔

نابلغ بچوں کی سن تیز کے متعلق ہے:

فَاِنَّ اَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا - "اَلرُّاٰنُ مِنْ تِیْسَرَ کَاہُوْا پَالَا جَاہُتے تُوْا نَکَا"

مال اُن کے حوالہ کر دو۔

ابراہیم علیہ السلام کی عرفان طلب نگاہ حق بین کے متعلق ہے:

وَلَقَدْ اٰتٰیْنَا اِبْرٰہِیْمَ رُشْدًا - "ابراہیم کو اس سے پیشتر ہدایت عطا کی تھی۔"

رُشِد بضم اور رُشِد بفتح دونوں ہم معنی آتے ہیں۔ بعض نے بتلایا کہ رُشِد خاص تر ہے رُشِد کا امور و نیویہ و اخرویہ میں ہو سکتا ہے مگر رُشِد صرف امورِ اخرویہ کی نسبت مستعمل ہوتا ہے سُرُشِد اور رُشید دونوں معنی فاعلیت کے لئے آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفت میں فرمایا ہے : **أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشِدُونَ** فرعون کے متعلق ہے : **وَمَا أَمَرَ فِرْعَوْنَ بِرُشِيدٍ**۔

ہود علیہ السلام کی قوم نے ہود کو کہا تھا : **رَأَيْتَكَ لَا تَنْتَ الْحَلِيمَ الرُّشِيدَ** (ہود ۱۰) اُن کی مراد رُشید سے عقل و ہوش والا تھا کہ مصلبِ نبوت پر فائز شدہ کیونکہ نبوت پر تو وہ ایمان ہی نہ لائے تھے۔

واضح ہو کہ یہ اسم بطور اسمائے حسنی قرآن پاک میں موجود نہیں لیکن جب رُشید بمعنی ہادی ہے تو معناً اس اسم کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا، اور روایت حدیث میں آجائے کے بعد وہ صحیح طور پر اسمِ احسن میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ رُشید ہے وہی مترشدین کی رہنمائی فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رُشید ہے اور اسی کے افعال رشد و ہدایت پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ رُشید ہے اس کے اور جملہ احکام و سنن۔ ہدی میں صلاح و صواب، اور

ارشاد و سدا دپائی جاتی ہے۔

اسم سے تخلف کرنے والوں کو لازم ہے کہ دینِ حق کی تعظیم سے غافل نہ ہوں سیکھتے سکھاتے۔ پڑھتے۔ پڑھاتے۔ ہدایت پر چلتے چلاتے رہیں۔

۲۲۳
الصَّبْرُ

صَبْرٌ صَبْرًا فَهُوَ صَابِرٌ وَصَبِيرٌ وَصَبُورٌ

صبر کے معنی لغت میں جس و اساک ہیں۔ شرعاً مصیبت کے وقت عدم شلوٰی عدم

اضطراب کا نام صبر ہے۔

صبر کا ذکر قرآن مجید کے ۹۰ مقامات پر آیا ہے اور اہل صبر کی مدح اللہ تعالیٰ نے اور

طریقوں سے فرمائی ہے۔ ہم نے اس کی مراحات اپنی کتاب الجہال والکمال تفسیر سورۃ یوسف میں بیان کی ہے۔

صبر ہی وہ صفت ممدوح ہے کہ اخلاق کریمہ کو صبر کے ساتھ مناسبت خاص ہے۔ اور اختلافِ مواقع سے اس کے نام بھی مختلف ہو گئے ہیں

مہیبت کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لینے کا نام صبر ہے۔ اس کی ضد جزع ہے۔ جنگ میں قائم رہنے کا نام شجاعت ہے۔ اس کی ضد جبُن ہے۔

برداشت آفت کا نام ارجسب صدر ہے۔ ضد ضجیر

رازداری کے کمال کا نام کتمان ضد مدلل وغیرہ وغیرہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا نام "صبور" نہیں آیا۔ مخلوق کے لئے بھی صابر ہی آیا ہے صبور نہیں۔

اس کی تائید میں وہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے جو جامع الاصول کے کتاب الصبر میں موجود ہے کہ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

لَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَىٰ إِذَى سَمْعِهِ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا شَرُّهُ بِهِ وَيَجْعَلُ لَهُ الْوَلَدَ شَمْرًا يَفِيحُهُ وَيُؤْمِنُ بِهِمْ

"اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اس پرانی اور اذیت پر جو سنی جائے صبر کرنے والا کوئی نہیں

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے فرزند مقرر کیا جاتا ہے۔ تاہم

اللہ تعالیٰ درگزر کرتا ہے اور ان کو رزق دیتے جاتا ہے"

اب اسم صبور ہم معنی حلیہ مٹھہر گیا، اور معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو دیکھتا اُشت کرتا۔ مہلت دیتا ہے۔

اس سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود بھی اعداءِ دین کے کلماتِ اذیت

کو منکر برداشت کی عادت پیدا کریں۔ انبیاء و رسل کی سننِ ہدیٰ میں سے صبر کرنا ہی ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ

۲۲ رَازِقِیۃ

رزق دینے والا - روزی بخش - یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ رزق وسیع معنی میں آتا ہے - کھائی جانے والی چیزوں کو بھی رزق کہتے ہیں اور دیگر اشیاء کو بھی جن سے انسان تمتع حاصل کرتا ہے - مال و جاہ - علم و دولت وغیرہ رَزَقْنِیَ اللہ العَلَم نے مجھے علم بخش دیا وَمَا رَزَقْنَاهُمْ یُنْفِقُوْنَ - جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں - بعض نے وَفِی السَّمَاءِ رِزْقٌ لَّكُمْ کی تفسیر میں رزق کے معنی بارش بھی کئے ہیں اور بَلْ اَحْیَاؤُہُمْ عِنْدَ رَبِّہُمْ یُرْزَقُوْنَ کے معنی یہ ہیں کہ شہداء اور یتیم اخروہ کا فیضان ہوتا ہے -

رازقہ کے معنی رزق کا پیدا کرنے والا بھی ہیں - رزق کا عطا کرنے والا بھی اور رزق کا مسبب بھی -

۲۵ صَادِقِیۃ

صدقہ - اظہارِ اصلیت - دل و زبان کا ایک ہونا - وعدہ اور قول میں یکساں پورا کرنا - قرآن پاک میں ہے : وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قَبِيْلًا -

دوسری آیت میں ہے : وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا -

انہی آیات سے یہ اسم بنایا گیا ہے -

جب یہ اسم بندہ کے لئے ہوتا ہے تب صدق سے تین اسم بنتے ہیں - صادق - صدوق - صدیق - ان سب کی بحث ہماری کتاب "الجمال والکمال" میں ہے -

۲۴ الْجَبِيلُ

جمال۔ حسن کثیر کو کہتے ہیں۔ جن کا اطلاق جسم و بدن پر بھی ہوتا ہے اور اقوال و افعال پر بھی۔ جمیل وہ ہے جو محاسن کثیر والا ہے۔ جمیل وہ ہے جس سے خیر کثیر و سرون کو حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا نام جَمِیل انہی معنی سے ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ کے معنی یہی ہیں کہ وہ ذات پاک خود بھی اپنے بندوں کو خیر کثیر عطا کرنے والا ہے اور اسے پسند بھی یہی ہے کہ اسی فعل کی پابندی بندے بھی کریں۔

۴۔ الْبَادِیُّ

بَدَأ۔ کسی شے کو دوسری پر مقدم کرنا۔ قدامت
بَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (انسان کی پہل مٹی سے ہونے)
کَمَا بَدَأَ اَكْثَرَ تَعْوُدُوْنَ (جیسے تم کو شروع میں بنایا تھا۔ ایسا ہی اعادہ ہوگا)
اللہ تعالیٰ ہی بادی ہے اور اسی کی تقدیم سے ہر شے کو تقدیم ملتی ہے۔ اسی کی ظہور بخشی سے ہر شے ظہور میں آتی ہے۔

۵۔ الْوَفِیُّ

وَفِیٌّ لِّغَیِّ وَفَاءٌ سے ہے۔ وفا کے معنی پورا کرنا۔ تمام کرنا۔ وعدہ کو پورا کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ وہی نعمت کو پورا دینے والا ہے۔ وہی دنیا و آخرت کے وعدوں کو مکمل و تمام کرنے والا ہے۔

۲۵ بُرْهَانٌ

بُرْهَانٌ یَبْرُکُ سے سفید ہونا۔ دَحْلٌ اَبْرَکٌ سفید رنگ کا مرو۔ اِمْرَاَةٌ بُرْهَاءٌ

سفید پوست کی عورت۔

بُرْهَان - بوزن فعلان ہے۔ رجحان کی مثال
بُرْهَان - روشن اور واضح دلیل۔ جو ابداً مقتضیِ صدق ہو۔ مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ
بُرْهَان بطور اسم الہی کسی آیت سے ماخوذ ہے۔ مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ ہیں جن میں لفظ بُرْهَان
آیا ہے۔

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ - (بقرہ - نمل - انبیاء - قصص)

قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ - (نساء)

لَوْلَا اَنْطَلٰى بُرْهَانُ رَبِّيْ - (یوسف)

لَا بُرْهَانَ لَهُ بِه - (مومنین)

فَذٰلِكَ بُرْهَانُ اِنِ مِنْ رَبِّكُمْ - (قصص)

۱۔ اَلْبَارُ - نیکی کنندہ۔ اَلْبَرُّ کی شرح دیکھنی چاہیے۔

۲۸ الشَّدِيدُ

شَدَّ - لغت میں گرہ دینے کو کہتے ہیں۔ بعد ازاں اس کا استعمال جسم اور قوی اور عذاب
کے استحکام میں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت شَدِيدُ الْعِقَابِ (بقرہ - آل عمران - انفال و غفرہ میں) اور
شَدِيدُ الْحَالِ سورہ رعد میں بیان ہوئی ہے۔ اسی مقام سے الشَّدِيد "کو بطور اسم
بیان کر دیا گیا ہے۔

۲۰۔ الرَّافِعُ

دیکھو الرَّافِعُ - جو باب اول میں ہے۔

رفت کا تعلق مکانات سے ہے۔ وَ اِذْ يَرْفَعُ رَابِّاْ هِيْمُ الْقَوَاعِدَ "جب ابراہیم

علیہ السلام کعبہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے " اور بندی مکان سے بندی درجات کے معنی بھی لے لئے گئے ہیں۔ "وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ"۔ "ہم نے بعض کے درجے بعض پر بلند کر دیئے"۔ "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ"۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ کے ذکر کو بندی اور رفعت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ رافع ہے۔ رفعت کی جہاں قسم اسی کی آستان سے ملتی ہیں۔

۲۹ الْقَائِمُ

قَامَ يَقُومُ قِيَامًا سے فاعل قائم آتا ہے۔ قیام کے معنی حفاظت بھی ہیں: أَفَنَنْتَ هُوَ قَائِمٌ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ۔ اسی آیت سے یہ اسم لیا گیا ہے۔
قرآن مجید میں اسم قیوم ہے اور حدیث پاک میں قِيَمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ہے۔ ہر دو اسرار کا مادہ بھی قیام ہے
اللہ تعالیٰ القائم ہے۔ ہر شے کی حفاظت اس کے احوال کے ساتھ فرمانا ہر شے کو برقرار رکھنا اسی کا کام ہے۔

۱۸۔ الدَّائِمُ

دَوَمَ کے معنی اصلی سکون ہیں۔ محاورہ ہے دَامَ الْمَاءُ۔ پانی ٹھہر گیا۔
نَهْمَى أَنْ يَبُولَ إِلَّا نَسَانُ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ۔ منع کیا گیا ہے کہ انسان پیشاب کرے ٹھہرے ہوئے پانی میں
عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام کا قول ہے: كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ۔ میں ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ جب تک ان میں قیام کیا۔
اسرائیلیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا تھا: لَنْ تَذْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا
"جب تک وہاں کے لوگ اس علاقہ میں آباد ہیں۔ ہم اس علاقہ میں داخل نہ ہوں گے"
قرآن مجید میں کسی آیت سے ایسا قرینہ نہیں ملتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا اسم القائمہ قرار دیا جائے

البتہ اس کے لغوی معنی "رہنے والا"۔ "ٹھہرنے لگا" کے مفہوم کا اطلاق وسیع لے لیا گیا ہے۔

۳۰۔ الْوَاقِعُ

یہ دو قایم مصدر سے ہے۔ معنی وقایت میں ہے۔ کسی شے کو اسکی ضرر رساں و ایزادہ چیز سے بچانا۔

فَوَقَّاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ (دہر) اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس دن کے شر سے بچایا۔

مَالَهُمْ مِنَ اللَّهِ وَاَقٍ "اُن کا بچانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں" اللہ واقی ہے اور وہی ہم کو شر و عذاب سے بچانے والا ہے۔

۳۲۔ الْقَدِيمُ

۳۱۔ السَّنِيرُ

سَمِعَ - شِنَوَانِ
السَّيِّع - جواب اول میں ہے

۳۳۔ السَّمْعُ

۳۴۔ السَّعْيُ

عطا کنندہ۔

عطا و عطیہ عموماً انعام کے لئے آتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے انعامات دنیا و آخرت میں لا انتہا ہیں۔ عَطَاءٌ غَيْرُ مَجْدُوذٍ ایسے انعام۔ جو کبھی منقطع نہ ہوں۔ جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو) کا وسیع والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۳۵

التَّامُّ

تَمَامُ الشَّيْءِ کسی شے کے جملہ اجزاء کا جمعیت پذیر ہونا۔ اس طرح پر کہ اب کسی شے کی اُسے ضرورت نہ رہے۔ بدرتَمَام۔ چودھویں رات کا چاند۔ لیل التَمَام۔ موسم سرما کی سب سے لمبی رات۔

تَام۔ وہ جو اپنی ذات میں مکمل ہو جس میں کوئی نقص نہ ہو۔ وَاللَّهُ مُتَمِّمُ نُورِهِ
اللہ پاک اپنے نور (دین) کو کامل کر دینے والا ہے۔

۳۶

الْعَالِمُ

مَالِكٌ عِلْمٌ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ اسم اس آیت سے لیا گیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ الْغَيْبِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ (مائدہ) سورہ انفصاح۔ سجدہ۔ سبأ و
جن میں بھی عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وارد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مطلقاً ”عالم“ کہلانما رب العالمین۔ ہی کے شایان ہے۔ انسانوں
کو عالم کہنا محض اضافی ہے۔ علم الہی کے مقابلہ میں انسان کا علم وہی نسبت رکھ سکتا ہے جو سمندر
کے مقابلہ میں اس قطرہ کی ہے جو سرسوزن پر ٹٹک رہا ہو۔

۳۷

الْأَبَدُ

زمانہ کی صفت میں آتا ہے۔ وہ زمانہ جو منقطع نہ ہو۔ جس کی انتہاء نہ ہو۔ کسی شخص کی تمام تر

زندگی کا زمانہ۔

میں معلوم نہیں کر سکا کہ کس دلیل سے اس کو بطور اسم پاک شمار کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں جتنی آیات میں لفظ ابد آیا ہے ان میں سے کسی ایک آیت میں بھی اس طرف اشارہ نہیں۔ صرف اتنی مناسبت کہ ابد زماں نہیں منقطع کو کہتے ہیں۔ اسے داخل اسمائے کرنے میں کافی نہیں۔ واللہ اعلم!

۳۸ الْوَرَّ

وتر۔ ایک۔ یگانہ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو من کل الوجوه وحدت حقیقی حاصل ہے اس لئے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لئے ہو سکتا ہے۔ ایسے قرنیہ والہ سے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت صحیحہ رکھتا ہو جیسے **هُوَ وَرَثَةُ مَرْجِبٍ الْوَرَّ** میں موجود ہے۔

۳۹۔ النَّاظر

۴۰ الْحَنَّا

حق : شفقت و دلسوزی و **حَنَّا** تَا مِنْ لَدُنَّا۔ حضرت عیسیٰ کی صفت ہے۔ شفقت چونکہ نوعی از رحمت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا نام **حَنَّا** ٹھہرا۔ یہ نام بطور اسم پاک حدیث شریف میں منان کے ساتھ مل کر آیا ہے۔

۴۱ الْفَاتِح

فتح کے معنی : فیصلہ۔ مدد۔ سوم و معارف وغیرہ ہیں۔
لَصَّرُّمِنَ اللّٰهِ وَخَتْمٌ قَرِيبٌ " اللہ کی مدد اور قریب کی فتح "

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ

”اللہ کی مدد اور قریب کی فتح“

وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

”تو تمام مجید گیوں کا بہتر کھولنے والا ہے“

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

”ہم نے تجھ کو فتح میں عطا کی؟“

اللہ تعالیٰ کا اسم الفاتحہ ان جملہ منبارات سے صحیح ہے۔ فتح بمعنی فروری اس لئے آتا ہے کہ ملک مفتوحہ کی سرحدات و قلعہ جات اور موانع فتح کنندہ پر کھل جاتے ہیں۔ سلاطین عثمانیہ میں سے اسی نے سلطان محمد کو محمد الفاتح کہا جاتا ہے کہ اس نے ۱۴۵۲ء میں قسطنطنیہ فتح کیا تھا۔

۴۲ الْمُتَّبِعُ

ثواب دہندہ۔ ثواب کسی شے کا عمل کے بعد اس حالت پر پہنچ جانا۔ جو ابتداء میں مفقود عمل بحق ثواب بمعنی جامہ اس لئے ہے کہ کاشت پنبہ اور غزل و قتل اور نسج کا انہی مفقود یہ صورت جامہ ہے۔

ثواب اجر عمل جو عمل کا مقصود تھا۔ ثواب کا اطلاق جزائے خیر و شہرہ دونوں کے لئے آتا ہے۔ مگر استعمال میں جزائے خیر کے لئے زیادہ تر مستعمل ہے ثَوَابًا عَنِ عِنْدَ اللَّهِ وَادَّلُهُ عِنْدَهُ حَسَنُ الثَّوَابِ۔ اللہ تعالیٰ کا نام متبوع اس لئے بھی ہے کہ اعمال حسنہ کا ثواب احسن عطا فرمائیگا، اور اس لئے بھی کہ اعمال سیئہ کا ثواب ان اعمال کے مطابق ہے گا۔

۴۳ الْمُكَبَّرُ

دُبُر۔ پشت و انجام۔ تدبیر معاملات کے انجام کی فکر اور انتظام قرآن مجید میں دُبُرُ الْأَمْرِ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ (سورہ رعد) اور يَوْمَ الْأَحْزَمِ السَّمَاءُ سَجْدَةٌ فِي الْأَافَاقِ (سورہ نباہ) سے اسم المذکور کا استخراج کیا گیا ہے۔

۲۴
فرد

فرد۔ وہ شے جس میں کوئی دوسری شے شامل نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی شانِ احدیت و وحدیت کی وجہ سے فرد کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہی پاک ذات اپنی احدیت میں منفرد ہے فقط

۲۵
الْعَادِلُ

عَدْلُ: برابری مساوات۔ عدل بالفتح۔ وہ مساوات جو اشیاء و حقوق غیر محسوسہ میں ہو۔ عدل بالكسر۔ وہ مساوات جو اشیاء محسوسہ میں ہو۔ اللہ تعالیٰ عادل ہے کیونکہ اسی نے عدل و احسان کا امر فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

۲۶۔ الْقَابِلُ

قابِلُ التَّوْبِ۔ اللہ تعالیٰ کی صفت قرآن مجید میں ہے۔ کہ وہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے اسی کو محقق کر کے "القابل" اسم

بنایا گیا ہے۔

۲۷۔ السَّرِيعُ

قرآن مجید میں سَرِيعُ الْحِسَابِ اور سَرِيعُ الْعِقَابِ وارد ہے اسی کو محقق کر کے السَّرِيعُ اسم بنایا گیا ہے۔ کسی جگہ منفرد حالت میں بطور اسم مستعمل نہیں ہوا۔

۲۸
الْمُتَفَضِّلُ

فضل بزرگی۔ دوسرے کے مقابلہ میں بزرگی فضل کی تین اقسام ہیں۔

فضل جنسی : حیوان جماد سے افضل ہے ۔

فضل نبوی : گھوڑا گدھے سے افضل ہے ۔

فضل شخصی : زید خالد سے افضل ہے ۔

اللہ تعالیٰ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمُ ہے ۔ اسی سے منتفضل اسم بنالیا گیا ہے ۔ جو

معنا صحیح ہے ۔

۴۹۔ مَعِينٌ

عَوْن سے مَعِين - مدد رساں - اعانت کنندہ ہیں ۔ دراصل وہی مدد فرماتے والا ہے ۔
اور اسی سے استعانت و مدد کی درخواست ہوتی ہے تفصیل "المستعان" کے تحت میں دیکھو ۔
قرآن مجید میں یہ لفظ بائیں معنی نہیں آیا ۔ البتہ بطور اسم یا ظرف بمعنی چشمہ آب آیا ہے ۔

۵۰۔ الْمُنْعِمُ

نعمت سے ہے ۔ نعمت اصل لغت میں استنذاذ کو کہتے ہیں ۔ جو کسی شے سے حاصل
ہو ۔ پھر ہر ایک شے کو جو انسان کی صحت و قوت و فرحت کی افزونی کا باعث ہو ۔ نعمت
کہنے لگے ۔

نعمت بالکسر حالت کو ظاہر کرتی ہے جیسا کہ جلسہ و درگاہ نشست و سواری کی حالت ظاہر
کرتے ہیں ۔

نَعَمْتُ بفتح ۔ فعل کے وقوع کو جو ایک ہی دفعہ واقع ہوا ہو ۔ ظاہر کرتا ہے ۔ جیسے
ضَرَبَہُ ۔ وَشَقَمَ

قرآن مجید میں لفظ نعمت قبیل و کثیر ۔ مادی و روحانی جملہ اقسام پر وارد ہوا ہے ۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓءِیْلُ اِذْ کُرُوْا

لِاٰیٰتِیْ اِسْرٰٓءِیْلَ مِیْرٰی اِسْ نَعْمٰتِ کُوْیَادِ

نِعْمَتِیْ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ

کرو جو میں نے تم کو دی ۹

وَرَأَى تَعَاذُ وَنِعْمَةَ اللَّهِ لَا
تُحْصَوُهَا۔
”اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو
سب کا شمار نہیں کر سکو گے“

وَأَشْمَعْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ
رَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا
”میں نے تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا، اور میں
خوش ہوں کہ اسلام تمہارا دین ہو“

انعام کے معنی دوسرے پر احسان کرنا ہے بشرط یہ ہے کہ متعین علیہ بھی ذوالعقول
میں سے ہونا چاہیے مثلاً یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں شخص نے فلاں مکان کو انعام دیا یا فلاں جانور پر
انعام فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے :
”إِنْ هُوَ عَبْدٌ أَنْعَمْتُ عَلَيْهِ“
”عیسیٰ تو وہ بند ہے جس پر ہم نے انعام
(زرخورت) فرمایا ہے“

اللہ تعالیٰ نے زید رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا :
”أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَلْحَمْتُ عَلَيْهِ“
”اللہ نے بھی اس پر انعام کیا اور تو نے
بھی اس پر انعام کیا“

اللہ تعالیٰ مُنْعِمٌ ہے اور اس کی نعمیں حد و شمار سے افزون ہیں۔
اللہ تعالیٰ مُنْعِمٌ ہے اور اس نے سب سے بڑی نعمت دین اسلام ہم کو عطا
فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ مُنْعِمٌ ہے اور ظاہری و باطنی نعمتوں کو اس نے بکثرت عطا فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ مُنْعِمٌ ہے اور نعمت وہی ہے جو منجانب اللہ ہو۔
اللہ تعالیٰ مُنْعِمٌ ہے اسی کے آستان پر ہمارا سوالِ نعمت ہے۔
بندہ کو لازم ہے کہ اس منعم حقیقی سے اسی نعمت کا سوال کہوے جو بندگانِ خاص کو عطا ہوتی
رہی ہے۔ فانی نعمتوں کا سوال بے خبری ہے اور شہنشاہ سے کوڑیوں کا سوال ہر اس رجاقت۔

رَبِّ اَوْزَعْنِي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ
الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلَى
وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ
وَ اَصْلِحْ لِي فِي دِينِي وَ رِزْقِي وَ نَفْسِي
”الہی جو نعمت تو نے مجھے اور میرے والدین
کو دی ہے اس کے شکر یہ کی توفیق بھی مجھے
دے کہ تیرے پسندیدہ عمل کیا کروں۔ الہی
میری اولاد کو بھی نیک بنا دے میرا رجوع

اَلَيْكَ وَارِثِي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ط تیری طرف ہے اور میں تیرا فرماں بردار ہوں“
اسمِ نعم کا استخراج آیاتِ قرآنیہ سے راقم نے کیا تھا۔ من بعد فتح الباری کے دیکھنے سے مجھے
الطینانِ قلب حاصل ہو گیا کہ امامِ حنفی صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اسے اسمِ حسنہ میں شمار کیا ہے۔

۵۲

الشَّافِي

شفاء شفاء (ض) سے ہے۔ شفا۔ تندرستی۔ افزونی
اللہ تعالیٰ نے شہد کی تعریف میں فرمایا ہے:

فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ - ”اس میں لوگوں کے لئے صحت ہے۔“
قرآن مجید کی صفت میں فرمایا:
وَمَنْزِلَ مِنَ الشُّرَّانِ مَا هُوَ
شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ - ”قرآن کا ہر حصہ اہل ایمان کے لئے شفا و
رحمت ہے۔“
(اسرائیل ع ۶)

دوسرے مقام پر قرآن پاک کی صفت میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكْوِيْنُ
مَوْعِظَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ
لِّمَا فِي السُّبُلِ وَرُحْمَةٌ
لِّلْمُؤْمِنِينَ (يونس ع ۶)
”اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے
نصیحت اور دلوں کے روگ کی صحت پہنچی
ہے۔ یہ مومنین کے لئے ہدایت و رحمت
”کہے کہ یہ قرآن اہل ایمان کے لئے
شفاء“ (فصلت ع ۶) ہدایت اور شفا ہے۔“

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت میں فرمایا:

وَإِذَا مَرَضْتُ فَمَوْكِشَيْنِ
(شعر ابر) ”جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تب وہی ہے جو
مجھے صحت عطا کرتا ہے۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ادعیٰ میں سے ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْزِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ " اللہ کا نام پکاؤ جبے پر شے سے جو تجھے
يُوْذِيْكَ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ - ایزادیتی ہے۔ اللہ تجھے شفا دے گا۔ "

دوسری دعا ہے :

اَذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ " اے انسانوں کے اپنے والے خوف و خطر
وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ دُور کر دے اور صحت و شفا بخش دے۔
اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءَ الْاَبْدَانِ شافی تو ہی ہے۔ تیری ہی شفا کا نام شفا ہے
سَقْمًا - ایسی شفا عطا کر جو کوئی بیماری باقی نہ رہنے
دے۔ "

اللہ تعالیٰ شافی ہے۔ اس نے امراض جسمانی کے لئے گونا گوں ادویہ بنائی ہیں۔ ان میں بولقموں
تا اثرات رکھی ہیں۔ شہد و غیرہ ازاں جلد ہیں۔

اللہ تعالیٰ شافی ہے اس نے امراض روحانی کیلئے آیات قرآنیہ کو نازل فرمایا ہے جسمانی
بیماریوں کی طرح روحانی بیماریاں بھی بہت ہوتی ہیں۔ مختلف حضار کی بیماریاں مختلف ہیں۔ اس طرح
آیات قرآنیہ میں بھی الگ الگ بیماریوں کی دوا ہے

لوگوں نے اتنی بات تو سمجھی کہ آیات قرآنیہ میں شفا ہے۔ مگر پھر قصور فہم سے اسے صرف امراض
جسمانی تک محدود سمجھا اور اُس کے نہ بڑھے۔ اس میں شک نہیں کہ آیات کا استعمال امراض جسمانی — اور
امراض مادی میں بھی کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے فوائد حقیقی تو امراض قلب اور عوارض روحی میں بہت زیادہ
ہیں۔ عوام میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو روحانی امراض کے علم سے ہی بے بہرہ ہیں اور
پھر بڑی تعداد ان کی ہے جو ان امراض کا آیات سے علاج کرتا نہیں جانتے۔
محض قلب کے متعلق امراض ذیل کا پتہ کتاب حمید سے لگتا ہے :

رَبِّ قَلْب - نَفَاقِ قَلْب - غَمَزَةُ قَلْب - رَانَ قَلْب - لَهْلَئَةُ قَلْب - انصرافِ قَلْب - اغفالِ
قَلْب - اکنانِ قَلْب - الطباعِ قَلْب - ختامِ قَلْب - اقفالِ قَلْب - زینِ قَلْب - قساوتِ قَلْب -
عمیانِ قَلْب -

ان امراض کے ساتھ ان کی علامات و طریقہ تشخیص و علاج بھی اسی کتاب پاک میں موجود ہیں۔
کسی نسخہ کے استعمال کا طریق یہ نہیں کہ کتاب طب کا ورق گھول کر پی لیا جاوے بلکہ ان ادویہ کا
استعمال ضروری ہے۔ جن کو کتاب نے تجویز کیا ہے۔ شافی مطلق کے ہاتھ میں شفا ہے وہی امراض

جسمانی میں ادویہ مادی سے صحت جسم عطا فرماتا ہے۔ اور وہی عوارض میں تلامبیس روحی سے شفاء حقیقی بخشتا ہے۔

اس سے اسم پاک کا تعلق انسان کو حکیم مطلق کے دروازہ تک لے جاتا ہے اور برأت مرض کی برأت اسے دلاتا ہے۔

مبارک ہیں جو صحت ماحد و آحمد اور شفاء اصلہ و کاملہ کی تلاش میں دوا و دران کی طلب کرتے ہیں۔
الہی ہم پر کشفِ صمد و رِقْم مومنین کی تجلی نازل فرما۔

باب سوم

ناظرین کے اتمام مطالعہ اور ثیقین کی تکمیل فائدہ کی غرض سے اب مناسب معلوم ہوتا ہے۔
کہ اللہ کی ذات پاک کے لئے جن مرکب اسماء کا استعمال ہوا ہے ان کا اندراج بھی مع ترجمہ کر دیا جائے۔
یہ اہنام ہیں :

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۱	رَبُّ الْعَالَمِينَ	تمام جہانوں کا پالنے والا	سورہ فاتحہ
۲	رَبُّ الْعَرْشَةِ	عزت کا مالک	صفات
۳	رَبُّ الْعَرْشِ	عرش کا پروردگار	المؤمنون
۴	وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ	معفرت کو زیادہ وسعت دینے والا	نجم
۵	أَهْلُ السَّقْوَى	تقوے کا مالک	مذہر
۶	أَهْلُ الْمَغْفِرَةِ	معفرت کا مالک	مذہر
۷	خَيْرُ الْغَافِرِينَ	سب سے زیادہ گناہوں کو ڈھانپ دینے والا	اعراف
۸	أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ	سب حاکموں سے بڑھ کر حکم دینے والا	ہود
۹	خَيْرُ الْحَاكِمِينَ	سب سے بہتر حکم دینے والا	اعراف
۱۰	مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ	ملک کا مالک	آل عمران

لے مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ — حدیث ترمذی میں بطور اسم واحد کے آیا ہے۔ اب تک جب قدر اسماء آئے وہ سب منفرد تھے مگر یہ اسم تو مرکب ہے اور حالت ترکیبی میں بھی اسے دو نام (الف، مالک الملک (ب، ذوالجلال والاکرام) شمار کر سکتے ہیں۔ مگر روایت کا اتباع ضروری ہے۔ (مشکوٰۃ پر دیکھئے)

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۱۱	خَيْرُ الْمَرَاذِقِينَ	سب سے بہتر رزق دینے والا	مائدہ
۱۲	خَيْرُ النَّاصِرِينَ	سب سے بہتر مدد کرنے والا	آل عمران
۱۳	أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ	سب سے بہتر صورت بنانے والا	صفات
۱۴	خَيْرُ الْحَافِظِينَ	سب سے بہتر حفاظت کرنے والا	
۱۵	قَابِلُ التَّوْبِ	توبہ قبول کرنے والا	
۱۶	غَافِرُ الذَّنْبِ	گناہوں کو معاف کرنے والا	
۱۷	ذُو الطَّوْلِ	جود و سخا والا	
۱۸	ذُو الْمَعَارِجِ	بندگیوں کا مالک	
۱۹	ذُو الْقُوَّةِ	قوت والا	
۲۰	ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ	جلال و اکرام والا	
۲۱	نَحْمُ الْمَوْلَى	بہترین آقا	
۲۲	نِعْمُ السَّيِّدِ	بہترین مددگار	
۲۳	خَيْرُ الْوَارِثِينَ	بہترین وارث	
۲۴	خَالِقُ الْإِصْبَاحِ	صبحوں کا پیدا کرنے والا	

مَالِكُ الْمَلِكِ :

مَلِكٌ : اور مَلِكٌ بلحاظ تہجہ ایک ہی ہیں تاہم ملک اپنے معنی میں خاص ہے ہر ایک ملک و خلیفہ ملک ہوتی ہے مگر ہر ایک ملک میں معنی ملک حاصل نہیں۔

مَلِكٌ - اُس منضبط و محدود شے یا اشیاء کا نام ہے جس پر تصرفت باحکم حاصل ہو۔

مَلِكٌ : جب اللہ کی طرف اضافت رکھتا ہو۔ تب اس کا معنی دوحی و ائمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو جملہ حقوق پر حاصل ہے انہی معنی میں ہے۔ لَكَ الْمَلِكُ وَلَهُ الْحَمْدُ (تغابہ - ۱)

مَالِكُ الْمَلِكِ - قرآن مجید میں صرف آل عمران میں آیا ہے : قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ۔

لیکن اسی معنی میں دیگر آیات پائی جاتی ہیں ذَلِكِ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (طہ و زمر)

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۲۵	خَالِقُ الْحَيِّ وَالْمَوْتِ	دائر اور گھٹی کو اگانے والا	
۲۶	رَبُّ الْفَلَقِ	نور صبح کا پروردگار	
۲۷	رَبُّ النَّاسِ	نوع بشر کا پروردگار	
۲۸	مَلِكِ النَّاسِ	نوع بشر کا بادشاہ	
۲۹	إِلَهِ النَّاسِ	نوع بشر کا معبود	
۳۰	نِعْمَ الْوَكِيلُ	بہترین وکیل	
۳۱	رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ	بلند ترین درجات والا	
۳۲	كَاشِفُ الضُّرِّ	نقصان کو دور کرنے والا	
۳۳	خَيْرُ الْفَاصِلِينَ	بہترین فیصلہ دینے والا	العام
۳۴	أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ	سب سے جلد تر حساب کرنے والا	العام
۳۵	خَيْرُ الْمَنْزِلِينَ	سب سے بہتر جگہ دینے والا	مومنون
۳۶	ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ	فضل عظیم کا مالک	
۳۷	ذُو الْاِنْتِقَامِ	سزا دینے والا	
۳۸	مَتَمُّ النِّعْمَةِ	نعمت کو مکمل کرنے والا	
۳۹	كَاتِبُ الرَّحْمَةِ عَلَى نَفْسِهِ	اپنی ذات پر رحمت کو لکھ دینے والا	
۴۰	الْمُحِيرِ	پناہ دہندہ	
۴۱	الْمَرْهُوبِ	بے پناہ والا	
۴۲	الْمُسْتَجَارِ	جس سے پناہ مانگی جائے	
۴۳	الْمُسْتَعَارِ	جس سے استعارہ کیا جائے	
۴۴	الْمَعَاذِ	پناہ	
۴۵	الْمَلْجَاؤِ	ٹھکانا	
۴۶	الْمُنْجِي	نجات دہندہ	
۴۷	الْمُسْتَغَاثِ	فریاد سننے والا	
۴۸	قَدِيمُ الْإِحْسَانِ	ہمیشہ سے احسان کرنے والا	

۴۹ دائرہ المعروف	ہمیشہ سے تجسس و جستجو والی
۵۰ قاضی الامور	معاملات کا فیصلہ کرنے والا
۵۱ مقلب القلوب	دلوں کو بدل دینے والا

فصل

مباح سلبیہ کے بیان میں

قرآن مجید پر تدبر کرنے سے آشکارا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا بیان اسالیب سلبیہ میں ہوا ہے۔ یعنی الفاظ کا استعمال صنفی شکل میں ہے مگر اس سے ایک خاص درجہ خاص صفت خاص شان نمایاں ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی منزہیہ و تقدس کا علم بھی ضروری ہے اور وجوب دین میں سے ہے اور فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جملہ عبود و نقائص اور جاس و ادناس سے مبرا و اعلیٰ یقین کیا جائے لہذا جو کلمات بطور مباح سلبیہ وارد ہوئے ہیں ان کا ذکر بھی ضروری ہے تاکہ تسبیح و تحمید کی جامعیت پیدا ہو جائے۔ ہم اسے نقشہ کی صورت میں درج کریں گے۔ یہ ۴۶ نام ہیں :

نمبر شمار	نام سلبیہ	ترجمہ	حوالہ
۱	لَا تَدْرِيكَ الْاَبْصَارُ	حواس انسانی اس کا ادراک نہیں کر سکتے	انعام
۲	لَا تَاْخُذُهَا سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ	اُونچھ یا نیند کا اس پر اثر نہیں	بقہ
۳	لَا يَكُوْدُهَا حِفْظُهُمَا	زمین و آسمان کی حفاظت اسے نہیں تھکا دیتی	آل عمران
۴	لَيْسَ بِظِلَالٍ لِلْعَبِيدِ	وہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا	بقہ
۵	لَا يَكْفِيكَ اللَّهُ نَفْسًا اِلَّا وَسْعَهَا	کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا	ج
۶	مَا جَعَلَ فِي الدِّينِ مِنْ حُرْجٍ	دین میں کوئی حرج نہیں رکھا	زمر

نمبر شمار	نام سبب	ترجمہ	حوالہ
۷	لَا يَرْضَىٰ بَعَادَةِ الْكُفَرِ	اپنے بندوں کے لئے کفر پر خوش نہیں	زمر
۸	لَا يُحِبُّ الْقَسَادَ	وہ فساد کو پسند نہیں کرتا	بقرہ
۹	لَا يُبَدِّلُ الْقَوْلَ عِنْدَهُ	اس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی	ق
۱۰	لَا يُجَادِرُ عَلَيْهِ	اُسکے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا	
۱۱	لَا يُطْعِمُهُ	وہ کسی کے رزق کا محتاج نہیں	انعام
۱۲	لَا شَرِيكَ لَهُ فِي الْمُلْكِ	ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں	انعام
۱۳	لَا دُولَىٰ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا	کوئی بچا رگی کا یاری دہندہ وہاں نہیں	اسراہیل
۱۴	لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ	اس کی مثال جیسی بھی کوئی شے نہیں	سورۃ
۱۵	لَمْ يَلِدْ	وہ کسی کا فرزند نہیں	اخلاص
۱۶	وَلَمْ يُولَدْ	اس کا کوئی فرزند نہیں	اخلاص
۱۷	لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ	کوئی بھی اسکی کفو نہیں	اخلاص
۱۸	لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ	وہ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا	اکل عمران
۱۹	لَا يُغْذِبُ عَنْهُ مُتَقَالِ ذَرَّةٍ	اس سے ذرہ برابر چیز دور نہیں	سبا
۲۰	مَا اتَّخَذَ صَاحِبُهُ وَلَا وَلَدًا	اس نے جو زوجہ بھی نہیں بنایا	جن
۲۱	مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ	اس نے کسی کو بیٹا نہیں ٹھہرایا	مؤمنون
۲۲	لَا يُضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَىٰ	میرا رب نہ بھٹکتا ہے نہ بھولتا ہے	طہ
۲۳	لَهُ يُصِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ	وہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا	ہود
۲۴	لَا يُحِبُّ الْجَعْمَ بِالسَّوَدِ	بدی اور برائی کی اشاعت کو پسند نہیں کرتا	نساء
۲۵	لَا يُحِبُّ الْمَعْتَدِينَ	حد توڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا	بقرہ
۲۶	لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مِثْلًا لَّا فُحُورًا	وہ فخر کرنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا	نساء
۲۷	لَا يُحِبُّ الْخَائِبِينَ	خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا	انفال
۲۸	لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ	خائن - ناشکرے کو پسند نہیں کرتا	
۲۹	لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ	اتزلنے والوں کو پسند نہیں کرتا	
۳۰	لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ	فسادیوں کو پسند نہیں کرتا	

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۳۱	لَا يَجِبُ الْكُفْرُ	کافروں کو پسند نہیں کرتا	
۳۲	لَا يَجِبُ الْمُسْرِفُ	فضول خرچ والوں کو پسند نہیں کرتا	
۳۳	لَا يَجِبُ الْمُسْتَكْبِرُ	تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا	
۳۴	لَا يَجِبُ الظَّالِمُ	ظالموں کو پسند نہیں کرتا	
۳۵	لَا يَجِبُ كُلُّ كَفَّارٍ اِثْمًا	ہا شکر گزاروں گنہگاروں کو پسند نہیں کرتا	
۳۶	لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ	کوئی شے بھی اللہ سے پوشیدہ نہیں	الاعمران
۳۷	لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ	فاسق قوم سے رضامند نہیں	توبہ
۳۸	لَا يَسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ	اُسکے فعل کی بابت کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا	انبیاء
۳۹	لَا يَسْتَحْيٰ مِنْ الْحَقِّ	سچ کہنے میں کسی کا دباؤ نہیں مانتا	احزاب
۴۰	لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهِ	معاف نہ کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے	نساء
۴۱	مَا يُنْسِكُمْ اِلَّا الرَّحْمٰنُ	اللہ کے سوا کوئی اس کو نہیں بخشتا۔	ملک
۴۲	لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ	خیانت والوں کی چالوں کو نہیں چلنے دیتا	یوسف

باب چہارم

اسمار حسنہ کے متعلق جس قدر لکھا جا چکا ہے اس سے ایک طالب سالک اور شائق صادق عمدہ معلومات حاصل کر سکتا ہے اور بقدر فہم و ہمت خود ذات پاک کے متعلق کافی سرفراز کا ذخیرہ علمی حیثیت سے جمع کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عملی حیثیت سے ہم کو ان اسماء حسنہ کے انوار و علوم سے فیضیاب فرمائے۔ آمین

لیکن ناظرین کو یہ ضرور معلوم کر لینا چاہیئے کہ صرف اسی قدر اسمار حسنہ پر اسلام نے اکتفا نہیں کیا بلکہ اس جز نامید انکار کی وسعت پر ایک عجیب پیرایہ میں لطیف اشارہ فرمایا ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ "ابن مسعود کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی بندہ کو کوئی رنج و غم ہو اور وہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے غم و رنج دور فرمادے گا اور غم کو خوشی سے بدل دیگا ترجمہ دعا یہ ہے: یا اللہ میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے غلام کا بیٹا۔ تیری لونڈی کا جایا۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا حکم مجھ پر جاری ہے۔ تیرا فیصلہ میرے لئے عین انصاف ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے ہر ایک نام کے ذریعہ سے جو بھی تیرا نام ہے اور جن نام سے بھی تو نے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے یا جس نام کو تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے یا جو بھی نام تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا جو بھی نام

اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ امْتِكَ . نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَا ضَرَفْتُ فِي حُكْمِكَ عَدْلُ فِتْنَةٍ قَضَاؤُكَ أَسْأَلُكَ بِحُلِيِّ اسْمِهِ هُوَ لَكَ . سَمَّيْتَهُ بِهٖ نَفْسُكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوْ اسْتَأْذَنْتَهُ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عَبْدُكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ حَبِيبَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجَلَاءَ

جُرْنِي وَذَهَابَ هَيْبِي وَخَيْبِي
 إِلَّا اذْهَبَ اللَّهُ هَيْبَهُ وَ
 خَيْبَهُ وَابَدَ لَدُنْكَ مَكَاتِ
 حَزْبِهِ فَرِحًا
 تو نے اپنے خزانہ غیب میں محفوظ رکھا
 ہے کہ تو قرآن پاک کو میرے دل کی بہا
 میرے سینہ کا نور - میرا نعم رُبا میرا (رج)
 نعم و درد کو دور کرنے والا بنادے۔

بیشی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابو یعلیٰ اور بڑا نے روایت کیا ہے۔ احمد و ابو یعلیٰ کے سب راوی (ابو سلمہ جہنی) کے سوار رجال صحیح ہیں۔ ابوسلمہ کی توشیح ابن حبان نے کر دی ہے۔ ابوعوانہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، اور حدیث کی تصحیح کر دی ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ ۹۹ ناموں کا ذکر حدیث ترمذی میں صرف اس اعتبار سے ہے کہ اس قدر اسماء کا حفظ و احصاء داخل جنت کا سبب ہے ہاں حدیث بالا پر مکرر غور کرو کہ انزلتہ فی کتابک میں جملہ کتب سماویہ بھی آجاتی ہیں کیونکہ حدیث میں لفظ کتاب بطور جنس مستعمل ہوا ہے لہذا حدیث بالا اُن اسماء کو بھی گھیر لیتی ہے جو عربی کے سوا کسی اور زبان میں کسی رسول و نبی کو بتائے گئے ہوں۔

اہل کتاب کا بیان ہے کہ عبرانی میں ہمارے رب کا نام (یہوہ — ی، ہ، و، ہ) ہے زبور میں عموماً یہی نام مستعمل ہوا ہے۔ اُردو تراجم میں اس کو میوہ لکھا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے مخاض (درد زہ) کا عمل قول الجحیل میں تحریر فرمایا ہے۔ جس کے آخر میں 'اھیا اشر' اھیا بھی دو کلمے آتے ہیں۔ پھر تفسیر درمنثور کے حوالہ سے امش کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ہر دو کلمے موسیٰ علیہ السلام کی دعائیں وارد ہوئے ہیں اور ان کے معنی ہیں۔ "اے زندہ ہر شے سے پہلے اے زندہ ہر شے کے بعد۔"

ہمارے علمائے جرئیل - میکائیل - اسرائیل کے معانی بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ: "اہل" عبرانی میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ انجیل متی میں حضرت مسیح کا یہ فقرہ اب تک بطور اصل مقولہ کے محفوظ ہے۔

"ایلی ایلی لہما سبقتانی"

جس کا عربی ترجمہ ان الفاظ میں ہو سکتا ہے:

الھٰی الھٰی لہم سبقتنی : یعنی "اے الہ، اے الاتو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا

فارسی زبان والے عموماً لفظ خدا کو بطور اسم الہی استعمال کرتے ہیں اور اس کے معنی خود اُنڈہ بنا کر شرح یہ کیا کرتے ہیں۔ خدا وہ ہے جس نے خود بخود ظہور فرمایا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر خداوند کو بمعنی خدا استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ”وند“ حرف تشبیہ ہے اور اس کے معنی مثیل خدا ہیں۔ شاعروں نے اونزرقی کی تو امر و سلاطین کو خداوند کہنے لگے۔ اسی طرح لفظ ”خدا نگان“ بنا لیا گیا۔ اس کے معنی بھی مثیل خدا ہیں۔ عیسائیوں نے اسی لئے لفظ خداوند کو مسیح کے لئے خاص کر لیا ہے۔

زرتشتی مذہب والے میزان کو بطور اسم الہی استعمال کرتے ہیں مگر اس کے بالمقابل لفظ ”اہرن“ بھی ان کے ہاں موجود ہے۔ لہذا یزدان کے معنی خالق غیر اور اہرن کے معنی خالق شر سمجھے ہیں۔ لفظ ایزد وہی یزدان ہے۔ دراصل ان الفاظ میں دو خالقوں کے وجود کا عقیدہ نہاں ہے۔

زرتشت سے پیشتر ایرج نژاد لوگ غالباً لفظ ”ہرمز“ کو بطور اسم الہی استعمال کرتے تھے۔ مگر متاخرین میں تو یہ نام ایسا عام ہے کہ بیسیوں بادشاہوں اور اہل حکومت کا یہی نام پایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں نارائن بطور اسم الہی مروج ہے۔ مگر اس کا ترجمہ پانی پر سونے والا کیا جاتا ہے اور اس لئے صفت الہی نہیں بن سکتا۔

زیادہ محقق لوگ ”ایشتر“ کو اسم الہی کہتے ہیں۔ مگر بہت پنڈت پریم ایشتر (پیشتر) اس کا نام بناتے ہیں۔ پریم علامت مفعول التفضیل ہے۔ جو اسے صفت ربانی بنانے کے لئے بڑھادی گئی ہے۔ اس لئے تامل ہوتا ہے کہ کیا خود ”ایشتر“ اسم ذات تھا۔

آریہ لوگ لفظ ”اوم“ کو بطور اسم ذات بتاتے ہیں۔ مگر سناتن والوں کا یہ اعتراض نہایت سنگین ہے کہ لفظ ”اوم“ خود وید کے اندر کہیں متعمل نہیں ہوا۔

سکھ لوگ عموماً لفظ ”واہ گورو“ کا استعمال بطور اسم ذات کرتے ہیں۔ اس کا ترجمہ ہے:۔ ”عجیب استاد“ یہ مرکب ہے۔ اصطلاح کے بعد اس کے معنی ذات الہی سمجھے جاتے ہیں۔ وہ اکال پرکھ کہا کرتے ہیں اس کا ترجمہ ہے:۔ وہ وجود جسے موت نہیں۔ لہذا یہ لَایَمُوت کا ترجمہ ہے۔

بعض ہندو فرقے لفظ بے انت کو بطور اسم الہی سمجھتے ہیں اس کا ترجمہ لفظ ابد ہے۔

ایک سکھ مجھے سہند ملا۔ وہ بالکل نئے دبوئے کا شخص تھا۔ خود کو گیارہواں گورو سمجھتا تھا۔ وہ گھر گھمبیر کو اسم الہی بتاتا تھا۔ گھر گھمبیر کا ترجمہ سمندر کی وہ گہرائی ہے جو انسان کی دریافت سے باہر جو یعنی ہندی زبان میں اسے اٹھا کہہ سکتے ہیں۔ یہ لفظ بھی گورو گرنہ صاحب میں آیا ہے۔ مگر بطور صفت اور یہ ظاہر ہے کہ اسم ذاتی اسے نہیں کہا جاسکتا۔

(الغرض ان اسماء کا یہی حال ہے۔ جو بکثرت ہماری سماعت میں آتے ہیں۔
سند اور معنی کے لحاظ سے ہم پر یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ کیا اَوْ اُنْزِلَتْہِ فِیْ کِتَابِکَ کی شان ان پر صادق آتی ہے۔

ایک مسلمان کے لئے صرف انہی اسماء پر اکتفا کرنی چاہیئے جو قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور روایت صحیحہ ثابت ہیں۔ طریق بے خطر، اور صراط مستقیم یہی ہے۔ ہم کو تو وَذَرُوا الذِّیْنَ یُلْحِدُونَ فِیْ اَسْمَانِہُمْ کا حکم بھی ملا ہوا ہے۔ یعنی اس طریق کو چھوڑ دو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد اختیار کیا ہے۔

اس آیت پر غور کرتے ہوئے مجھے تو لفظ "خدا" کے استعمال میں بھی تاہل ہونے لگا ہے گو اس انکشاف سے پیشتر خود بھی ہزاروں جگہ اس کا استعمال ذات الہی پر کرتا رہا ہوں۔

امید ہے کہ اس فصل کے مطالب پر غور کے بعد اہل ایمان صرف ان اسماء کو بطور اسماء حق استعمال کرنے پر اکتفا کریں گے جو سند اور معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔
دیگر اسماء کا استعمال نہ کرنا ہی داخل احتیاط اور لائق تعظیم رب الناس ہے

وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ وَهُوَ یَهْدِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ

اسم اعظم کا بیان

واضح ہو کہ ابو جعفر طبری اور ابو الحسن اشعری اور ان سے مابعد کے چند اہل علم مثلاً ابو حاتم بن حبان اور تاضی ابوبکر باقرانی کا قول ہے کہ اسماء حسنہ میں سے بعض کو بعض پر تفضیل دینا جائز نہیں۔ اسی سلسلہ میں بعض نے امام مالک کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ وہ قرآن مجید کے بعض حصہ کو بعض پر تفضیل دینا مکروہ سمجھتے تھے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ جس روایت میں "اسم الاعظم" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ وہاں اعظم بمعنی عظیم ہے، اور اللہ تعالیٰ کا تو ہر ایک نام ہی عظمت والا ہے۔ ابو جعفر طبری کا قول ہے کہ: "اسم الاعظم" کی تعیین میں آثار مختلفہ موجود ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ سب ہی صحیح ہیں۔ کیونکہ کسی روایت سے یہ پایا نہیں جاتا کہ یہی اسم سب سے بزرگ تر ہے اور اس سے بزرگ تر کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک نام ہی "اعظم" ہے یعنی عظیم ہے۔ ابن حبان کا قول یہ ہے۔

"روایات میں جس عظمت کا ذکر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس دعا کے پڑھنے والے کو ثواب مزید ملتا ہے۔"

اسی امر کا اطلاق قرآن مجید کے متعلق بھی کیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا: اسم اعظم سے مراد ہر ایک وہ اسم باری تعالیٰ ہے جسے بندہ اپنی دعائیں شامل کرتا۔ اور خود کو اسی کے معنی مستغرق کر دیتا ہے۔ بے شک یہی وہ حالت ہے جس پر قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اس قول کو امام جعفر الصادق اور جنیدؒ وغیرہما کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ: اسم الاعظم کا علم صحیح اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو نہیں۔

ابے رہ جاتے ہیں وہ علماء جنہوں نے اسم الاعظم کا تعیین کیا ہے مگر اس تعیین کرنے

میں ان کے اقوال مختلف ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے (۱۴) اقوال سے ہیں۔

اول:

اسم اعظم ”ہُو“ ہے۔ یہ قول امام رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا ہے اور دلیل یہ کہ جب کسی عظیم الشان کی بارگاہ میں کسی قول کو اس کی جانب منسوب کیا جاتا ہے تو یہ نہیں کہا جاتا، کہ تو نے ایسا کہا ہے بلکہ کہا کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کہا۔ آقا نے ایسا کہا۔ یعنی طریق ادب یہی ہے۔

دوم:

اسم اعظم ”اللہ“ ہے۔ یہی اسم ہے جس کا اطلاق کسی دوسرے پر نہیں کیا جاتا، اور یہی اسم ہے جس کی جانب جملہ اسماء کی صفت کی جاتی ہے۔

سوم:

اسم اعظم ”اللہ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ“ ہے۔ غالباً اس کی سند وہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جو ابن ماجہ میں ہے کہ بتذیقہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان الفاظ میں دعا مانگی :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اِلٰهَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحِیْمَ وَاَدْعُوْكَ بِاسْمَائِكَ الْحُسْنٰی كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ۔

یہ سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسم اعظم انہی اسماء کے اندر ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی سند بھی ضعیف ہے، اور اس استدلال میں یہی تاثر ہے۔

چہارم:

اسم اعظم ”الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ“ ہے۔ یہ قول ترمذی کی حدیث احمد بنت یزید پر مبنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں کے اندر ہے :

(الف) وَالْهُكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔

(ب) سورۃ آل عمران کا آغاز۔ اَللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ۔

اس روایت کو نسائی کے سوا دیگر اصحاب السنن نے بیان کیا ہے۔ ترمذی نے روایت کو حَسَن بتلایا ہے لیکن ایک نسخہ میں حسن کی بجائے لفظ صحیح لکھا ہوا دیکھا گیا۔ صحیح ہونا قابلِ تامل ہے کیونکہ روایت میں شہر بن جوشب بھی ہے۔

پنجم: اسمِ عظم "الْحَيُّ الْقَيُّومُ" ہے۔ ابن ماجہ نے بروایت ابی امامہ حدیث بیان کی ہے۔ کہ اسمِ عظم قرآن مجید کی تین سورتوں میں ہے یعنی بقرہ، آل عمران و سورۃ طہ۔

قاسم (جو ابو امامہ سے راوی حدیث ہے) کا قول ہے کہ میں نے قرآن مجید میں تلاش کی تو مجھے الْحَيُّ الْقَيُّومُ ملا۔ جو ہر سورتوں میں ہے۔ امام رازی نے اسے قوی بتلایا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ ہر دو اسماء وہ ہیں کہ عظمت ربوبیت پر دلالت جس قدر ان میں پائی جاتی ہے۔ اتنی دیگر اسماء

میں نہیں۔

ششم: اسمِ عظم "الْحَيَّاتُ الْمَنَانُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ الْحَيُّ الْقَيُّومُ۔"

اس پر سے فقرہ کو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام احمد و حاکم اور ابوداؤد و

نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے روایت کو صحیح بتلایا ہے۔

ہفتم: اسمِ عظم بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ہے۔

اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے سری بن یحییٰ سے، انہوں نے قوم طے کے ایک شخص سے

اور اس شخص کی تعریف بھی کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ مجھے اسم

اعظم دکھایا جائے۔ تب میں نے آسمان کے تاروں میں یہی اسم لکھا ہوا دیکھا۔

ہشتم: اسمِ عظم "ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" ہے

بریدی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک شخص کو یا ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ کہتے ہوئے سنا۔ فرمایا تیرا کہنا قبول کر لیا گیا۔ اب

اپنا سوال کر لے۔

امام رازی کہتے ہیں کہ الوہیت کے لئے جس قدر صفات معتبرہ ہیں یہ اسم ان سب پر

شامل ہے۔ جلال میں جملہ صفات سلبیہ آجاتے ہیں۔ اور اکرام میں جملہ اضافات ثبوتیہ۔

فَهُمْ اسْمُ عَظِيمٍ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَدُّ الصَّدُّ الَّذِي أَحَدِيْلُهُ وَلَمْ يُولَدْ
ذَلِكَ يَكُنْ لَكُمْ كُفُوًا أَحَدٌ۔

اس کو ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ سند کے لحاظ سے اس کو سب پر ترجیح ہے

دھم : اسم عظیم "رب رب" ہے۔

حاکم نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اکبر رب رب ہے۔ ابن عباس سے بھی روایت ہے۔

ابن ابی الدنیا نے عائشہ طیبہؓ سے روایت کی ہے کہ جب بندہ "یارب یارب" کہتا ہے تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہاں بندے! سوال کر۔ تجھے عطا ہوگا۔ روایت یذا کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے اور مرفوعاً بھی۔

یار دھم۔ اسم عظیم دعائے ذوالنون علیہ السلام ہے۔

نسائی اور حاکم نے فضال بن عبید سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ ذوالنون کی دعا شکم باہمی میں یہ تھی: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ جب کبھی کسی مسلمان بندہ نے اس کے ذریعہ دعا مانگی تو قبول ہی فرمائی گئی۔

دواز دھم : اسم عظیم کی بابت فخر رازی نے امام زین العابدین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو اسم عظیم سکھایا جائے۔ تب انہوں نے خواب میں دیکھا:
هُوَ اللَّهُ اللَّهُ۔ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔

سیز دھم : اسم عظیم جملہ اسماء کے اندر مخفی ہے۔ اس کی تائید حدیث عائشہؓ سے ہوتی ہے جسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور جس کا ذکر قول دوم میں ہوا۔ کیونکہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صدیق نے بعض اسماء کا ذکر کر کے بالاسماء الحسنی کا لفظ بھی فرمایا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسم عظیم انہی اسماء میں ہے جن سے تو نے دعا کی ہے۔

چہار دھم : اسم عظیم مکمل توحید ہے۔ یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ یہ قول قاضی عیاض مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

تمت

سیرتِ سلمان

حالاتِ مبارکہ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحبِ سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

مجھے اپنی زندگی میں بہت سے مبلغین اسلام کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ان حضرات کی ایمان افروز تعاریر دل نشین مواعظ اور پُر اثر خطبات کو سُن کر بظاہر سہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ دین حق کی اشاعت کا قابلِ رشک فریضہ انجام دینے والی ان لائقِ احترام ہستیوں کی اپنی زندگیوں بھی اسوۂ رسولؐ کی تقلید اور صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ سیرت کے انبار کی اُٹینہ دار ہونگی جن کے مبارک تذکرہ سے ان کی زبانیں ہر وقت تر رہتی ہیں۔ تاہم اس ضمن میں اپنے مشاہدہ کی رُو سے کچھ جہتوں کے ہمارے ہاں کے مبلغ حضرات کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

مبلغین کی پہلی قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو تبلیغ دین کے مقدس فریضہ کو ذریعہ محاش کے طور پر اختیار کرتے ہیں اور صرف اپنی مجالس و تقاریب میں اپنی خطابت کے جوہر دکھانے کیلئے تیار ہوتے ہیں جہاں سے انہیں محفول "مندانہ" پانے کی توقع ہو اور اسکے بغیر وہ کسی جلسہ و یوم میں جانے سے یا تو کھلا انکار کر دیتے ہیں یا بالٹول سے کام لیتے ہیں۔ انہیں شک نہیں کہ تبلیغ دین کو کمائی کا ذریعہ بنالینے والے ان حضرات کی "پیدائش" میں کچھ دخل ہمارا معاشرہ کی اس غفلت کا بھی ہے جو اس نے دین کے بنیادی تقاضوں کے بارے میں اختیار کر رکھی ہے۔ ایک مسلم معاشرہ کیلئے لازم ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی منکر کا فریضہ انجام دینے کی خاطر اپنے اندر ہمہ وقت مبلغین کی ایسی جماعت موجود رکھے کا انتظام کرے جو فقر و فاقہ سے آزاد ہو کر ساری امت کی جانب سے یہ فرض کفایہ ادا کرنے کے لئے سرگرم عمل رہے۔ لیکن معاشرہ کی اس غفلت سے ان لوگوں کی نفع اندوزی کا بھی کوئی جواز نہیں نکلا جو تبلیغ دین کے کام کو کمائی کا دھندہ بنا لیتے ہیں۔ ایسے مبلغین کے دل خلوص سے خالی ہو جاتے ہیں وہ موقوفہ بننے پر لوگوں کے سامنے الفاظ کے طوطا بننا تو ادا کر سکتے ہیں لیکن وہ ان کے دل سحر کرنے سے قاصر رہتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کے مواعظ کو محض لذت کی خاطر سنتے ہیں اور عبرت یا نصیحت کا کوئی نقش سامعین کے ذہنوں پر قائم نہیں ہوتا۔

دوسری قسم کے مبلغین وہ ہیں جو اپنی تقاریر کا معاوضہ تو ضرور لیتے ہیں لیکن اس معاملہ میں سودا بازی یا حرص ہوں کی روش اختیار نہیں کرتے جو کچھ بھی ان کی خدمت میں پیش کیا جائے وہ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ مبلغین کی قییم زہر پستی کے موجودہ ماحول میں مجھے بسا شینیت نظر آتی ہے۔

تیسری قسم ان مالی ظرف مبلغ حضرات کی ہے جو اپنی تبلیغ کا نہ کبھی معاوضہ طلب کرتے ہیں اور نہ کسی شیکش کو قبول کرتے ہیں جسے کہ سفر خرچ بلکہ معمول نہیں کرتے۔ ان حضرات کی یہ بے نفسی اور یہ خلوص ان کے اعلیٰ کردار کا امیڈا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک صاحبِ کردار مبلغ اپنی مختصر سی تقریر کے ذریعہ بھی تسخیرِ قلوب کا وہ شاندار کارنامہ سر انجام دیتا ہے جو کافی کچھ تبسیغ کرنے والوں کی طولِ طویل اور لچھے دار تقریروں کے ذریعہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔

مروم و مغرور جناب قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کو میں نے ایک ایسا ہی "صاحبِ کردار مبلغِ اسلام" پایا جو بغیر کادہ کو نسا پڑھا لکھا مسلمان ہے جو قاضی صاحبِ دُصوف کے اسم گرامی سے ناواقف ہے اور جس کی

نظروں سے سیرت النبیؐ کے موضوع پر قاضی صاحب کی شہرہ آفاق جامع و مانع کتاب "ریحۃ العالمین" نہیں گزری تین جلدوں پر مشتمل اس کتاب کے ایک ایک صفحہ پر محبت و عقیدت اور محبت و استناد کے بظاہر مختلف اندازہ جس طرح باہم شہرہ و شکر نظر کرتے ہیں اسکی نظیر اردو زبان میں شائع شدہ سیرت النبیؐ کی دوسری کتابوں میں کم ہی نظر آتی ہے چنانچہ عبدالحق صاحب کے عظیم منکر اسلام جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ اگرچہ اردو میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر بیشمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں تاہم ان کتب میں سے چند ہی اسی ہیں جن کے اندر واقعات کی صحت و بیان کا محققانہ لحاظ رکھا گیا ہے اور ان چند کتب میں قاضی صاحب کی "ریحۃ العالمین" سرفہرست ہے۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ قاضی صاحب فریضہ تبلیغ دین کی خاطر دینی جلسوں میں تقاریر کیلئے بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ان کی تحریر کی مانند ان کی تقریر بھی خلوص اور حقیقت پر مبنی تھی جو ہر سے مرعوب ہوتی تھی لیکن تقریریں کامد و مہد قبول کرنا ان کے مذہب میں حرام تھا۔ انکی اعلیٰ قابلیت اور علمی منزلت کی بنا پر ملک کے اطراف و اکناف سے اے دن دینی جلسوں میں شرکت کی فرض سے انہیں دو تین موصول ہوتیں اسی دعوتوں کو وہ جہاں تک ممکن ہو سکتا قبول فرماتے لیکن یہ فریضہ ہمیشہ بے مزد انجام دیتے حتیٰ کہ اس ضمن میں سفر خرچ تک وصول نہ فرماتے۔ ان کا یہ ایثار اس لحاظ سے اور بھی قابل قدر ٹھہرتا ہے کہ قاضی صاحب کو اپنے عہدہ کے رکھ رکھاؤ کے سبب ہمیشہ اعلیٰ درجہ میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ آج سے پچاس سال قبل جب روپیہ سونے کے بھاؤ تھا قاضی صاحب ہی کا دل گرہ تھا کہ وہ محض تبلیغ کی خاطر اپنے مستقر سے دور دراز شہروں کا سفر اپنی گروہ میں سے ویلے کے اعلیٰ درجہ میں کرتے اور کبھی داوا یا سدا کے طالب نہ ہوتے۔

قاضی صاحب ریاست پٹنہ میں بعدہ پیشینہ ج ملازم تھے اور انہوں نے اپنی تعیناتی کا ایک طویل عرصہ بھٹنہ میں گزارا جدید علوم کے ساتھ ساتھ انہیں اسلامی دینی علوم پر پورا پورا عبور حاصل تھا نیز زبان عربی میں زبردست دستگاہ رکھتے تھے جس کا اندازہ ان کی بندہ یا تصنیف سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے بھٹنہ میں وہ الزام کیساتھ درس قرآن دیا کرتے تھے اس مبارک کام میں جن ذوق و شوق اور مستقل مزاجی کے ساتھ ساہا سال تک انجام دیا وہ صرف اس شخص کا حصہ ہے جو فریضہ خدمت دین پر محض رضا اللہ کی خاطر ادا کرنے کا قابل ہو جاڑا ہوا گرمی، آندھی ہو یا برسات حاضرین کی تعداد کم ہو یا زیادہ قاضی صاحب کے درس قرآن کے معمول میں کبھی فرق نہ آتا تھا اور وہ ہر روز یکساں اہتمام اور یکساں لگن کے ساتھ اس فرض کی انجام دہی جاری رکھتے تھے۔ چنانچہ یہی سبب اور مست کا نتیجہ تھا کہ قاضی صاحب نے اپنی بھٹنہ کی تعیناتی کے دوران قرآن کا دورہ سات مرتبہ مکمل کیا اور یہ موصوف کی ایسی خوش بختی تھی کہ اس پر جتنا بھی رشک کیا جائے کم ہے!

جو حضرات تقسیم ملک سے قبل کی ریاستوں کے حالات سے واقف ہیں انہیں معلوم ہے کہ کسی ریاستوں کے ملازمین اور ان کے اعلیٰ افسران کو ریاست کی جانب سے عموماً نہایت قلیل تنخواہ دی جاتی تھی البتہ راجوں ہمارا جو لکھنؤ سے اپنے اہلکاران اور افسران کو اس بات کی کھلی چھٹی تھی کہ وہ اپنی تنخواہ کی کمی کو رعایا سے زبردستی نہ لانے یا رشوت و خیر کی لوٹ کھسوٹ سے پورا کر لیں۔ قاضی صاحب بھی چونکہ ایک ریاست کے ملازم تھے لہذا پیشینہ ج ہونے کے باوجود انکی تنخواہ کچھ زیادہ نہ تھی اسکے علاوہ انہیں اپنے عہدہ کی نسبت سے رکھ رکھاؤ، وسعت داری اور مہمان نوازی کیلئے بھی اچھا خاصہ خرچ کرنا پڑتا تھا وہ اگر چاہتے تو اپنے دوست و سرگرم رتبہ ریاستی افسران کی مانند اپنے نہایت اہم عہدہ کے ذریعہ اس زمانے میں بھی ہزاروں لاکھوں روپے پالائی دینی کے طور پر چمک سکتے تھے لیکن قاضی صاحب اپنے اعلیٰ ہونا نہ کر کے باعث رشوت کی ایک پانی بھی وصول نہیں کرتے تھے اور محض تنخواہ کے رزق حلال میں اپنی گزر بسر کرتے تھے۔ ان کی بود و باش ایک صغیر و مکرر دیندار مردوں کی شان رکھتی تھی۔

جس میں وقار اور استغناء دونوں کا ایک حسین امتزاج نظر آتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب کا ایک ہندو دوست قتل کے ایک منزم کی سفاکش کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ ملزم قطعاً بے گناہ ہے لہذا آپ براہ کرم اسے رہا کر وادیں۔ اس درخواست کے ساتھ ہی اس ہندو دوست نے ایک ہندو قاضی صاحب کی طرٹ بڑھایا۔ قاضی صاحب نے چونکہ کر پوچھا: ”اس لغاف میں کیسا ہے؟ ہندو دوست نے دبی زبان میں جواب دیا: ”یہ ایک مٹھائی ہے“ قاضی صاحب سخت مضطرب ہو کر بولے ”استغفر اللہ“ آپ مجھے حرام کھانا چاہتے ہیں ”دوست غائباً زیادہ عینت دلنے کے لئے بولا: ”اس میں چالیس ہزار روپیہ“ قاضی صاحب ”قاضی صاحب نے فوراً جواب دیا: ”حرام کی مقدار اگر زیادہ ہو تو حلال نہیں ہو جاتا بلکہ مقدار بڑھنے کے ساتھ ہی حرام کی کرامت بھی بڑھ جاتی ہے لہذا اب میں اسے اور زیادہ معرکہ سمجھتا ہوں“ دوست لا جواب ہو کر رہ گیا اور ایک مسلمان بچہ کی عظمت کو دار کا گہرا نقش دل پر لئے ہوئے رخصت ہو گیا۔

قاضی صاحب سے میری پہلی ملاقات والد مرحوم حضرت مولانا محمد رحیمان صاحب وڈروی کی وساطت سے ہوئی۔ قاضی صاحب والد مرحوم کیساتھ دو سال تک ملازم رہے اور اسی نسبت سے وہ مجھ پر بھی خاص شفقت فرمایا کرتے تھے۔ یہ میری خوش بختی ہے کہ قاضی صاحب کے مشفقانہ مراسم سے میں ان خوش کی زندگی کے آخری لمحات تک مسلسل فیضیاب بہاؤوں اور اس عرصہ کے دوران میں نہ صرف قاضی صاحب کے علم فضل سے استفادہ کیا ہے بلکہ ان کے نیک مشورے اور عمدہ ٹوک بھی ہمیشہ میرے شامل حال رہا ہے۔

ایک دفعہ میں مایر کوٹ میں ایک تبلیغی جلسہ میں شرکت کے بعد واپس آ رہا تھا۔ ریل کا سفر تھا۔ راستے میں ایک تیش پڑگالی ٹکی اور میں یونہی پیٹ فارم پڑ گیا۔ اتنے میں کسی نے پیچھے سے آکر میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ یہ شفقت اور محبت کے ہاتھ تھے۔ میں نے گڑن گھا کر دیکھا تو اپنے عقب میں قاضی صاحب کو سہتادہ پایا۔ انہیں دیکھ کر میرا دل خوشی سے سرشار ہو گیا۔ شاید میری اس سرور میں ان کی علامت ہے کہ اس کے وجود گرامی سے اس پس و آؤں کیلئے ہمیشہ راحت و مسرت کی شعاںیں چھوٹا کرتی ہیں۔ میرے ابا جان مرحوم (ولی اللہ) کی پہچان کشف و کرامات سے نہیں بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ اذاراؤ ذکر اللہ۔

جب پرہیز نظر دلے تو خدا یاد آجائے) یہ کھلی نشانی قاضی صاحب پر پوری اترتی تھی۔ بہر حال مجھے خوب یاد ہے کہ قاضی صاحب نے مجھے ارزاہ ذرہ نواری فیضیت فرمائی کہ ”آپ نے قرآن دیکر میں“ قاضی صاحب تو فیضیت فرما کر رخصت ہو گئے لیکن میں نادیران کے ارشاد کے قابل ملل ہونے پر غور کرتا رہا۔ میں اس زمانے میں بالکل نوعرفنا۔ میرے ذہن میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ درس قرآن کا عظیم کام تو انہی بزرگوں کیلئے زیادہ ہے جو علم فضل کیساتھ ساتھ عمریں بھی مجھ سے آگے ہیں بھلا مجھ سا طفل مکتب اس کا عظیم کام کیا کیوں کر اٹھا سکتا ہے؟ لیکن میں اسے قاضی صاحب ہی کی ایک کرامت سمجھتا ہوں کہ ان کی مبارک تحریک میرے ذہن میں آخر کار خود اعتمادی کا جذبہ غالب آیا اور میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اپنی نوعمری نا تجربہ کاری اور کم علمی کے باوجود اس مبارک کام کا آغاز کر دیا اور قاضی صاحب کی دعاؤں کی برکت سے بعض دفعہ درس قرآن کا یہ سلسلہ کسی ٹکسی شکل میں تاہنوز جاری ہے خدا کرے اسکی توفیق مجھ بندہ ناچیز کو اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک حاصل رہے۔

قاضی صاحب کو مدافض نے فہم و فراست سے بھی حصہ دیا فرمایا تھا۔ چنانچہ وہ پیچیدہ مسائل کو عام فہم انداز میں سمجھانے کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ میرے ایک تایا زاد بھائی مولوی شرف الدین صاحب تھے وہ ایک دھیمے سا آدمی تھے انہوں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن علی مدنی رحمہ اللہ میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے، مولوی شرف الدین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اختلاف اہل حق رحمت ہے اختلاف کفار عذاب ہے، مولوی شرف الدین کا سوال تھا کہ آخر اختلاف کس طرح باعث رحمت ہو سکتا ہے جبکہ ہر نظر یہ ظاہر انتشار اور فرقہ بندی کی علامت ہے۔ مولانا

شنا راۓ صاحب نے اس سوال کا جواب دیا وہ میرے صاحب کی ذہنی سطح سے قدرے بلند تھا لہذا یہ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ قاضی صاحب کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے مولوی شرف الدین صاحب کو کہلایا کہ مولوی شنا راۓ صاحب تو معروف آدمی ہیں آپ کسی روز میرے پاس تشریف لائیں۔ میں آپ سے اس مسئلہ پر گفتگو کر دوں گا۔ چنانچہ مولوی شرف الدین صاحب قاضی صاحب کے ہاں پہنچے جس اتفاق سے میں بھی اس مبارک مجلس میں موجود تھا۔ قاضی صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس حدیث کا اصل نقشہ بیان کیا۔ قاضی صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں لفظ اختلاف فرمایا ہے مگر لفظ مخالفت۔ باہمی مخالفت کا جذبہ یقیناً باعث رحمت نہیں ہو سکتا کیونکہ مخالفت اشتراک اور عداوت کی علامت ہے لیکن اس سے اختلاف برسر ہے۔ مخالفت اندھا ہوتی ہے اور اس کی تین منفی جذبہ کارفرما ہوتا ہے اس کے برعکس اختلاف کے پیچھے خیر خواہی کا تعمیری جذبہ ہوتا ہے جو سراسر ایک نیک فہم کی پیداوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ نیک لوگ کسی بات میں مل جل کر اختلاف کا اظہار کرتے ہیں تو اس مسئلے کے بہت سے اچھے پوشیدہ اور اوچھل چھپ چھپ گاہوں کے سامنے آجاتے ہیں جس کی طرف پہلے کسی کی نگاہ نہیں جاتی۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس قسم کے اختلاف کی بدولت ہی مختلف دلائل سامنے آتے ہیں جن کی بنا پر قرآن مجید کا بظرف نظر مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے پھر آپ اپنے موقف کی تائید کے لئے یہ حدیث نبوی سنائی لخصت فم الصائم اطیاب عند اللہ من ریح المسلسل (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روزہ دار مسلمان کے منہ کی بو کسٹوری کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے) قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث کی تشریح میں ہمارے محشی نے بعض اختلاف رائے کی بنا پر اسے نئے نئے پیدا کئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو روزہ دار کے منہ کی بو بہت پسند ہے اسلئے روزہ دار کو روزہ مکھولنے سے پیشتر مسواک کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ مسواک سے وہ بو ختم ہو جائے گی جو اللہ کو محبوب ہے۔ کچھ دوسرے محدثین اس حدیث سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ چونکہ روزہ دار کے منہ میں یہ بو عموماً دوپہر کے بعد پیدا ہوتی ہے لہذا دوپہر سے پہلے پہلے مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن فقہائے ایک گروہ نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس حدیث کا منشا زیادہ تر ایک روزہ دار کی اطاعت شعاری کو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ بھڑانا ہے اور روزہ دار کو یہ یاد کرانا ہے کہ نہاری بھوکا درپاس کا اضطراب حتیٰ کہ اس کے سبب تمہارے منہ میں پیدا ہو جانے والی بو بھی اللہ تعالیٰ کو تمہارے جذبہ اطاعت کی بنا پر بہت پسند ہے۔ اس بو کو باقی رکھنا روزہ دار پر لازم نہیں ہے بلکہ اس ضمن میں اس حدیث نبوی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے مسواک کرنے کی بلا استثنا تاکید فرمائی ہے۔ اس مثال کے ذریعہ قاضی صاحب نے مولوی شرف الدین صاحب پر یہ واضح کیا کہ فقہاء کا یہی وہ علمی اختلاف ہے جسے نبی کریم ﷺ نے تحت فرمایا ہے۔ علم حدیث کا مانند علم تفسیر بھی قاضی صاحب کو پورا پورا عبور حاصل تھا اس ضمن میں مجھے اپنے استاد محترم مولانا ابو بکر خیر الدین احمد صاحب سرسوی کی ایک روایت یاد آتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب مرحوم نے اپنے ہاں چند علماء کو کھانے پر مدعو کیا۔ مدعوین میں میں بھی شامل تھا اس مجلس میں بہت سے علمی مسائل پر گفتگو ہوئی اور اسکے دوران قاضی صاحب نے سو فیوسف کی یہ آیت پڑھی **وَهُمْ يَحْضَرُونَ أُولَٰئِكَ لَا حُجْرَ لَهُمْ وَلَا أَذُنَ يُعْمَرُ لَهُمْ فَيَسْأَلُهُمْ فِيهَا حَاقِلَهُ** قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس کے ترجمہ اور تفسیر کیلئے مفسرین اور مترجمین نے مختلف انداز اختیار کئے ہیں اور کچھ تراجم اور تفاسیر ایسی بھی ہیں جن کے مطالعہ سے خدا کے ایک نبی کی شان مجروح ہوتی نظر آتی ہے۔ قاضی صاحب نے خیال ظاہر کیا کہ ایسے تراجم اور تفاسیر میں غالباً اسرائیلی روایات کی دخل اندازی ہو گئی ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس آیت کا ترجمہ یہ ہونا چاہیے کہ ”وہ (عورت، امرا، العزیزانے اہل ارادت وغیرہ) پر اڑی رہی اور وہ (حضرت یوسفؑ) اپنے انکار پر اڑ رہے اور حضرت یوسف نے خدا کی برائی کو نہ دیکھا ہوتا (تو وہ اسکا ارادہ کر سکتے تھے) اور حقیقت یہ ہے کہ اس ترجمہ کی صورت میں صرف یہ کہ ذہن میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی بلکہ نبی کا ارادہ کی طرح بیدار نظر آتا ہے

جیسا کہ بیان کر چکا ہوں۔ قاضی صاحب ریاست پیالہ کے منظم تھے۔ روستا راجاؤں کی مانند پیالہ کے راجہ کے دربار میں بھی حاکم کے کچھ آداب ظہور تھے جو جو میر پرست طابع کیئت کی ان تھے۔ خصوصاً راجہ کے سامنے ماضی کے موقر پرکوش وغیرہ بجان اور اس قسم کی دوسری حرکات و افعال کسی ایسے شخص کیلئے ممکن نہیں ہو سکتے تھے جو ایک خدا سے واحد پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے حسن و بصرہ و زیر ہونے کے بعد کسی اور سستی کے سامنے نرمی نہ خرم کرنے کو گناہ سمجھتا ہو۔ قاضی صاحب شہزادہ ایک مٹی درجے کے موجد تھے اور ان کے عقائد کا علم خود راجہ کو بھی تھا۔ قاضی صاحب کی خدا ترسی، عدل و انصاف اور رستی سے راجہ اک درجہ متاثر تھا کہ اس نے قاضی صاحب کو کبھی ان کے عقائد کے منافی و دہاری آداب کی پابندی کیلئے مجبور نہ کیا۔

میر سے ایک محب دیرینہ جناب سید فیروز محمد صاحب جو تقسیم ملک سے قبل ریاست پیالہ بغرض تعلیم و دانش پذیر تھے اور اچلی ملتان میں مقیم ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ پیالہ کے راجہ ولایت سے لوٹے اور ان کے استقبال کیلئے ہمارے ریاست سٹیشن پر پہنچے تو مجھے خیال آیا کہ چل کر بٹھیں کہ اس موقر پر قاضی محمد سلیمان صاحب جیسا موجد راجہ کے رو برو کس طرز عمل کا مظاہرہ کرتا ہے اس خیال سے جب میں سٹیشن پر پہنچا تو دیکھا کہ قاضی صاحب استقبال کے لیے آئے والے دوسرے عہدیداران اور معززین کی قطار سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہیں۔ راجہ صاحب جب گاڑی سے اترے تو استقبال کے لیے آئے والے تمام لوگ حسب معمول رکوع میں جا کر کوشش بجا لانے لگے۔ لیکن قاضی صاحب بدستور استغفار کی تصویر بنے اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ پھر میں نے یہ دیکھا کہ راجہ صاحب دوسرے لوگوں کے سلام وصول کرتے ہوئے جنوبی قاضی صاحب کے قریب آئے اور ان کی نظر قاضی صاحب پر پڑی تو راجہ صاحب خود آگے بڑھ کر قاضی صاحب سے بغیر کو بگئے۔ یہ عجیب منظر دیکھ کر میں بہت حیران ہوا اور اس روز سے میرے دل میں قاضی صاحب کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ گئی اور میں نے سوچا کہ قاضی صاحب نے اپنے رزق اور اپنی دنیا کے لیے خدا پرستی کے اصول کو توڑنے سے پرہیز کیا۔ اس طرح بندوں کی بندگی سے انہوں نے خود کو بچائے رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ بندے خدا کے س نیک بندے کے گرویدہ ہو گئے۔ سبحان اللہ! ایسا کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

اسی طرح ایک معتبر رادی نے بیان کیا کہ جن مبارک ایام میں قاضی صاحب دیرینہ طبیعت میں قیام پذیر تھے ان دنوں کا وقف ہے کہ ایک روز قاضی صاحب مسجد نبوی سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے اور آپ کے عہد مسجد نبوی کے امام صاحب بھی بائیں کمرے تھے اور ہے تھے کہ مسجد کے دروازہ پر پہنچے۔ جہاں غازیوں کی جوتیاں پڑی ہوئی ہیں۔ اس جگہ پر امام صاحب نے بڑھ کر قاضی صاحب کی جوتیوں کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا اور انہیں قاضی صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ قاضی صاحب نے تیزی سے امام صاحب کے ہاتھ کو پکڑا، اور کہا کہ میں آپ پر کیا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ جواباً امام صاحب نے سکھوں میں آنسوؤں کے فرمایا کہ ”آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں ایسا کس کے حکم سے کر رہا ہوں۔ فرمایا کہ رات خوش خجی سے مجھے سرور کائنات فرمودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور مجھے عام رویا میں پسے یہ ارشاد فرمایا کہ دیکھو! محمد سلیمان میرا اپنا مہمان ہے اسکی ہر طرح عزت کرنا۔

”رحمۃ اللعالمین“ کی صل مقبولیت { قارئین کرام اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آنجل پر پوینڈیٹے اور اشتہار بازی کا زمانہ ہے۔ اس میں سرمایہ دار قسم کے لوگ جس رڈی سے رڈی چیز کو بھی چلانا چاہتے ہیں۔ اپنی دولت کے بل بوتے پر اشتہارات کے ذریعے اسے مقبول عام بنا دیتے ہیں جسے کہ اسے لازم حیات

آخر میں ایک امر واقعہ کا ذکر میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ قاضی صاحب نے اپنے بزرگ و بزرگ مولوی کی خدمت میں اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ "مولانا مجھے ایسے وقت اپنے حضور بلانا جب میں دنیا کی ہر قسم کی آلائشوں سے پاک رہوں" چنانچہ واقعہ حال حضرات کو بخوبی علم ہو گا کہ مولانا کریم نے اپنے نیک بندے کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کو اپنے پاس بلایا جب وہ حج بیت اللہ سے واپس لوٹ رہے تھے اور جہاز پر سوار تھے۔ اُن موقع پر ہر قسم کے دعاؤں کا اُٹھنا شروع کیا۔ متاع بھی ان کے پاس موجود نہیں تھا۔ ان کا جنازہ ایک مسجد میں رکھی جائے اور غرض کہ ہر قسم کے دعاؤں اور سبیل غرضی مرحوم نے پڑھایا اور مرحوم کا جسد مبارک مسجد کی مالک دینیات پورہ کے قبرستان میں رکھا گیا جس پر قریباً آٹھ سو سال پہلے (مسلمان) اِتَّكَلَّہُ وَاٰیہِہٖ سَیُوفٌ بِہٖ ذَکَّلَہُ وَاٰیہِہٖ سَیُوفٌ بِہٖ ذَکَّلَہُ وَاٰیہِہٖ سَیُوفٌ بِہٖ ذَکَّلَہُ

675

مولانا محمد حلیف دانی کی دیگر مطبوعات

- محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: غیر مسلموں کی نظر میں قیمت مجلد ۵ روپے
- مژدہ جیلانی کے ارشاداتِ حقانی و بارۃ توحید بآنی (آفٹ) قیمت ۳ روپے
- قرآنی دعائیں: طباعت آفٹ قیمت ۲ روپے
- آدابِ دعا: طباعت آفٹ قیمت ۲ روپے
- مرزائے قادیان اور علماء اہل حدیث: قیمت ۲ روپے
- ہاتھ میں مولانا شاہد امجدی کے چودہ منظوموں کی تفصیلات قیمت ۲ روپے
- ہمارے عقائد: آسان لفظوں میں مکمل اجماع پر بنے نظریات قیمت ۵۰ پیسے
- صحابہ کرامؓ غیر مسلموں کی نظر میں
- زیارت قبور کا شرعی طریقہ: جس میں زیارت قبور کے متعلق جلد مباحث، تفصیل بیان کے گئے ہیں
- عظمتِ صحابہؓ: از حضرت شاہ اسماعیل شہید
- عشقِ مبشرہؐ: قاضی حبیب الرحمن بابر دارو قاضی محمد سلیمان منصور پوری
- ان میں صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی جن کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی زندگی میں جتنی ہونے کی بشارت سنائی (آفٹ) قیمت مجلد ۵ روپے
- اصحاب بدرؓ: علامہ زہل حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری
- : آج ہر کی آفصیالات اور ۳۱۳ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات
- طباعت آفٹ: قیمت مجلد سات روپے
- شرح اسماء الحسنیٰ: علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری
- اہل حدیث کی علی خدمات: مولانا ابوبکری امام خاں فخری قیمت ۹ روپے
- ہمارے مکتبہ کی تمام کتب نیا یہ خصوصیت ہے کہ ہر اس کے علاوہ ہر قسم کی مذہبی اسلامی کتابیں ہم سے خریدیں

مکتبہ نذیریہ قینچی امرتھویر و زپور و لاہور